



GOVERNMENT OF INDIA
ARCHÆOLOGICAL SURVEY OF INDIA
CENTRAL
ARCHÆOLOGICAL
LIBRARY

ACCESSION NO. 19335

CALL No. 913.05
San - M. Q.

D.G.A. 79.

رہنمائے سانچي

يعني

اردو ترجمہ ”گائڈ تو سانچي“ 1335

مصنفہ

جناب معلى القاب سر جان مارشل صاحب بہادر

(لالہ) - سي - آئي - اي - ڈائریکٹر جنرل

آف آرکیالاجی ان انڈیا

مترجمہ

مولوي محمد حميد صاحب قريشي

بي - اے

(اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ محکمہ آثار قدیمہ)

کلکتہ

منیجر گورنمنٹ انڈیا پریس

سنہ ۱۹۲۵ء

۱۹۲۵

1925



بسم الله الرحمن الرحيم

نہدیہ

یہ کتاب

علیٰ حضرت نواب

سلطان جہان بیگم صاحبہ

جي - سي - ايس - آئي ، جي - سي - آئي -
اي ، جي - بي - اي ، سي آئي

فرمانرواے ریاست بھوپال

۽ نام نامی ۽ معنوں کی جاتی ہی

عهد عتیق ۽ ان عظیم المثل آثار کی تحقیق و تفتیش
اور حفاظت و صیانت جو گذشتہ چند سال میں
عمل میں آئی ہی ، وہ سب بیگم صاحبہ مدبرہ کی

علمی دلچسپی اور اعلیٰ فیاضی

کی بدولت ہوئی ہی

CENTRAL ARCHITECTURAL LIBRARY, NEW DELHI.

Acc. No 1935

Date 11.2.63.

Call No 913.05

San/M.Q.

دیباچہ

ہندوستان کو برہم مذہب کے ابتدائی زمانے کے جس قدر قدیم آثار وراثت میں ملے ہیں ان سب میں سانچی کی عمارات کو شرف و فضیلت حاصل ہے۔ لیکن عجیب اتفاق ہے کہ ان آثار کے متعلق پہلے کی معلومات کا دائرہ نہایت محدود ہے۔ قدیم ہندی مصنفین نے ان کا مطلقاً ذکر نہیں کیا۔ چینی سیاح جن کے سفر نامے برہم مذہب کے دیگر متبرک مقامات کے حالات سے مملو ہیں ان عمارات کے بارے میں بالکل خاموش ہیں۔ اور زمانہ حال میں جو کتابیں ان کے متعلق مدرن ہوئیں ان کے مضامین کی فرسودگی اور لغویت کا اندازہ یوں ہو سکتا ہے کہ فرگسن نے اپنی کتاب ”قبري آيند سَرپنٹ رُوشپ“ مطبوعہ سنہ ۱۸۶۸ء میں سانچی کے منقش پہاڑوں کی تصاویر کو عہد عتیق کی ”درخت اور سانپ کی پرستش“ کی تائید میں پیش کیا ہے۔ اسی طرح مہسی نے ”سانچی آئند اِنس ریمینز“ میں جو سنہ ۱۸۹۲ء میں شائع ہوئی منجملہ دیگر عجیب

عقروہ ازین میں مصنفین ذیل کا بھی ممنون ہوں :-
 آرل میرے قابل تعظیم پیشرو سر الیگزینڈر کننگہم جنکی
 کتاب ”دی پھیلسہ ٹوبس“ سے مجھے اور سب
 چیزوں کے حالات معلوم ہوئے جو انہوں نے سترپہائے
 نمبر ۲ و ۳ سے برآمد کی تھیں۔ درم پروفیسر اے۔
 گروفرڈل جنکی تصنیف ”بڈھسٹ آرٹ ان انڈیا“
 سے اس مذہب کے علم الاضام کے مطالعہ میں قابل قدر
 امداد ملتی ہی۔ اور سم ورنسٹ سمن صاحب جنکی
 معرکہ الاراء تالیف ”آری ہسٹری آف انڈیا“ سے
 میں نے اس رہنما کے دوسرے باب کی تالیف میں
 دل کھول کر مدد لی ہے *

کوئی رہنما ہر شخص کی ضرورت کو پورا نہیں
 کرسکتا۔ اور مجھے اس امر کا احساس ہی کہ یہ کتاب
 بھی بعض اصحاب کو طولانی اور بعض کو بہت مختصر
 معلوم ہوگی۔ لیکن میں نے بفحوالے ”خیر الامر
 ارسطھا“ میانہ روی کو پیش نظر رکھا ہے اور اس بات
 کا فیصلہ کہ مجھے اپنے ارادے میں کہاں تک کامیابی
 حاصل ہوئی ہے ناظرین خود فرما سکتے ہیں۔ ان اصحاب
 کے واسطے جو ان عمارتوں کے حالات بالتفصیل مطالعہ
 کرنا چاہتے ہیں در اور کتابیں طیار ہو رہی ہیں۔ ان

و غریب خیالات کے اظہار کے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہی کہ راجہ اشوک بادشاہ پیداسی سے ' جسکا ذکر " منادات " میں آیا ہی ' بہت بعد میں گذرا ہی ' اور بودھ مذہب اور عیسائی مذہب قریب قریب ہم عہد ہیں ' اور گوتم بدھ کی تلقین زیادہ تر زرتشتی اصول پر مبنی ہی - ایسی صورت میں اگر سانچہ کی سیر کرنے والے وہاں کی عمارات اور ان مذہبی قصص کے متعلق جو ان عمارات پر منبہ ہیں ' غلط رائے قائم کر آئے ہوں تو کوئی تعجب کی بات نہیں ہی •

عمدہ اور قابل اعتماد مضامین میں ' جنکی تعداد بہت ہی قلیل ہی ' موسیو فرشے کی مختصر تقریر جو انہوں نے موزی گرائے میں سانچہ کے " مشرقی دروازہ " پر کی تھی ' بلاشبہ سب میں اعلیٰ ہی - دروازوں کی تصاویر اور منبت کاری کے جو حالات میں قلمبند کئے ہیں وہ زیادہ تر موسیو فرشے کی شاندار تقریر اور ان بیش قیمت یادداشتوں پر مبنی ہیں جو فاضل مدرس نے سانچہ کی دیگر مذہبی تصاویر کی تشریح کے متعلق لکھ کر مجھے ازراہ کرم عنایت کی تھیں -

کیا گیا تھا اس نے اٹنا میں حضور مدبرہ نے ہمیشہ
 دلچسپی اور ہمدردی کا اظہار فرمایا اور مجھے ہمیشہ
 عنایات خسروانہ سے سرفروزی بخشی • مجھے یقین ہی
 کہ جو زمانہ میں نے سانس میں بسر کیا ہی وہ میری
 زندگی کا بہترین زمانہ تھا •

جان مارشل

{ کلمرگ - کشمیر
 یکم اگست سنہ ۱۹۱۷ء }

میں سے ایک توان مررتوں اور قدیم اشیاء کی باتصویر
 فہرست ہوگی جو عجائب خانے میں رکھی
 جائیگی، دوسری ایک مفصل اور ضخیم تالیف ہے
 جس میں ان خوبصورت نقش و نگار والی عمارات پر
 شرح و بسط کے ساتھ بحث کی جائیگی اور تصاویر
 بھی شامل کی جائیگی۔ خوش قسمتی سے فرانس
 کے دو مشہور فضلاء، موسیر۔ اے۔ فرشہ اور موسیر۔
 ای۔ سنارت نے اس مجلد کی تالیف میں اپنی
 ہرکت منظور کر لی ہے۔ چنانچہ یہ کتاب انگریزی
 اور فرانسیسی دونوں زبانوں میں شایع ہوگی، سو ۱۰۰ سے
 زیادہ عکسی تصاویر اس میں شامل ہونگی اور
 سانچی کے علم الاصنام اور کتابوں کے متعلق دونوں فرانسیسی
 محقق مفصل مضامین لکھینگے •

علیا حضرت فرمانروائے ریاست بھوپال نے سانچی
 کے آثار قدیمہ کی تحقیق و تحفظ سے جو احسان
 مستشرقین اور قدردانان صنعت ہند پر کیا ہے اس کا
 تذکرہ کتاب کے تہدیہ میں کیا جا چکا ہے۔ خود میری
 ذات پر علیا حضرت کا بار احسان اور زیادہ ہے، کیونکہ
 ان آثار کی تحقیق و ترمیم کا کام جو میرے سپرد

فهرست مضامین

صفحه

باب ۱ — جغرافیائی حالات ۱۵ تا ۲۳

سانچی کی پہاڑی - ۱۸ ، قدیم و جدید

رستے - ۲۰ ، پہاڑی کی چوٹی اور

فصیل - ۲۱

باب ۲ — تاریخ اور صنعت ۲۵ تا ۶۹

عصر قدیم - ۲۶ ، آشوک موریا - ۲۹ ، عہد

شنگا - ۳۱ ، عہد اندھرا - ۳۵ ، خاندان

شہرات - ۴۰ ، مغربی شکرپ - ۴۱ ، قرون

وسطی کا ابتدائی دور - ۴۳ ، شہنشاہی

خاندان گپتا - ۴۳ ، بدھ گپتا اور بہانر

گپتا - ۴۵ ، عہد گپتا - ۴۵ ، عہد گپتا کی

صنعت - ۴۹ ، اہل ہن - ۵۱ ، اواخر

دور وسطی - ۵۳ ، مہر بوج والے

قلعے - ۵۵ ، مالوہ کا پرمار خاندان - ۵۶ ،

انہلواڑہ کا چالوکی خاندان - ۵۷ ، اواخر

قرون وسطی کی صنعت - ۵۷ ، سانچی

پرمانہ حال - ۵۹

مجسمہ - ۱۶۲ ' ستونہ کلاں کی
مرمت - ۱۶۵ ' ستونہ کلاں کے گرد سنگی
فرش اور مشرقی محافظ دیوار - ۱۶۸ '

باب ۵ - وسطی رقبہ کے اور ستونے . . . ۱۷۰ تا ۱۸۳

ستونہ نمبر ۳ - ۱۷۰ ' ستونہ نمبر ۳ کا منقش
پہاڑک - ۱۷۳ ' ستونہ نمبر ۴ - ۱۷۵ ' ستونہ
نمبر ۶ - ۱۷۶ ' ستونہ ہائے نمبر ۵ و ۷
وغیرہ - ۱۷۷ ' ستونہ نمبر ۱۲ - ۱۷۸ ' ستونہ
نمبر ۱۳ - ۱۸۰ ' ستونہ ۲۸ نمبر ۲۹ - ۱۸۲

باب ۶ - وسطی رقبہ کے ستون اور لائیں . . . ۱۸۳ تا ۲۰۱

آشوت کی لائے - ۱۸۳ ' ستون نمبر ۲۵ - ۱۹۲ '
ستون نمبر ۲۶ - ۱۹۳ ' ستون نمبر ۳۵ - ۱۹۶ '
ستون نمبر ۳۴ - ۲۰۰ '

باب ۷ - وسطی رقبہ کے مندر . . . ۲۰۲ تا ۲۲۱

مندر نمبر ۱۸ - ۲۰۲ ' اس مقام کی قدیم
عمارات - ۲۰۷ ' مندر نمبر ۱۷ - ۲۱۱ '
مندر نمبر ۹ - ۲۱۴ ' مندر نمبر ۳۱ - ۲۱۵ '
ناگی کا مجسمہ - ۲۱۷ ' وسطی اور شرقی
رقبہ کے درمیان پہلے کی دیوار - ۲۱۸ '
عمارات نمبر ۱۹ و ۲۱ و ۲۳ اور سوک
نمبر ۲۰ - ۲۱۹ '

باب ۸ - جنوبی رقبہ . . . ۲۲۲ تا ۲۳۹

مندر نمبر ۳۰ - ۲۲۲ ' عمارت نمبر ۸ - ۲۳۰ '
خاتقاہیں - ۲۳۲ ' خاتقاہ نمبر ۳۶ - ۲۳۳ '

صفحہ

بَاب ۳ — ستونہ کلان ۸۱ تا ۷۰

ستونہ کلان کی عبارت - آسانی کیفیت اور
تاریخ - ۷۱ ، مدد اشوک کا خشتی
ستونہ - ۷۲ ، سنگی غلاف کا اضافہ - ۷۳ ،
ہرمیکی کٹھڑ اور چھتری - ۷۶ ، فرضی
کٹھڑ - ۷۷ ، مدد گیلٹا کے کتب - ۷۸ ، پردکھنا یا
طواف گاہ - ۸۰ ، زینہ اور چھوترے کے
کٹھڑے - ۸۰

بَاب ۴ — ستونہ کلان کے منقش پھاٹک وغیرہ - ۸۲ تا ۱۶۹

پھاٹکوں کی تاریخی ترتیب اور کیفیت - ۸۲ ،
کتب - ۸۸ ، اشکال و مناظر کی
تعبیر - ۸۸ ، ایسی تصویریں جو کئی
جگہ کندہ ہیں - ۸۹ ، بدھ کی زندگی
کے چار اہم واقعات - ۹۰ ، پکھیا - ۹۴ ،
حیوان و طیر - ۹۵ ، پھول پتی کا
کام - ۹۷ ، جنوبی پھاٹک - ۱۰۰ ، سنگی
شہتیر - ۱۰۱ ، ہائیں جانب کا ستون - ۱۰۷ ،
شمالی پھاٹک - ۱۱۱ ، سنگی شہتیر - ۱۱۱ ،
ہایان ستون - ۱۱۹ ، ہایان ستون - ۱۲۵ ،
مشرقی پھاٹک - ۱۲۹ ، سنگی شہتیر - ۱۲۹ ،
دایان ستون - ۱۳۳ ، ہایان ستون - ۱۳۸ ،
مغربی پھاٹک - ۱۴۴ ، سنگی شہتیر - ۱۴۴ ،
دایان ستون - ۱۴۸ ، ہایان ستون - ۱۵۴ ،
مربعوں کی طرز ساخت اور صنعت - ۱۵۶ ،
پھاٹکوں کے صاف بدھ کے چار

فہرست تصاویر

مقابل صفحہ

پلیٹ نمبر
Plate

ستوپہ کلاس - منظر شمال مشرقی . سر رزق	۱	I
” - ارتفاع جنوبی ۷۳ . .	۲	II
” - شمالی پھاٹک ۸۳ . .	۳	III
” - مغربی پھاٹک - دائیں ستوں کا	۴	IV
منقش روزگار . . ۱۰۰		
(a) جنوبی پھاٹک - پشت - ’ درمیانی شہنیر	۵	V
پر چھدننا جالک کی تصویر . .		
(b) جنوبی پھاٹک - پشت - ’ زیریں شہنیر:—	”	
” جنگ تبرکات “ کا نظارہ . ۱۰۶		
(a) جنوبی پھاٹک - بائیں ستوں -	۶	VI
اندرونی رخ:— بودھی ستوں کے بالوں		
کی پرستش		
(b) شمالی پھاٹک - دائیں ستوں -		
اندرونی رخ:— بندر کا نگرانہ . .		
(c) مشرقی پھاٹک - بائیں ستوں - روزگار:—		
بدھہ کا پانی پر چلنا		

خانقاہ نمبر ۳۷ - ۲۳۳ ' خانقاہ نمبر

۳۸ - ۲۳۵ ' عمارت نمبر ۳۲ - ۲۳۹ ' ۲۳۹

باب ۹ — مشرقی رقبہ ۲۳۷ تا ۲۹۱

مندر اور خانقاہ نمبر ۳۵ - ۲۳۷ ' قدیم مندر

اور خانقاہ - ۲۳۸ ' موجودہ مندر - ۲۴۱ ' ۲۴۱

مشرقی میدانوں کا نظارہ - ۲۵۳ ' خانقاہ

نمبر ۳۳ - ۲۵۵ ' خانقاہ نمبر ۳۹

۳۷ - ۲۵۶ ' عمارت نمبر ۳۹ - ۵۰

۳۲ - ۲۵۸ ' عمارت نمبر ۳۳ - ۲۹۰ ' ۲۹۰

باب ۱۰ — مقبرہ نمبر ۲ اور دیگر آثار . . . ۲۹۲ تا ۲۷۸

قدیم رستے کے نزدیک کھنڈرات - ۲۹۳ ' ۲۹۳

بڑا سنگی پیالہ - ۲۹۴ ' مقبرہ نمبر

۲ - ۲۹۴ ' مقبرہ نمبر ۲ کے قریب دیگر

آثار - ۲۷۵ ' سانچی کے نواح میں دلچسپی

کی اور چیزیں - ۲۷۹ ' ۲۷۹

ضمیمہ — بدھ کی زندگی کے مختصر حالات خصوصاً

جہاں تک انکا تعلق سانچی کی تصاویر

سے ہے - ۲۷۹ تا ۳۰۵ ' ۳۰۵

بعض صنعتی و عمارتی الفاظ کی فہرست (مترجم) ۳۰۷ تا ۳۱۷

رہنمائے سانچی

باب اول

جغرافیائی حالات

بھیلے سے دس بارہ میل کے فاصلے پر ستروپوں (۱) کے چلند مجموعہ ہیں جو ستروپائے بھیلے کے نام سے مشہور ہیں (۲) - ان میں سے ایک مجموعہ سناری کی پہاڑی

(۱) ستروپ کی ابتدا ان قدیم قبروں سے ہی جو خاک کے ذمہ کرچی توہوں یا تیلوں کی شکل میں بٹائی جاتی تھیں - ہر وہ مذہب کے پیروں عموماً ستروپوں میں مہاتما بدھ کے یا ہر وہ مذہب کے کسی بزرگ شخص کے سوختہ ”آثار“ دفن کرتے ہیں اور انکو مندر سمجھ کر انکی زیارت اور انکے گرد طواف کرتے ہیں یہ ستروپ بالکل ٹھوس ہوتے ہیں - برما میں ستروپ کو پگودا، جزیرہ میلون (لکا) میں آکھ اور نیپال میں چیتیا کہتے ہیں - سانچی کے نواح میں ستروپ کو بھٹا اور ستروپہ کلان کو ساس بھو کا بھٹا کہتے ہیں (مترجم) -

(۲) ان میں سے زیادہ اہم مجموعوں کا حال سر الیکزینڈر کننگھم نے اپنی کتاب ”بھیلے ٹریس“ میں لکھا ہے جس میں ریاست

پلیٹ نمبر
Plate

مقابل صفحہ

(d) مغربی پھاٹک - دایاں سٹون - رکار :- ۱۲۳ مہاکبھی جاتک		
(a) مشرقی پھاٹک - رکار - درمیانی شہنیر :- کپل رست سے مدھہ کی روانگی .	۷	VII
(b) مشرقی پھاٹک - رکار - زیریں شہنیر :- آشوک اور اسکی رانی کا بودھی درخت ۱۳۲ کی زیارت کو آنا		*
(a) مغربی پھاٹک - رکار - زیریں شہنیر :- چھہ دلتا جاتک .	۸	VIII
(b) مغربی پھاٹک - پغٹ - درمیانی شہنیر :- ” جنگ تبرکت “		
۱۳۹		
۱۷۲ سکویہ نمبر ۳ - منظر جنوبی و جنوب مغربی	۹	IX
(a) آشوک کی لٹھ ۷ شیر	۱۰	X
(b) رہ مجسمہ جو ستون نمبر ۳۵ کی چوٹی پر قائم تھا		
۱۸۹		
(a) مندر نمبر ۱۸ (b) مندر نمبر ۱۷	۱۱	XI
خانقاہ ۵۷ نمبر ۳۵ و ۳۷ اور سکویہ نمبر ۳ کا منظر (جنوب مشرق سے)	۱۲	XII
۲۴۷		
سکویہ نمبر ۲ - فرش کی کٹہرے کی تصویریں ۲۷۴	۱۳	XIII
۳۱۸	۱۴	XIV
سانچی کی عمارات کا سطحی نقشہ - پلیٹ ۱۴ کے بعد	۱۵	XV

یہ ہی کہ مشرقی مالوہ (قدیم آکر - آکرا) کا مشہور اور آباد پایہ تخت شہر ردیشا قدیم زمانے میں موجودہ قصبہ بھیلسہ کے قریب بیس اور بیتوا ندیوں کے مقام اتصال پر واقع تھا - اس شہر کے اندر اور اس کے گرد و نواح میں برہ مذہب کے پیروں کی ایک مرفہ الحال جماعت پیدا ہوئی جس کو قریبی پہاڑوں کی چوٹیوں پر خانقاہیں اور یادگاری عمارتیں تعمیر کرنے کیلئے باموقع اور دلکش مقامات نظر آئے - یہ مقامات شہر کے شور و غل سے محفوظ مگر آبادی سے اس قدر نزدیک تھے کہ لوگوں کو انکی سیر یا زیارت کا شوق دامنگیر ہوتا تھا برہ مذہب کی دیگر متبرک عمارات کے لئے عموماً ایسے مقامات منتخب کئے گئے تھے جنہیں بدھ کے قیام کا تقدس حاصل ہو چکا تھا ، مثلاً برہ گیا ، سار ناتھ ، کسیا وغیرہ ، اور دراصل وہ عمارات بھی بدھ کی زندگی کے کسی خاص واقعہ کی یادگار میں بنائی گئی تھیں - مثلاً برہ گیا میں گوتم کی حصول معرفت کی یادگار ہی ، سار ناتھ میں آسکے پہلے رُخ کی ، اور کسیا میں آسکی فرزان یعنی وفات کی - مگر سانچہ کو بدھ کی زندگی کے کسی واقعہ سے تعلق رکھنے کا فخر حاصل

پر واقع هي، دوسرا سَندھارا مين، تيسرا پيليا بهرحيدر
 مين اور چوٽا اندھير مين هي۔ پانچوان مجموعہ، جو
 دلچسپي اور وسعت ۽ لحاظ ۽ ان سب پر فائق هي،
 موضع سانچي (۱) پر گنه ديوان گنج رياست بهوپال مين
 بهيلسه ۽ سارھ پانچ ميل جنوب مغرب کي طرف
 واقع هي۔

بهيلسه ۽ نواح مين برده مذهب کي ان متعدد
 عمارات کا وجود محض اتفاقي بات نهين هي۔ حقيقت

[بقيه حاشيه صفحہ گذشتہ]

۽ اس حصہ کا نقشہ اور چند سقرين ۽ متعلق کنگم صاحب
 کي تحقيق و تفقيش کا مفصل حال درج هي۔

(۱) عرض بلد ' 28°-28 شمال ' طول بلد ' 48°-77 مشرق

مين واقع هي۔ سانچي کا چھوٽا سائيشن، جي۔ آگي۔ پي۔

ريلوے لائن پر پہاڙي ۽ دامن ۽ قريباً تين سو گز ۽ فاصلہ پر
 واقع هي۔ فرسٽ اور سيکنڊ کلاس ۽ مسافروں ۽ لڳ ڀڳ منيجر
 صاحب (ببئي) کي منظوري ۽ ڌاک اور اڪسپريس گاڏياں يهاں
 ٽھرائي جاسکتي هين۔ پہاڙي ۽ دامن مين رياست ۽ ايلھ
 خرشنا ڌاک بنگلہ بنوا ديا هي۔ مگر جو مسافر يهاں قيام کرنا چاهين
 اپنا بستر همراہ لائين اور خانسامان کو پيٽ ۽ اپني آمد کي اطلاع
 ڏين۔

مانند جو اسکے قریب ہیں ، اس پہاڑی کی ساخت بھی ریتیلے پتھر کی ہی جسکی بڑی بڑی چٹانیں تہ بہ تہ نیچے کی جانب ڈھلوان ہوتی چلی گئی ہیں (بوندہ مذہب کے معماروں کیلئے یہ چٹانیں پتھر کی عمدہ کہانیں ثابت ہوئیں اور مصالحہ عمارات کے قریب ہی سہولیت سے دستیاب ہو سکا) -

پہاڑی کی ناہموار سطح اور مختلف اللون پتھر رنگ اور ہیئت کا نہایت خوشنما منظر پیش نظر کرتے ہیں ، اور بیشمار خود رو درخت اور جنگلی نباتات جو چٹانوں کے ہر گوشہ و شکاف سے سر نکالے ہوئے ہیں اس نظارے کی رعنائی کو اور بھی دہرایا کرتی ہیں - پہاڑی کے پہلوؤں پر چاروں طرف خود رو جھاڑیوں کی افراط ہی ، خصوصاً جنوبی حصہ میں ، جہاں بلند سایہ دار چٹانیں آفتاب کی شعاعوں کو پہنچنے نہیں دیتیں ، نباتات کی اور بھی زیادہ بہتات ہی - اس حصہ میں گہرے سبز پتوں والے گہرنے کے سدا بہار درخت کثرت سے ہیں اور شروع موسم بہار میں ڈھال (جسکا نام انگریزی زبان میں flame of the forest یعنی ” شعلہ بیابان “ نہایت موزوں رکھا گیا ہی) کے بے شمار درخت اچے آتشیں پھولوں

نه تها اور بوده مذهب كي كتابون مين سانچي كا نام
 تڪ نظر نهين آتا - چيني سياح فاهيان اور هوان چوانگ ،
 جو چوتهي اور ساتوين صدي عيسوي مين هندوستان
 آئے ، بوده مذهب كے قديم مشهور مقامات كے متعلق
 بهت سا تاريخي مصالحه بهم پهنچائے هين ليكن سانچي
 كے بارے مين ره بالكل خاموش هين - مگر بارجود اس
 تاريخي گمنامي كے يه عجيب اتفاق هي كه سانچي كے
 آثار هندوستان مين بوده مذهب والرن كے فن تعمير
 كي سب سے زياده شاندار اور مكمل مثال هين -

جس پهاڙي پر سانچي كے آثار واقع هين اس مين
 نه تو كرلي قابل ذكر خصوصيت هي ، نه اسكي هيئٹ
 كذالي ايسي هي جو اسكو قريب كي پهاڙيون سے (جو
 جانب جنوب ر مغرب حلقه باندھے كهڙي هين) ممتاز
 كرسے - بلندي مين يه پهاڙي ۳۰۰ فिट سے بهي كچه
 كم هي اور شكل مين ريل مچھلي كي پشت سے مشابه
 هي - وسط مين ايڪ زين نما نشيب هي جس مين
سانچي كا گارن آباد هي - اسي گارن كے نام سے پهاڙي
 كا يه نام پڙا هي - ڪره بندھيا چل كي ارن شاخون كي

سانچي كي پهاڙي

جس زمانے میں شہر ردیشا آباد تھا، سالچی کا رستہ شمال مشرقی جانب سے تھا اور پورینیا تال (دیکھو پلیٹ ۱۴ - Plate XIV) کے شمالی کنارے کی طرف سے پہاڑی پر چڑھ کر چکنی گھاٹی میں سے ہوتا ہوا میدان مرتفع کے شمالی جانب مڑتا اور موجودہ دروازے سے قریباً پچاس گز مشرق کی طرف گذرتا تھا۔ اسکی ایک شاخ سطح مرتفع کے مشرقی ضلع کے وسط تک پہنچتی تھی۔ اس شاخ کا ایک ذرا سا حصہ حصار کی دیوار کے باہر اور قدیم شاہراہ کے در حصے چکنی گھاٹی میں اور فصیل کی شمالی دیوار کے قریب اب تک موجود ہیں۔ ان کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم رستے میں پتھر کی بڑی بڑی سلون کا فرش تھا جو قریباً بارہ بارہ فیٹ لمبی تھیں اور پہاڑ پر آبی جمالی گئی تھیں۔

پہاڑی کی سطح
چوٹی اور حصار کی
دیوار

یہ میدان مرتفع جو پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے، اور جہاں یہ رستے ختم ہوئے ہیں، شمالاً جنوباً چار سو (۴۰۰) گز سے کچھ زیادہ طویل اور شرقاً غرباً در سو بیس (۲۲۰) گز عریض ہے۔ ابتدا میں یہ میدان مشرق کی جانب بتدریج بلند ہوتا ہوا مندر نمبر ۴۵ (دیکھو نقشہ

کے خوشنما طُورن سے ”فِي الشَّجَرِ الْخَضِرِ نَارٌ“ کا جلوہ دکھاتے اور خاکستری رنگ کی عمارات سے، جو پہاڑی کی چوٹی پر راقع ہیں، مختلف اللون ہو کر بوقلمونی کا ایک عجیب دلفریب اور نگاہ کو خیرہ کر دین والا منظر پیش کرتے ہیں۔

قدیم و جدید رستہ
 بڑی سڑک جو پہاڑی کو گئی ہے، ریلوے سٹیشن سے شروع ہو کر ایک چٹیل ڈھال سے گذرتی ہوئی گاؤں کی طرف جاتی اور ایک چھوٹے سے تالاب کے قریب، جس کا بند بہت پرانا ہے، دائیں جانب مڑتی ہے۔ تالاب کے پاس سے گذرتی ہوئی یہ سڑک قریباً اسی (۸۰) گز جانب جنوب جا کر اس مرتفع رقبہ کے شمال مغربی گوشے میں داخل ہوتی ہے جس پر قدیم آثار و عمارات راقع ہیں۔ تالاب سے قلعہ کوہ تک سڑک پر پتھر کی سلن کا فرش ہے اور سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ یہ تمام سڑک جدید ہے اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے سنہ ۱۸۸۳ء میں میجر کول (Cole) نے اس کو بنوایا تھا اور بعد ازاں سنہ ۱۹۱۵ء میں راقم الحروف نے وسیع پیمانے پر اس کی مرمت کرائی۔

تفصیلی حالات لکھنے میں ہم پہلے ستوپہ کلان اور اُن عمارات کا بیان کریں گے جو ستوپہ مذکور کے گرد واقع ہیں۔ اول ستوپوں کا ذکر ہوگا، پھر ستونوں کا اور اخیر میں مندرجہ کی کیفیت بیان ہوگی۔ اس کے بعد ہم ناظرین کو در مندرجہ (نمبر ۴۰ و نمبر ۸) اور تین خانقاہوں (نمبر ۳۶ - نمبر ۳۷ و نمبر ۳۸) کی سیر کرائیں گے جو ستوپہ کلان کے جنوب میں واقع ہیں، اور اخیر میں مشرق کی جانب بلند طبقہ پر ان عمارات کا معائنہ کریں گے جن پر نقشے میں نمبر ۴۳ سے نمبر ۵۰ تک کے نشان ثبت ہیں (۱)۔ مگر ان عمارتوں کے

(۱) پلیٹ ۱۵ (Plate XV) پر عمارات کا نقشہ دیکھنے سے معلوم ہوگا کہ نمبر دہے میں کسی خاص قاعدے یا ترتیب کا لحاظ نہیں رکھا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ستوپوں پر نمبر دالنے میں مصنفین نے عموماً جنرل کننگھم کے نقشے کا اتباع کیا ہے جو سنہ ۱۸۵۴ء میں شائع ہوا تھا۔ اس نقشے سے اختلاف کرنے میں چونکہ تکلیف اور مغالطہ کا اندیشہ تھا اس لئے سوائے اہلک استثناء کے میز جنرل کننگھم کے نمبروں کو قائم رکھا ہے۔ اور جو آثار میں نے خود دریافت کئے ہیں اور کو پیشتر کی عمارات سے ممیز کرنے میں اس ترکیب سے نمبر دئے ہیں کہ پہلا سلسلہ نشانات حتی الامکان قائم رہا ہے۔ جس استثناء کا اور

پلیٹ ۱۵ - Plate XV) کی کرسی کے قریب اپنے نقطۂ ارتفاع پر پہنچتا تھا جہاں سے نیچے کے میدانوں کی طرف قریباً تین سو فٹ کی بالکل کھڑی دھلان ہے۔ آگے چل کر ہم بیان کریں گے کہ اس میدان مرتفع کے مختلف طبقے کس طرح معرض وجود میں آئے اور پشتے کی دیوار، جو ان کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہے، کس وقت تعمیر ہوئی۔

حصار کی سنگی دیوار جو میدان مرتفع کو گھیرے ہوئے ہے غالباً گیارہویں یا بارہویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی تھی مگر سنہ ۱۸۸۳ء میں اور اس کے بعد سنہ ۱۹۱۴ء میں اس کی کثرت سے مرمت ہوئی۔ فاصلے کے پیشتر حصہ کی بنیاد چٹان پر قائم ہے مگر شرقی دیوار کا ایک حصہ عہد وسطی کے کمندرات کے اردو سے گذرتا ہے۔ موجودہ دروازہ، جو فصیل کے شمال مغربی گوشے میں واقع ہے، میجر کول کا بنوایا ہوا ہے۔ قدیم دروازہ غالباً اس سے ذرا فاصلے پر مشرق کی جانب تھا جہاں سے قدیم رستہ فصیل کی تعمیر سے قبل گذرتا تھا۔

پہاڑی کی چوٹی پر جو عمارات واقع ہیں ان کے

باب ۲

تاریخ اور صنعت

سانچی کی تاریخ اشوک کے عہد حکومت یعنی تیسری صدی قبل مسیح سے شروع ہو کر چودہ سو (۱۴۰۰) سال کے عرصے پر پھیلی ہوئی ہے اور ہندوستان میں بودھ مذہب کے عروج و زوال کی تاریخ سے قریب قریب ہم عہد ہے۔ مشرقی مالوہ کے ان چودہ سو (۱۴۰۰) برس کے سیاسی واقعات کے متعلق ہماری معلومات نہایت محدود ہیں اور ان میں بھی بہت سی باتیں مشتبہ ہیں۔ تاہم ان کی مدد سے ہم حکمران خاندانوں کی بڑی بڑی تبدیلیوں اور ان مذہبی تحریکوں کا حال معلوم کر سکتے ہیں جن سے یہ حصہ ملک اثر پذیر ہوا اور جن کا عکس ان تغیرات میں نمایاں ہے جو التزاماً اُس زمانے کی عمارات کے طرز آرائش و تعمیر میں پیدا ہوئے۔

اس غرض سے کہ یہ تاریخی واقعات اور ان کے اثر جو سانچی کے طرز تعمیر اور فن سنگتراشی پر پڑے،

مفصل حالات قلمبند کرنیسے پیشتر سالچی کی زمانہ ماضی و حال کی تاریخ اور ان آثار کی صنعتی خوبیوں کے متعلق کچھ لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے ۔

[بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ]

ذکر آیا ہے وہ قدیم زمانے کا ایک مندر ہے جس پر نقشے میں نمبر ۸ دیا گیا ہے ۔ جنرل کننگہم کے نقشے میں سٹوپہ نمبر ۳ کے شمال میں ایک اور سٹوپہ نمبر ۸ نظر آتا ہے ۔ لیکن موقعہ پر اس قسم کی کسی عمارت کا وجود نہیں اور نہ مسٹر ٹامسن اور جنرل میسی کے نقشوں میں اس کا پتہ چلتا ہے ۔ جنرل میسی نے (جو سنہ ۱۸۵۱ء میں کننگہم صاحب کے ساتھ سالچی میں مقیم تھے اور ان کے نقشے کے نمبروں کا پورا تتبع کرتے ہیں) عمارت نمبر ۸ کو سٹوپہ کلان کے شمال کی بجائے جنوب میں اوس جگہ دکھایا ہے جہاں اب ایک قدیم مندر کی سنگی بنیاد برآمد ہوئی ہے ۔ کننگہم صاحب نے اپنے نقشے میں اس جگہ کوئی عمارت نہیں دکھائی ۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جنرل کننگہم نے (جن کا نقشہ دیگر اعتبارات سے بھی صحیح نہیں ہے) عمارت نمبر ۸ کو غلطی سے مرکزی مجموعہ کے جنوب میں دکھانے کی بجائے شمال میں دکھا دیا ہے ۔

کیا گیا ہی اور قیاس یہ ہی کہ غالباً یہی مقام فی زمانہ سانچی کے نام سے مشہور ہی - تاریخ مذکور میں لکھا ہی کہ اشوک زمانہ ولیعہدی میں ایک دفعہ آجین کا رائسرائے ہو کر جا رہا تھا - رستے میں اُس نے شہرِ ریشا میں قیام کیا اور وہاں کے ایک مہاجن کی بیٹی دیوی نامی سے شادی کی - اس رانی سے اشوک کے تین بچے ہوئے ، آجینی اور مہندر نام دو لڑکے اور سنگھا مترا نامی ایک لڑکی - اسی تاریخ میں بیان کیا گیا ہی کہ اشوک کے تخت نشین ہونے کے بعد ، غالباً اُس کے ایماء سے داعیانِ بودھ مذہب کی ایک جماعت شہزادہ مہندر کی سیادت میں سیلورن بھیجی گئی - سیلورن کا سفر شروع کرنے سے پہلے مہندر شہرِ ریشا کے قریب موضع چنیا کُری میں اپنی والدہ سے ملنے آیا اور ایک شاندار خانقاہ میں فرزند ہو کر رانی نے خود تعمیر کروائی تھی -

اب اگر مہندر کا یہ قصہ ، جو سنگھالی تاریخ میں مذکور ہی صحیح مان لیا جائے تو چھتیا کُری اور سانچی کو ایک ہی مقام سمجھنا قرینِ عقل معلوم ہوتا ہی ، کیونکہ سانچی ہی میں اشوک نے اپنے

بآساني ذهن نشين ٿو ڄاڻين ھم ۽ سانچي کي تاريخ کي ٽين زمانون ۾ تقسيم ڪيا ھي ۔

دور اول — عہد اشوک سے شروع ٿو ڪر سنہ ۴۰۰ عيسوي تک ڄاتا ھي يعني قريباً اوس زمانے تک جبکہ چندر گپٽ ٽاڻي ۽ سلطنت شترپ کا خاتمه ڪيا ۔

دور ٽاڻي — خاندان گپٽا کي ابتدا سے شهنشاه ھرش کي وفات تک ھي جو سنہ ۶۴۷ع مين واقع ٿوئي ۔

دور ٽالٽ — اواخر ٽورن رُسطی سے شروع ٿو ڪر ٻارھين صدي عيسوي ۽ اخير مين ختم ٿو ٿا ھي ۔

دور اول يا عصر قديم

سانچي کا قديم نام ڪاڪ ناھ (لفظي معنيٰ ۔ ” ڪوے کي آراز “) ھي ۔ مگر ٻه نام صرف ڪتبون ھي مين پايا ڄاتا ھي اور ڪسي قديم مصنف ۽ اس کا ذڪر ٺھين ڪيا ۔

ليڪن جزيرہ سيلون کي ٻوڏ مذهب کي تاريخ مھارنس مين ايڪ مقام چيتا ڪري ۽ نام سے بيان

اشوک نے غالباً اوائل عمر ہی میں برہم مذہب اشوک موریا اختیار کر لیا تھا اور اپنے عہد حکومت (سنہ ۲۷۳ تا سنہ ۲۳۲ قبل مسیح) کے آخری تیس ۳۰ سال میں اُس نے اپنے قریب قریب غیر محدود اختیارات کو اپنی وسیع سلطنت کے طول و عرض میں ، جس میں سوائے احاطہ مدارس کے سارا ہندوستان شامل تھا ، برہم مذہب کی اشاعت میں صرف کیا اور مصر اور البانیہ جیسے دور دراز ممالک میں بھی اپنے مشنری تبلیغ مذہب کی غرض سے بھیجے (۱) - حقیقت میں اس عظیم الشان شہنشاہ کی شہرت کا دار و مدار اُس مخلصانہ اور جوشیلی سرپرستی پر ہی جو برہم مذہب کی حمایت میں اس نے ظاہر کی اور اس لئے ہمیں تعجب نہ کرنا چاہئے کہ اشوک نے عہد کی اکثر عمارتیں اور یادگاریں ، جن کے آثار اب تک محفوظ ہیں ، برہم مذہب ہی سے تعلق رکھتی ہیں (۲) - ان آثار میں ہندوستان کی

-
- (۱) اعتراف کیا گیا ہے کہ جس مذہب کی اشاعت اشوک نے نمایندوں نے کی وہ برہم مذہب تھا یا نہیں - اکثر فضلاء کی رائے ہے کہ بلاشبہ برہم مذہب ہی کی تبلیغ کی گئی تھی -
- (۲) یہ یادگاریں حسب ذیل ہیں :- (۱) منادات شاہی جو اشوک کی قلمرو کے تمام حصوں میں ، ہندوستان کی شمال مغربی

مذاہبات والي لائق اور اور يادگارين تعمير ڪررائي ٿي
 اور اس نواح ميں صرف سانچي هي ايلڪ ايسي جڳهه
 هي جہان عهدِ موريا کي عمارات ۽ آثار پائے جاتے هيں۔
 مگر بدقسمتي سے اس قصے ۽ متعلق ايڪ اور روايت
 بهي هي جس سے پايا جاتا هي کہ مہندر اشوک کا
 بيٺا نہيں بلکہ بھائي ٿيا اور رديشا سے اس کا ڪوئي
 تعلق نہ ٿيا۔ ان مختلف روايات کي بنا پر مہارٽس
 ۽ قصے سے سانچي ۽ قديم آثار کي اصل ر ابتدا ۽
 متعلق ڪرڻي نتيجہ نڪالنا ظاهراً خطرے سے خالي نہيں
 هي۔

بهر حال مہندر کا يہ قصہ خواءِ صحيح هو يا غلط ليکن
 (جيسا کہ ہم ابھي بيان ڪرڻگے) اس بات کي ڪافي
 شہادت موجود هي کہ سانچي ميں پيرران بودھ مذہب
 اول اول اشوک ۽ زمانے ميں آباد هوئے۔ اور اس شہنشاہ
 کي تعمير کي هوئي يادگارن سے بهي صاف ظاہر هوتا
 هي کہ سانچي کي شنگھا (۔ مذھبي منڊلي) سے
 اشوک ڪر خاص دلچسپي رھي اور اوسکي بھبود کي اُس
 ڪر خاص رعایت منظور ٿي۔

”مواجہت“ (۱) کے ظاہری اصول نے اُن کے تخیل کو پا بہ زنجیر کر رکھا تھا، اور ”ذہنی“ یا ”حافظہ کی تصویر“ کی جگہ ابھی مشاہدے نے نہیں لی تھی۔

اشوک کی وفات (سنہ ۲۳۲ قبل مسیح) کے بعد عہد شنکا سلطنت موریا کا شیرازہ بہت جلد بکھر گیا۔ مرکزی طاقت میں ضعف آ گیا اور دُور دُور کے صوبے خود مختار ہو گئے۔ آخر کار سنہ ۱۸۵ قبل مسیح کے قریب مگدھ کی سلطنت خاندان شنکا میں منتقل ہو گئی۔ اس خاندان کے متعلق ہماری معلومات کا دائرہ نہایت ہی محدود ہی۔ پشیا متر، جو اس خاندان کا بانی ہی، سلسلہ موریا کے آخری تاجدار برہی ہدرتہ کو قتل کر کے تخت پر متمکن ہوا تھا اور کالیداس کے نائک ”مالوہ کا اگنی متر“ سے ظاہر ہوتا ہی کہ

(۱) ”Frontality“ - اس لفظ کا اطلاق ان قدیم مجسموں کی صنعت پر ہوتا ہے جن میں رسمی طریق ساخت کی اس سختی سے پابندی کی گئی ہے کہ حرکت کا نام و نشان تک نہیں پایا جاتا۔ اور اگر سر، ناک، سینہ اور رازہ کی ہڈی سے ہوتا ہوا ایک سیدھا خط ناف تک لے جائیں تو ہر ایک مجسمے کے دو پرے پرے مساری حصے ہو جائیں۔ (مترجم)۔

سنگتراشی کے عروج و کمال کے بہترین نمونے ملتے ہیں -
 لیکن وہ خاص آثار جن کا حاشیہ پائین میں ذکر کیا گیا
 ہے، نیز سانچی کا سترن جسر شاہی فرمان منبت
 ہے، دراصل ہندی طرز کے نہیں بلکہ مخلوط ایرانی
 یونانی وضع کے ہیں اور یہ بارور کرنیکے لئے کافی وجہ
 موجود ہیں کہ وہ سب کے سب غیر ملکی اور غالباً
 باختری صناعتوں کے بنائے ہوئے ہیں * اشوک کے زمانے میں
 ہندوستان کی سنگتراشی نہایت ابتدائی حالت میں
 تھی - سنگتراش ایک وقت میں تصویر کی صرف ایک
 حالت ہی دکھانے پر قادر ہوتے تھے، ”مقابلہ“ یا

[سلسلہ فوٹ نورٹ صفحہ گذشتہ]

سرحد سے لے کر میسرور تک، ستونوں یا چٹانوں پر کندہ ہیں -
 (۲) سارناتھ، سانچی، اور اور مقامات میں خشتی ستوپے - (۳) پٹنہ
 عظیم آباد میں ستوندار ہال کے کھنڈر - یہ ہال غالباً شاہی محل
 کا ایک حصہ تھا اور بظاہر ایران کے آخمنی محلات کی وضع پر
 بنایا گیا تھا - (۴) کوہ برابر (سرہہ بہار) میں غار نما مندر جو
 اشوک یا اوسکے جانشینوں نے آجیوک فرقہ کے سنیاسیوں کے لئے پہاڑ میں
 کھدوائے تھے - (۵) سارناتھ میں ایک عال پتھر کا چھوٹا سا کٹہرہ
 (۶) بردھ گیا کے مندر کے اندرونی حصے کا نخست اور (۷) سارناتھ
 اور سانچی میں پتھر کی چھتریوں کے چند ٹکڑے -

ان عمارات میں اور عہد شنکا کے دیگر آثار میں سنگ تراشی کا جو کام پایا جاتا ہی وہ فن کی آئندہ ترقی کے لئے بہت امید افزا معلوم ہوتا ہی اگرچہ اپنی موجودہ حیثیت میں وہ اسی ابتدائی اور غیر مکمل حالت میں ہی جو چھٹی صدی قبل مسیح کے

[سلسلہ فزٹ نرٹ صفحہ گذشتہ]

قریب موجود ہی۔ یہ پتھر کا ایک ستون ہی جس کا تاج جمشیدی وضع کا ہی۔ تاج کے اوپر کسی زمانے میں گروڑ کا مجسمہ بنا ہوا تھا جو اب ضائع ہو چکا ہی۔ اس ستون پر ایک کتبہ بھی کندہ ہی جس میں تحریر ہی کہ یہ ستون ہیلوڈورس (Heliodoros) نامی ایک یونانی نے، جو داین (Dion) کا بیٹا تھا، واسدیو (یعنی وشو) کے نام پر نصب کروایا تھا۔ یہ یونانی شاہ اینٹی الکیدس (Antialeidas) فرمانروائے ٹیکسلہ کی طرف سے راجہ کاشی پتر بھاگبدر کے پاس شہر ودیشا میں بطور سفیر آیا تھا اور راجہ بھاگبدر کے چودھویں سال جلوس میں ودیشا پہنچا تھا۔ ممکن ہی کہ یہ راجہ وہی بھدریا بھدرک ہو جس کو پرانون میں پشیا منتر کا جانشین لکھا گیا ہی۔

یہ کتبہ چند وجوہ سے خاص اہمیت رکھتا ہی اول تو اس سے یہ ثابت ہوتا ہی کہ ہیلوڈورس جو یونانی نژاد تھا، ہندی مذہب اختیار کر چکا تھا۔ دوسرے اس سے اس میل جول کی بھی شہادت ملتی ہی جو ارسوتس یعنی دوسری صدی قبل مسیح میں ہندوستان کے اس حصے کے حکمرانوں اور پنجاب کی یونانی حکومتوں کے درمیان قائم ہو رہا تھا۔

پُشیا مَتر کے عہد حکومت میں اُس کا بیٹا اگنی مَتر قلمرو کے مغربی حصے میں، جس کا پایہ تخت رَدیشا تھا، باپ کی طرف سے بطور رائسرائے حکومت کیا کرتا۔ زمانہ مابعد کے مصنفین نے لکھا ہی کہ پُشیا مَتر نے برونہ مذہب کی تخریب لی۔ لیکن ارسکے جانشینوں نے اس مذہب کے ساتھ ضرور رعایت برتی ہوگی کیونکہ بھرہوت کے ستوپے کے دروازے پر جو کتبہ ہی اُس میں لکھا ہی کہ ستوپہ مذکور ”ملوک شنگا کے زمانے میں“ تعمیر ہوا تھا۔ علاوہ برہن سانچی کی حسب ذیل مہتم بالشان عمارتیں بھی غالباً اسی خاندان کے عہد حکومت کی یادگار ہیں :-

(۱) ستوپہ کلان کا فرشی کٹھورہ اور پتھر کی غلافی چٹائی - (یہ ستوپہ اصل میں بہت چھوٹا اور ایڈٹ کا بنا ہوا تھا) -

(۲) ستوپہ ہالے نمبر ۲ و ۳ کی اصل عمارات اور کٹھورے (باسٹنٹائے دروازہ ستوپہ نمبر ۳) - اور

(۳) سترن نمبر ۲۵ (۱) -

(۱) عہد شنگا کی ایک اور دلچسپ یادگار سانچی سے پانچ میل کے فاصلے پر قدیم شہر رَدیشا کی حدود میں موضع بیس نگر کے

کو غیر ملکی تعلیم نے اس کو ایک حد تک فیض پہنچایا ہو اور اسمین بیداری بھی پیدا کی ہو تاہم ہندی صنعت کو غیر ملکی صنعت کی نقل نہیں کہہ سکتے۔ اس کے مستقلانہ قومی حیثیت رکھنے کا ثبوت اس واقعہ سے ملتا ہے کہ اس نے سرزمین ہند میں درجہ بدرجہ نشوونما پائی اور باقاعدہ ترقی کی ہے اور اسمین آرائشی حسن کی وہ عجیب و غریب خصوصیت بھی موجود ہے جو ہندی صنعت میں شروع سے آخر تک نمایاں رہی ہے۔

خاندان شنگا کی حکومت ایک صدی سے کچھ عہد اندھرا زیادہ یعنی سنہ ۷۰ قبل مسیح تک رہی۔ لیکن یہ امر ابھی فیصلہ طلب ہے کہ ان کے بعد عنان حکومت خاندان کانوا کے قبضہ تصرف میں آئی یا اہل اندھرا کے ہاتھ میں۔ جغوی اور مغربی ہندوستان میں اہل اندھرا نے زمانہ دراز سے اپنا تسلط جما رکھا تھا اور یہ (صحیح طور سے) معلوم ہے کہ آغاز سنہ عیسوی سے کم از کم بیس تیس سال پیشتر انہوں نے مشرقی مالوہ کو اپنی سلطنت میں شامل کر لیا تھا * اس خاندان کے عہد حکومت میں ہندوستان کا

آغاز میں یونانی سنگتراشی کی تھی - ”مواجهت“
 اور ”ذہنی تصویر“ کا ناگوار اثر برابر نمایاں ہی
 مثبت کاری میں گہرائی بہت ہی کم ہی، تصویروں
 کے انداز ہمدے اور بے لہجہ ہیں اور وہ ایسی معلوم
 ہوتی ہیں کہ گویا سادہ زمین پر سلہٹ (Silhouettes)
 یعنی خائے سے کھینچ لئے گئے ہیں جن کے باہم مربوط
 کرنیکی کوشش بھی بہت کم کی گئی ہے -
 لیکن (جب ہم اس زمانے کی صنعت کو ایک دوسرے
 نقطہ نگاہ سے دیکھتے ہیں تو) تصویروں کے نمایاں
 حصوں اور اندرونی جزئیات کے دکھانے میں اس دور
 میں بہت کچھ ترقی نظر آتی ہے اور اس کے علاوہ
 اور بھی بہت سی باتیں ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے
 کہ صناعتوں نے مناظر قدرت کا بلا واسطہ مشاہدہ شروع
 کر دیا تھا - سانچے، بھرہوت، اور بوندہ گیا میں
 عہد شنکا کی صنعت سنگتراشی کے جو نمونے پائے
 جاتے ہیں ان میں کسی کسی سے اس کا بھی پتہ
 چلتا ہے کہ بھرہوتی، اور خصوصاً یونانی، خیالات
 اس وقت پنجاب کی یونانی نوآبادیوں کے ذریعہ سے
 ہندوستان پر کیا اثر ڈال رہے تھے - لیکن ان نمونوں کی
 صنعت اپنی اصل وضع کے لحاظ سے سراسر ملکی ہے، اور

حاصل ہوئے ہیں اور جن سے پایا جاتا ہے کہ دوسری صدی قبل مسیح میں مشرقی مالوہ، اہل اندھرا کے ماتحت نہیں بلکہ شنکا خاندان کے زیرِ نگیں تھا۔ علامہ اڑین مذکورہ بالا رائے کی تردید ہندوستان کی قدیم سنگتراشی کی تاریخ سے بھی ہوتی ہے جو گذشتہ چند سال کے عرصے میں نہایت مستحکم اصول پر مرتب ہو چکی ہے۔ پس اس امر کو گریا یقینی سمجھ لینا چاہیئے کہ جس راجہ کا کتبہ میں ذکر ہے وہ زمانہ مابعد کے اُن شاتکرنیوں میں سے ہے جن کے نام پُرانوں کی فہرستوں میں درج ہیں۔ اور یہ خیال شاید کچھ ایسا غلط نہ ہوگا کہ اس راجہ کا عہد حکومت پہلی صدی قبل مسیح کے وسط یا نصف ثانی میں ہوا ہے۔

اس زمانے کے فن تعمیر کی بہترین یادگار سانچی کے منقش پھاٹک ہیں۔ ستوپہ نمبر ۲ کے فرش کی کٹھرے اور ستوپہ کلان کے جنوبی پھاٹک کی تعمیر میں (جو اور سب پھاٹکوں سے قدیم ہے) بظاہر قیس چالیس سال سے زیادہ کا تفاوت نہیں ہے۔ لیکن اس قلیل عرصے میں مذہب کاری کی صنعت میں جو ترقی ہوئی ہے وہ نہایت حیرت انگیز ہے :

ابتدائی فن سنگتراشی معراج کمال کو پہنچ گیا اور سانچی کی بہترین عمارات یعنی ستونہ نمبر ۳ کا تنہا دروازہ اور ستونہ کلان کے چاروں دروازے اسی زمانے میں تعمیر ہوئے۔ یہ پانچوں پہاٹک ایک دوسرے سے دس دس بیس بیس سال کے تفارت سے بنائے گئے ہونگے۔

ستونہ کلان کے جنوبی پہاٹک پر جو سب سے قدیم ہی ایک کتبہ کندہ ہی - اسمین تحریر ہی کہ پہاٹک مذکور کا ایک شہنیر آئند نامی معمار نے بطور ہدیہ نذر کیا تھا جو آندھرا خاندان کے راجہ سری شاتکرنی کے معماروں کی جماعت کا سردار تھا - افسوس ہی کہ شاتکرنی کا لقب اس خاندان کے بہت سے راجاؤں نے اختیار کیا تھا اور اسلئے قطعی طور پر یہ کہنا بہت مشکل ہی کہ کتبہ میں جس شاتکرنی کا ذکر ہی ، وہ کونسا راجہ تھا - اب آٹک محققین اسکو عموماً وہی شاتکرنی سمجھتے رہے ہیں جو دسری صدی قبل مسیح کے واسط میں بر سر حکومت تھا اور جس کا نام نانا گہات اور ہاتھی گمپھا کے کتبوں میں مذکور ہی - لیکن یہ رائے اُن معلومات کے متناقض ہی جو ہمیں مشرقی مالوہ کی تاریخ کے متعلق حال میں

یہ ثبوت یہ ہی کہ پہاڑوں کی منبت کاری میں بہت سے آرایشی نمونے غیر ملکی موجود ہیں :- مثلاً ایرانی طرز کے جرس نما تاج ستون ، آئوری وضع کا پھول پتی کا کام ، اور مغربی ایشیا کے خیالی پر دار درندے ۔ اس کے علاوہ بعض پیکروں میں مخلوط یونانی شامی صنعت کا اثر بھی نمایاں ہے : مثلاً مشرقی پہاڑ کی تصویریں میں کوہستانی سواروں کی خاص وضع ، بعض اشکال کا حسن تناسب اور انکا متوازن طریق ساخت ، اور روشنی اور سایے کی ترتیب سے مرقع میں رنگین تصویر کا سا انداز پیدا کرنا ، یہ سب باتیں یونانی شامی صنعت کے اثر پر دال ہیں ۔

لیکن اگرچہ مغربی صنعت نے ابتدائی ہندی صنعت کے ارتقاء میں بہت بڑا حصہ لیا ، ہمیں اس مغربی اثر کا اندازہ کرنے میں مبالغہ سے کام نہیں لینا چاہئے ۔ ہندوستان کے قدیم صنعتوں نے غیر ممالک کی صنعتوں سے مستفیض ہونے میں پوری پوری آمادگی دکھائی ہے جو صحیح المذاق اہل فن کا خاصہ ہے ، تاہم ارنہم کام کو ایرانی یا یونانی کہنا حقیقت سے اتنا ہی بعید ہوگا ، جتنا کہ سینٹ پال کے کرجے کی موجودہ عمارت

پہانگنوں کے آرائشی کام میں وہ خامی اور بہدا پن کمتر ہی جو ستویہ نمبر ۲ کے کٹہرے میں خصوصیت کے ساتھ نمایاں ہی، اور گو ان کے نقش و تصاویر میں ترتیب اور صناعی کے مختلف نمونے ہیں تاہم عام طور پر ان کا صنعتی معیار بہت اعلیٰ ہی اور وہ صرفاً ان تجربہ کار صنعتوں کے کمال کا نمونہ ہیں جو ابتدائی زمانے کی ”ذہنی تصویر“ کی بندشوں سے آزاد ہو کر اشکال کو غیر مصنوعی اور بے تکلف انداز میں دکھانے پر قادر تھے، اور یہ مہارت حاصل کر چکے تھے کہ مرقعوں میں مختلف صورتیں فطرتی اور پُر اثر پیرایے میں کسطرح ترتیب دی جاتی ہیں، تصویر نمین عمق کیسے دکھاتے اور فاصلہ کا اظہار کسطرح کرتے ہیں، پیکروں میں جذبات کی رنج کیونکر پہونکی جاتی ہی اور مختصر یہ کہ اچے مطلب اور مقصود کا اظہار نہایت صحت کے ساتھ اور دلکش پیرایے میں کیونکر کر سکتے ہیں۔

یونانی اور مغربی ایشیا کی صنعت نے جتنا اثر عہدِ سنگا میں قدیم ہندی صنعت پر ڈالا تھا، اُس سے کہیں زیادہ اور گہرا اثر عہدِ اندھرا میں ڈالا۔ اس کا

عیسوی کے اختتام کے قریب چند عشرات کیلئے خاندان شہرات نے منقطع کر دیا تھا مگر سنہ ۱۲۵ عیسوی کے قریب گرتھی پتر سری شاکونی کی کرششوں سے دوبارہ عنان حکومت خاندان اندھرا کے قبضے میں آ گئی اور چوتھالی صدی تک انکی سلطنت قائم رہی۔ آخر کار سنہ ۱۵۰ عیسوی کے قریب شترپ اعظم ردرا دامن نے خاندان اندھرا کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیا اور سانچی اور ودیشا چہارم صدی عیسوی کے اختتام تک (جبکہ مالوہ اور سوراشٹر دونوں صوبے سلطنت گپتا میں شامل کر لئے گئے) مغربی شترپوں کے زیر نگین رہے (۱)۔

مغربی ہند کے شترپ، جن میں خاندان شہرات اور مابعد کے شترپ شامل ہیں، ہندی الاصل نہ تھے اور جیسا کہ ان کے لقب (۲) سے ظاہر ہوتا ہے کسی بڑی

(۱) مفصلہ ذیل شترپ راجاؤں کے ستم سانچی میں دستیاب ہوئے ہیں: — رچے سین، ردرا سین ثانی، رشواسنہا، بھرتی دامن، رشواسین، ردرا سنہا ثانی، ردرا سین ثالث۔

(۲) شترپ (یونانی *σατράπης* - شتراپیز) سے ہندوستان اور ایران میں نائب شہنشاہ مراد لیجاتی تھی۔ مہاشترپ (یا مرزبان اعظم) کا لقب عموماً وہ نائب اختیار کیا کرتا جو اس وقت

کو اطالوی کہنا - اہل ہند کی صنعت کا فن سراسر قومی فن تھا ، اُسکی بنیاد قوم کے جذبات اور اعتقادات پر قائم تھی ، وہ قوم کے روحانی عقاید کی تفسیر ہونے کے علاوہ مذاظر قدرت کے ساتھ اہل ہند کی گہری اور فطری دلچسپی کا اظہار کمال فصاحت کے ساتھ کرتا تھا ، وہ تصنع اور خیال پرستی دونوں سے آزاد تھا ، اور اُس کا مقصد یہ تھا کہ مذہب کی عظمت و شان کا وضاحت کے ساتھ اظہار کیا جائے - اس مطلب کے لئے جو پیرایہ اختیار کیا گیا ، وہ عہد وسطی کی ہندی صنعت کا پیرایہ نہ تھا جس میں تمام کوشش روحانی خیالات کو مجسم کرنے پر صرف کی گئی تھی بلکہ بخلاف اُسے اس دور قدیم میں برہہ یا جین مذہب کی کہانی سنگتراش کے ” آہنی قلم “ نے نہایت سادہ اور مطلب خیز پیرایے میں بیان کی تھی ، اور یہ اسی سادگی اور خلوص کا جلوہ ہے کہ ہم اُن لوگوں کے کام سے اُنکے دلی جذبات کا صحیح صحیح اندازہ کر سکتے ہیں اور اتنا زمانہ گذر جانے کے بعد اب بھی اُسکا اثر محسوس کرتے ہیں -

اہل آندھرا کے سلسلہ حکومت کو غالباً اول صدی

خاندان شہرا

سانچی میں بھی ویسا ہی فروغ حاصل تھا ، جیسا اونکے
 شہنشاہوں یعنی کشانی فرمانرواؤں کے ماتحت سلطنت کے
 اور حصوں میں - ہاں یہ سچ ہی کہ جس صنعت نے
 اس دور میں ہندو مذہب کی ترجمانی کی وہ نسبتاً
 بہت پست حالت میں تھی (۱) -

عہد گپتا یا قرون وسطی کا ابتدائی دور

دور گپت کے عہد حکومت میں سلطنت گپتا نے
 اس سرعت سے وسعت پائی کہ چہارم صدی عیسوی کے

شہنشاہی خاندان
 گپتا

(۱) متھرا کا فن سنگتراشی جو عہد کشان و عہد شہرپ میں رائج
 ہوا اصل میں ہندوستان کی قدیم صنعت اور شمال مغرب کے
 نیم یونانی طرز کا مجموعہ تھا اور ان قریبی تعلقات کی وجہ سے
 جو متھرا کے ، پہلے ٹیکسلہ کے سیٹھی پارٹھیائی بادشاہوں کے ساتھ ،
 اور بعد ازاں سلاطین کشان کے ساتھ رہے ، ٹیکسلہ کی نیم یونانی
 صنعت نے متھرا کی صنعت پر بہت اثر ڈالا - مگر افسوس ہی کہ
 اس یونانی صنعت کی جوڑ و متھرا میں آئی وہ کافی طاقتور نہ تھی
 اور گو اول اول اوس نے ملکی صنعت کی قدیم روایات کو کمزور کر کے
 اُسکی آئندہ ترقی کو روک دیا لیکن جدید حالات گرد و پیش میں
 وہ اپنی انفرادی حیثیت بھی قائم نہ رکھ سکی - دوسرے الفاظ
 میں یوں کہا چاہئے کہ سانچی میں تو مغربی فن کے اثر نے ہندی

سلطنت کے باج گزار کی حیثیت رکھتے تھے - یہ بڑی سلطنت پہلے تو شمالی ہند کے سیتھی پارٹیائی سلاطین کی تھی اور بعد میں کشان بادشاہوں کی رہی - لیکن مشرقی مالوہ کی تاریخ میں یہ شترپ ہمیں سلطنت کشان کے قیام و استحکام سے قبل نظر نہیں آتے - سانچی کے آثار قدیمہ میں اہل کشان کی ”شہنشاہی“ حکومت (اور شتریوں کے باہمی تعلقات) کا پتہ صرف ان معدودے چند مجسموں سے ملتا ہے جو کشانی طرز کے مطابق بنے ہوئے ہیں اور متھرا سے یہاں لائے گئے تھے - (ان میں سے ایک مجسمہ پر ”شاہ راسشک“ کے عہد حکومت کا ایک کتبہ بھی سنہ ۲۸ کا کندہ ہے) - لیکن مقامی صناعوں کی بذائی ہوئی بہت سی عمارتیں موجود ہیں جو عہد شترپ سے تعلق رکھتی اور ہمارے اس خیال کی تصدیق کرتی ہیں کہ شتریوں کے عہد حکومت میں بڑھ مذهب کو

[سلسلہ فوٹ نوٹ صفحہ گذشتہ]

برسرِ آیالت ہوتا اور اس کا ولی عہد شترپ کہلاتا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ مغربی ہندوستان کے شترپ عموماً شا کا کے لقب سے مشہور تھے -

سنہ ۴۱۳ عیسوی میں چندر گپت ثانی کی وفات کے بعد کمار گپت تخت نشین ہوا اور اس کے بعد سنہ ۴۵۵ ع میں سکند گپت نے عنان حکومت سنبھالی۔ سکند گپت کے عہد سلطنت کے اختتام (سنہ ۴۸۰ ع) کے قریب سفید ہنوں کا تَدَی دل لشکر مملکت گپتا پر حملہ آور ہوا، اور مغربی جانب قلمرو کے بیشتر حصے پر قابض ہو گیا۔ لیکن مشرقی مالوہ سکند گپت کے جانشین بدھ گپت کے عہد تک سلطنت گپتا ہی میں شامل رہا، کہیں سنہ ۵۰۰ عیسوی کے قریب جا کر ایک مقامی سردار بہانو گپت کے قبضے میں آیا اور اس سے بھی دس سال بعد ہنوں کے بادشاہ نورمان کا باج گزار بنا (۱)۔

[سلسلہ نوٹ نوٹ صفحہ گذشتہ]

غاروں میں موجود ہیں۔ انہیں سے ایک کتبہ کی تاریخ سنہ ۴۰۱ ع کے مطابق ہی اور اس میں کسی باجگذار راجہ کا کوئی ہدیہ یا نذر پیش کرنے کا ذکر ہی۔ دوسرے کتبہ میں لکھا ہی کہ اس غار کو چندر گپت کے وزیر نے کھدوایا تھا جو بادشاہ کے ہمراہ اسوقت یہاں آیا تھا جبکہ وہ (بادشاہ) تمام دنیا کو فتح کرنے کی دھن میں لگا ہوا تھا۔

(۱) بدھ گپت نے جو سکے جاری کئے وہ گپتا بادشاہوں کے نقرئی مسکوکات کی نقل ہیں بہانو گپت کا کوئی سکہ اسوقت

بدھ گپت اور
بہانو گپت

ارسط ہی میں شترپوں کی مملکت سے ہم سرحد ہو گئی۔ لیکن مالوہ کا حقیقی الحاق جو چوتھی صدی کے اخیر میں ہوا چندر گپت ثانی کی سعی بازو کا نتیجہ تھا۔ اس شہنشاہ کے طبل فتم کی صدا اب تک ارس کتبہ میں سنائی دیتی ہی جو ستویہ کلان کے کٹہرے پر کندہ ہی اور سنہ ۹۳ گپتائی (مطابق سنہ ۴۱۳ - ۴۱۲ عیسوی) میں ثبت ہوا تھا۔ اس کتبہ میں لکھا ہی کہ چندر گپت کے ایک سردار امر کار دوا نامی نے جو غالباً ایک عالی مرتبہ عہدہ دار تھا بڑی خانقاہ (کاٹھاد بوت) کے مندر کی آریہ سنگت (یعنی معتقدین کی جماعت) کو بربد فقیروں یا بھکشوؤں کے کھانے کھلانے اور روشنی کرنیکے لئے بہت سا زر نقد اور ایک موضع 'جسکا نام یہور اسکا تھا' عطا کیا (۱)۔

[سلسلہ نوٹ نرت صفحہ گذشتہ]

صنعت میں ایک نئی روح بھونکدی، لیکن مٹھرا میں اُس نے بچائی ترقی کے ملائی صنعت میں جنود پیدا کر دیا اور مٹھرا کی صنعت گویا اس نو وارد سے معانقہ کرنے میں اپنی ہسلی کھو بیٹھی۔

(۱) اس بات کی شہادت کہ گپتا بادشاہوں کی سلطنت میں ویشا شامل تھا چندر گپت ثانی کے عہد حکومت کے در کتبوں سے ملتی ہی جو سانچی سے چار میل کے فصل پر کرہ اوردھہ کری کے

کی ساسانی سلطنت کے ساتھ ہندوستان کا ربط ضبط بہت بڑھا ہوا تھا اور ملک چین اور سلطنت روم کے ساتھ بھی تعلقات تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ وحشی اقوام کے مصیبت خیز حملے اس انقلاب کا باعث ہوئے ہوں کیونکہ شمالی ہندوستان نے زمانہ دراز تک سینھی، پارتھائی، اور کشانی بادشاہوں کے ہاتھوں طرح طرح کی تکالیف برداشت کی تھیں۔ بہر حال اسباب خواہ کچھ بھی ہوں، اسمین شک نہیں کہ اس نئی دماغی ترقی کے نقایح نہایت نمایاں تھے اور انکا اثر دور تک پہنچا:— سیاسیات میں ”شہنشاہیت“ کا خیال، جر عہد سرریا کے بعد مردہ ہو چکا تھا، پھر زندہ ہوا اور بہت جلد ایک ایسی مستحکم اور عظیم الشان سلطنت قائم ہو گئی جس کی حدود میں دریائے نرپدا تک تمام شمالی ہند شامل تھا۔ مذہبی دنیا میں اس نئی بیداری کا اظہار برہمنوں کے مذہب کے دوبارہ عروج حاصل کرنے اور ساتھ ہی سنسکرت کے، اچھوتوں کے مقدس زبان ہونیکے، ملک میں عمن طور پر رواج پانے اور ترقی کرنے کی صورت میں نظر آتا ہی۔ اسی زمانے میں ہندوستان کے ”شیکسپیر“ کالیداس

عہد گپتا

گپتا خاندان کی حکومت دیرھ سو سال سے کچھ ہی زیادہ رہی ہوگی لیکن اکثر امور کے لحاظ سے یہ قلیل مدت ہندوستان کی تاریخ کا نہایت روشن اور شاندار زمانہ ہی - اس دور میں اہل ہند کے خیالات اور ذکاوت میں خاص بیداری پیدا ہوئی اور دماغی مشاغل کا ایسا چرچا رہا کہ اُسکی نظیر ہندوستان اب تک پیش نہیں کر سکا - لیکن جس طرح ہم یہ نہیں بتا سکتے کہ یونان کے ”دور زرین“ یا اٹلی کی ”نشاۃ الثانیہ“ میں اسی قسم کی جو ترقیاں ہوئیں اور انکے اسباب کیا تھے، اسی طرح اس زمانے میں بھی اہل ہند کے خیالات میں من حیث القوم جو فوری نشور نما ہوئی اُسکے صحیح صحیح اسباب کا بتلانا آسان نہیں ہی - ممکن ہی کہ بیرونی تمدن و تہذیب نے یہ اثر پیدا کیا ہو کیونکہ اُسوقت ایران

[سلسلہ فوٹ نوٹ صفحہ گذشتہ]

تک دستیاب نہیں ہوا اور اُس کا ذکر صرف ایک کتبہ میں پایا جاتا ہے جو سنہ ۵۱۱ - ۵۱۰ ع کا ثبت شدہ ہے - اس کتبہ میں لکھا ہے کہ ایک سردار گوبراج نامی ایک مشہور لوہائی میں بہانو گپت کے پہلو میں لڑتا ہوا مارا گیا - ممکن ہے کہ یہ وہی لوہائی ہو جس میں بدعہ گپت نے تورمان سے شکست کھائی

تعمیر و سنگتراشی آٹھ سو سال قبل کی یونانی صنعت
یا ہزار سال بعد کے اطالوی کمال کی یاد دلانی ہی -

ہم پہلے ذکر کرچکے ہیں کہ قدیم ہندی صنعت
کی اصلی خصوصیت یہ تھی کہ تصاویر کو سادگی
کے ساتھ فطرتی حالت کے مطابق پیش کیا جاتا تھا -
عہد گپتا میں جب علم و فنون کو ترقی ہوئی تو
اس خصوصیت پر عقل سلیم نے نیا غازہ چڑھایا اور
صنعت زیادہ اُن بان والی اور ساختہ پرداختہ نظر
آنے لگی ، جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ حسنِ سادہ
کی دلفریبی جو قدیم صنعت میں تھی وہ توجہ جاتی
رہی لیکن اُسکی بجائے جو خصوصیات پیدا ہوئیں
اُنہوں نے ذہن رسا اور ذوق سلیم دونوں کو ضرر متاثر
کیا : مثلاً (عمارت یا تصویر کے) مختلف اجزا کا
توازن و تناسب ، اور عمارتی ضروریات کے لحاظ سے اونکی
موزونیت ، آرائشی کام میں اعتدال کی اضافت ،
اور جزئیات کا خوبی کے ساتھ دکھانا ، یہ سب باتیں
ذوق سلیم کا پتہ دیتی ہیں - علامہ ازیں عبد گپتا کی
صنعت ایک اور بات میں بھی قرونِ ماغیہ کی صنعت
سے اہم اختلاف رکھتی ہی اور یہ کہ ابتدائی
صنعت میں تو ” صورت گری “ کو فقط مذہبی

کے غیر فاني قدامے (۱) اور نیز دیگر مشہور ناٹک لکھ گئے، پرانوں کی آخری تدوین اور منو کے قوانین کی موجودہ ترتیب بھی اسی زمانے میں عمل میں آئی، اور علوم ریاضی و ہیئت منہائے کمال کو پہنچے۔
 نظر بدین راقعات عہد گپتا ہندی دل و دماغ کے لئے ایک جدید بیداری اور صحیح معنوں میں ”نشأۃ الثانیہ“ کا زمانہ تھا۔ اور اس جدید ترقی کا پرتو ہمیں اسوقت کی صنعت تعمیر و پیکر سازی میں بھی ویسا ہی نمایاں نظر آتا ہی جیسا علوم و فنون کے دیگر شعبوں میں۔ حقیقت یہ ہی کہ عہد گپتا کی صنعت تعمیر و سنگتراشی کو ہندوستانی فنون لطیفہ کی تاریخ میں جو ایسی ممتاز حیثیت حاصل ہی آسکی وجہ یہی ہی کہ اس میں ذہن انسانی کی اعلیٰ صفات (یعنی حسن کا صحیح امتیاز اور تخیل کی معقولیت) پائی جاتی ہیں اور انہیں صفات کی وجہ سے اس عہد کی

(۱) پِدیہا (یعنی بھیلہ) کے نواح سے کلیداس ضرور واقف

ہوگا اور ممکن ہی کہ اس کے قداموں کے بعض حصے سانچي کے آثار کو دیکھنے کے بعد لکھ گئے ہوں۔

پچھلے نصف حصے میں سلطنت گپتا زوال پذیر ہو کر مشرقی ہند کی ایک معمولی سی ریاست رہ گئی تھی۔

قریباً در نسلوں کے زمانے تک شمالی ہند قوم ہن کے اہل ہن آہنیں پنچے میں گرفتار رہا۔ آخر کار سنہ ۵۲۸ عیسوی میں بالادیس اور یسودھرم نے تورمان کے ظالم و سفاک جانشین مہرگل کو (جس نے اپنی سفاکیوں کی بدولت تاریخ میں ”اطیلائے ہند“ (۱) کا لقب حاصل کیا ہے) شکست پر شکست دیکر اہل ہن کی سلطنت کو زیر و زبر کر دیا۔

ہن کی تباہی کے بعد ذرا سکون کا زمانہ آیا اور وحشیوں کے مظالم سے نجات پا کر ملک کی حالت سنبھلنے لگی۔ اس دور میں جو ساتویں صدی عیسوی کے آغاز تک رہا، شمالی ہند میں کڑی ایسی ”بڑی سلطنت“ نہ تھی جو تمام چھوٹی چھوٹی ریاستوں کو اپنے ماتحت جمع کر سکتی اور خود یہ

(۱) اٹیل (Attila) - آسٹریا، ہنگری وغیرہ وسطی ملک یورپ کا بادشاہ (سنہ ۴۴۳ ع تا سنہ ۴۵۳ ع) - یہ بادشاہ بھی ہن قوم سے تھا اور اس نے سلطنت روم کو بہت سی شکستیں دیں (مترجم)۔

تاریخ اور افسانوں کے بیان کرنیکا ایک مفید ذریعہ خیال کیا گیا تھا، لیکن عہد گپتا میں صنعت اور تخیل میں قریبی رشتہ قائم ہو گیا اور سنگتراش اور مصور صورت اور رنگ کی عبارت میں اپنے روحانی خیالات اور فطری جذبات کو وضاحت کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ چنانچہ بدھ کے جو مجسم اس زمانے میں بنائے گئے ان میں صفات متعارفہ کے علاوہ حالت استغراق (دھیان) کے سکون اور اطمینان کو اس خوبی سے دکھایا گیا ہے کہ وہ دنیا کی صنعت میں ہندوستان کے بہترین کارناموں میں شمار ہوتے ہیں۔

ہندوستان کی یہ ”نشأة الثانیہ“ سلطنت گپتا کے زوال کے ساتھ ہی ختم نہیں ہوئی اور نہ اس کا اثر سلطنت مذکور کی جغرافی حدود تک محدود رہا بلکہ ہندوستان کے بعید المسافت صوبوں کے علاوہ درواز بیرونی ممالک تک بھی جا پہنچا اور جو قوت اس نے چوتھی اور پانچویں صدی عیسوی میں حاصل کی تھی وہ ساتویں صدی کے اخیر تک قائم رہی۔ ہندی ”نشأة الثانیہ“ کا یہ تین سو سال کا عرصہ (یعنی قریباً سنہ ۳۵۰ ع سے سنہ ۶۵۰ ع تک کا زمانہ) تاریخ میں عہد گپتا کے نام سے مشہور ہے، اگرچہ اس دور کے

تخت نشینی سے ۱۰۵ سال کے اندر ایک عظیم الشان سلطنت قائم کر کے (جو وسعت میں سلطنت گپتا کے برابر تھی) ۳۵۰ سال تک اس اگرا لیزی اور شان و شوکت کے ساتھ حکومت کی کہ سلطنت گپتا کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا ۔

چھٹی اور ساتویں صدی عیسوی کی صنعت کے نمونے جو سانچی میں ہیں وہ زیادہ تر متفرق مورتیں ہیں جنکے مفصل حالات عجائب خانہ زیر تعمیر کی تکمیل کے بعد ایک علیحدہ فہرست میں قلمبند کئے جائینگے (۱) - ان میں بھی حالت استغراق کے قدرسی سکون کی وہی شان پائی جاتی ہے جو چوتھی اور پانچویں صدی کے مجسموں کی خصوصیت تھی لیکن متعارفہ حسن ساخت جسکے قائم رکھنے کے لئے پہلے زمانے کے ماہرین فن اہتمام بلیغ کیا کرتے ، ان نمونوں میں نادر الوجود ہی ۔ اور اگرچہ مورتیں خوبصورت اور خوش ادا ہیں لیکن جدت کا فقدان اور تصنع صاف عیاں ہے ۔

(۱) اب عجائب خانہ مکمل ہو چکا ہے اور جو مورتیں وغیرہ اس میں رکھی ہیں ان کی مفصل فہرست بھی مترجم ہوا ہے شایع کر دی ہے ۔ (مترجم)

ریاستیں مصائبِ ماضیہ کی وجہ سے اسقدر کمزور ہو گئی تھیں کہ انہیں سے کسی کوشہنشاہی اقتدار حاصل کرنے کی ہوس پیدا نہ ہوئی (۱)۔

اس سیاسی انحطاط نے گپتا کی تہذیب کے اعلیٰ مقاصد کو کسی قدر کمزور تو ضرور کیا لیکن اب تک اہل ملک نے دل و دماغ پر اُن کا اثر بہت قوی اور گہرا تھا اور علوم و فنون و ادبیات میں برابر اُنکا اظہار ہو رہا تھا۔ کمی تھی تو صرف ایک قوی اور فیاض سلطنت کی جو اپنے زیر سایہ اُن کو پھر پرے طور سے سرسبز اور بار آور ہونے میں مدد دیتی - شمالی ہندوستان میں اِس کمی کو راجہ ہرش رائلہ تھانیسر (سنہ ۶۰۶ء تا سنہ ۶۴۷ء) نے پورا کیا (۲) اور اپنی

(۱) ممکن ہی کہ سنہ ۵۵۰ء کے قریب سانچی کا لاجپور میں کی سلطنت میں شامل ہو۔ اس خاندان کے ایک راجہ کرشن راج نامی کے سکے پھیلے میں دستیاب ہوئے ہیں (دیکھو آرکیالاجیکل سروے کی سالانہ رپورٹ باب ۱۴ سنہ ۱۹۱۳-۱۴ حصہ دوم صفحہ ۲۱۴)

(۲) اس وقت مشرقی مالوہ زمانہ مابعد کے شاہان گپتا کے زیر نگین تھا جن میں دیوگپت اور مادھوگپت بہت مشہور ہیں۔ دیوگپت کو ہرش نے پڑے بھائی راجیا وردھن نے قتل کیا اور مادھوگپت ' راجہ ہرش کا باجگزار بن گیا۔

محسوس نہیں ہوئی جو قومی دشمن کا مقابلہ کرتی ،
 کثیرالتعداد چھوٹی چھوٹی ریاستوں نے بھی کبھی آپس
 میں اتحاد پیدا کرنے کی کوشش نہ کی ، اور باستانا
 ایک بادشاہ نے کوئی ایسا حکمران نہوا جو قرب و جوار
 کے راجاؤں کو اپنا مطیع و منقاد کرتا - حقیقت میں
 یہ زمانہ جمود کا زمانہ تھا اور ملک کی تمام قوت خانہ
 جنگیوں میں صرف دھڑھکی تھی - اس وقت کے مذہبی
 اعتقادات اور صنعت میں بھی اس سیاسی کمزوری کا
 عکس صاف صاف نظر آتا ہی -

جہاں تک ہمیں معلوم ہی (ان پانچ صدیوں
 میں) صرف مہارہوج والئی قنوج ہی ایسا راجہ تھا جو
 زمانے کے رنگ سے الگ ہو کر اپنے ہم عصر والیان ریاست
 پر فوق لے گیا - سنہ ۸۴۰ع اور سنہ ۸۹۰ع کے درمیان اس
 بادشاہ نے ایک وسیع سلطنت قائم کی جس کی
 حدود ایک طرف دریائے ستلج اور دوسری طرف صوبہ
 بہار سے ملتی ہوئی تھیں - راجہ مہندر پال اور راجہ
 ہوج ثانی نے (جو مہارہوج کے بعد تخت پر بیٹھے)
 اس نئی سلطنت کے شیرازے کو بکھرنے نہ دیا اور
 نویں صدی عیسوی کے آخر میں مشرقی مالوہ بھی
 جو آسروقت پرمار خاندان کے زیر نگین تھا ، اس

مہارہوج والئی
 قنوج

غارِ ہالے آجئنا میں جو رنگین تصویریں بنی ہوئی
 ہیں اُن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ اِس زمانے
 کا فن 'نقاشی' بمقابلہ 'سنگتراشی' کے بہت بلند
 پایہ تھا اور آرائشی کاموں میں غالباً زیادہ تر رنگین تصاویر
 ہی کا استعمال ہوتا تھا۔ افسوس ہی کہ سانچی کی
 خانقاہوں اور مندروں سے اُن رنگین تصویروں کے نشان
 بالکل محو ہو چکے ہیں جو کسی زمانے میں آرائش
 کیلئے اُنکی در و دیوار پر بنائی گئی تھیں اور صرف
 وہی اشخاص جو آجئنا کی شاندار تصاویر کو دیکھ
 چکے ہیں، اندازہ کر سکتے ہیں کہ ایامِ سلف میں
 سانچی کی عمارات موجودہ حالت سے کس قدر
 مختلف ہونگی۔

اواخرِ دورِ وسطی

سنہ ۵۲۸ء سے 'جب کہ اہل ہن نے شکست پائی
 سنہ ۱۰۲۳ء تک جو سلطان محمود غزنوی کے پنجاب پر
 حملہ کرنیکا زمانہ ہی 'شمالی ہندو بیرونی حملہ آوروں
 سے بالکل محفوظ رہا اور اس اثنا میں جو ترقی یا
 انحطاط ملک میں ہوا اُس کے ذمہ دار خود اہل ملک
 ہیں۔ ان پانچ صدیوں میں مرکزی سلطنت کی ضرورت

عیسوی میں انہلوارہ کے چالوکی راجارن کے قبضے میں آگیا (۱) -

انہلوارہ کا چالوکی
خاندان

اس زمانے سے بعد کی تاریخ اس موقع پر لکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سانچھی کی کڑی شاندار عمارت جو بوندہ مذہب سے تعلق رکھتی ہو، بارہویں صدی سے بعد کی بنی ہوئی نہیں ہے۔ غالب گمان یہ ہے کہ بوندہ مذہب جو پہلے ہی بہت کچھ ہندو مذہب میں جذب ہو چکا تھا، اس صدی کے قریب وسط ہند سے بالکل معدوم ہو گیا۔

اواخر قرون وسطیٰ
کی صنعت

سانچھی میں اس آخری زمانے کے فن عمارت و سنگتراشی کی بہت سی مثالیں پائی جاتی ہیں، چنانچہ جو عمارات مشرقی رقبہ مرتفع پر واقع ہیں اور جن پر نقشے میں ۴۳ سے ۵۰ تک نمبر دیے ہوئے ہیں وہ سب کی سب اسی زمانے کی یادگار ہیں۔ انکے علاوہ بے شمار مورتیں اور منبت کاری کے نمونے،

(۱) ممکن ہے کہ مالوہ کچھ عرصے کے لئے پھر پرماروں کے قبضے میں آگیا ہو۔ اتنا قطعی طور پر معلوم ہے کہ یہ صوبہ راجہ دیویال (سنہ ۱۲۱۷ء تا سنہ ۱۲۴۰ء) والد دھار کے قبضے میں رہا۔

سلطنت میں شامل کر لیا گیا - لیکن دسویں صدی
 کے ابتدائی عشرات میں قنوج کے پرتھویارن کی قوت
 بسرعت زائل ہونے لگی

مالوہ کا پرمارخاندان اور قیاس یہ ہی کہ جب راجہ مَنج (سنہ ۹۷۳ء تا
 ۹۹۵ء) نے عنان حکومت ہاتھ میں لی تو مشرقی مالوہ
 خون مختار ہو چکا تھا اور اس زمانے میں وسط
 ہند کی سب سے مقتدر ریاست وہی شمار ہوتی تھی -
 راجہ مَنج اور اُس کا مشہور بھتیجا راجہ بہرج، جس
 نے مالوہ میں سنہ ۱۰۱۸ء سے سنہ ۱۰۶۰ء تک حکومت
 کی، علوم و فنون کے فرائض حوصلہ سر پرست اور خود
 بھی اعلیٰ پایے کے مصنف تھے - راجہ بہرج کی ایک
 مشہور یادگار شہر بہریال کے جنوب مشرق میں بہرجپور
 کی جھیل تھی جو شاید اس راجہ کے نام کو زمانے تک
 زندہ رکھتی مگر پندرہویں صدی عیسوی میں ایک
 اسلامی بادشاہ کے حکم سے اُسکو خشک کروا دیا گیا -
 راجہ بہرج کی آنکھ بند ہوتے ہی (قریباً سنہ ۱۰۶۰ء)
 پرمارن کی حکومت کمزور پڑ گئی اور اگرچہ دھار میں
 وہ کچھ دنوں تک حنمراں رہے لیکن مالوہ بارہویں صدی

زرر سے قابو میں رکھا تھا ، لیکن اس زمانے میں وہ قابو میں نہ رہا اور آرائش کا استعمال جا رہیجا ہونے لگا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اجزا کا باہمی اتصال اور موزونیت مفقود ہوگئی ، کدہ کاری کا زور اور لوچ جاتا رہا ، اور مذہبی مجسمے محض بیجان اور سب ایک ہی نمونے کی نقل نظر آنے لگے ، گویا وہ پتھر کے پتلمے تھے جن میں نہ اعضاء کا تناسب تھا نہ روحانیت کی جھلک ۔

سانچہ بزمائے حال

تیرھویں صدی عیسوی کے بعد سانچہ ویران و غیر آباد ہوگئی ۔ شہر رندیشا اس سے بہت پہلے عہد گپتا ہی میں تباہ ہوچکا تھا اور اوسکی جگہ بھیلہ (اصلی نام - بھیلہرامن) آباد ہوگیا تھا ۔ اس نئے شہر کا ذکر اسلامی بادشاہوں کی تاریخ میں بار بار آتا ہے چنانچہ انکی فتوحات کے دوران میں یہ شہر تین بار لٹا اور چوتھی مرتبہ عہد عالمگیری میں اسکے مندر بھی مسمار کئے گئے (۱) ۔ لیکن سانچہ کے آثار ، باوجودیکہ

(۱) فاضل مصنف نے اس بیان کی تائید میں کسی کتاب کا حوالہ نہیں دیا ۔ میں نے مآثر عالمگیری (مسعود خاں ساقی)

جو اپنی اصلی جگہ سے علیحدہ ہو چکے ہیں، اور چھوٹے چھوٹے نذر دئے ہوئے سترپے بھی اسی زمانے سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان نمونوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل بردہ کی صنعت اور انکا مذہب دونوں بسرعت زوال پذیر ہو رہے تھے، چنانچہ مندر نمبر ۴۵ کے معاینہ سے، جو اس زمانے کی نہایت شاندار عمارت ہے، یہ بات صاف نظر آتی ہے کہ گیارہویں صدی عیسوی سے قبل ہی ہندو مذہب اور خصوصاً قتاری عقائد نے برودہ مذہب پر کس قدر گہرا اثر ڈالا تھا۔ علاوہ ازیں اس مندر کے طرز تعمیر سے اس فرق کا بھی اندازہ ہوتا ہے جو اس زمانے کی عمارات اور عہد گپتا کے طرز تعمیر میں نمایاں ہے۔

اواخرِ قرونِ وسطیٰ کے فن تعمیر میں شان و شوکت اور نمائش و آرائش کی طرف بہت میلان پایا جاتا ہے لیکن جتنا طمطراق بڑھا اسی قدر اصلی حسن میں کمی آگئی۔ پیکر یا عمارت میں آرائشی عنصر کا مرزوں اور مناسب طریقے سے استعمال کرنا عہد گپتا کی صنعت کا خاص کمال تھا جو قرونِ وسطیٰ کے اواخر میں بالکل معدوم ہو گیا۔ آرائش کی جانب طبعی میلان کو عہد گپتا کے صناعتوں نے اپنی عقل سلیم کے

اور سنہ ۱۸۱۹ء کے بعد سانچی کے فن تعمیر ر سنگتراشی کے متعلق بہت سے مضمون لکے گئے اور کئی مستقل کتابیں طبع ہوئیں جن میں نقشے اور فوٹو بھی شامل ہیں۔ لیکن افسوس ہی کہ ان تحریروں میں مولفین کے عجیب و غریب خیالات کے علاوہ بہت سی غلط بیانیوں بھی موجود ہیں۔ مستقل کتابوں کے سلسلے میں کننگھم صاحب کی بھیلے ٹوپس (۱) میسی کی سانچی اینڈ اٹس ریمینز (۲) اور فرگسسن کی ٹری اینڈ سرپنٹ ورشپ (۳) بہت مشہور ہیں۔

لیکن ان آثار کے دریافت ہونیکے بعد جب ان کے حالات شایع ہوئے تو سارے ملک میں ایک عام شوق ان کے متعلق پیدا ہو گیا، اور افسوس ہی کہ یہ شوق ان عمارات کے حق میں نہایت تباہ کن ثابت ہوا۔ سانچی آثار قدیمہ کے نا تجربہ کار شائقین اور خزانہ ڈھونڈنے والے بوالہوسوں کا تختہ مشق بن گئی جنہوں نے دے ہوئے

Cunningham - *The Bhilsa Topes* (۱)

Maisey - *Sanchi and its Remains* (۲)

Fergusson - *Tree and Serpent Worship* (۳)

بہیلہ سے صرد، پانچ میل ایک بلند پہاڑی کی چوٹی پر واقع تھے، تباہی سے محفوظ رہے اور سنہ ۱۸۱۸ء میں جب جنرل ٹیلر (Taylor) یہاں آئے تو عمارات بظاہر اچھی حالت میں تھیں :- ستویہ کلاں کے تین دروازے بچنسہ قائم تھے اور جنوبی پھاٹک کے شکستہ حصہ جہاں گرے تھے وہیں پڑے تھے، بڑا گنبد صحیح و سالم تھا اور بالائی کتھرے کا ایک حصہ اپنی اصلی جگہ پر قائم تھا، ستویہ نمبر ۲ و ۳ اچھی حالت میں تھے، اور ستویہ نمبر ۲ کے قریب علاوہ اور عمارتوں کے آٹھ ستویوں کے آثار باقی تھے جن کی عام حالت کے متعلق اب کوئی تحریر موجود نہیں ہے (۱)۔

ان شاندار عمارتوں کی خوبصورتی اور نرالی طرز نے اہل ذوق کی توجہ فوراً اپنی طرف منعطف کر لی

[سلسلہ فوٹ نوٹ صفحہ گذشتہ]

منتخب اللباب مصنفہ خوافی خاں اور پروفیسر جادو ناتھ سرکار کی تالیف ”اورنگزیب“ میں بہت تلاش کیا مگر بہیلہ کی تباہی یا اس کے مددروں کے مسمار ہونے کا حال کہیں نہیں ملا۔ (مترجم)

(۱) سنہ ۱۸۱۸ء سے بعد کی تاریخ برجس صاحب کے مضمون ”سانچی کا ناکیو“ کا بڑا ستویہ “ (مطبوعہ جنرل رائٹ ایجیٹاٹک سرالٹنی لندن بابت ماہ جنوری سنہ ۱۹۰۲ء - صفحات ۲۹ تا ۳۵) میں دی ہوئی ہے۔

ہولین (۱) لیکن انکی کھدائی سے جو نقصان عمارت کو پہنچا اس کی تلافی دبیرن کے ملنے سے ہرگز نہیں ہوئی خصوصاً اس لئے کہ بعد میں وہ دبیران بھی کم ہو گئیں -

باوجود اس قدر سرق کے ، اس طویل زمانے میں ان بے مثل عمارات کی مرمت اور درستی کا خیال کسی کے دل میں نہ گذرا - کہ وہ آئندہ نسلوں کیلئے محفوظ ہو جائیں ،

سنہ ۱۸۶۹ع میں نیپولین ثالث شہنشاہ فرانس نے فرمانروائے ریاست بھوپال سے سانچی کے ایک منقش پہاڑ کی خواہش کی - اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ریاست بھوپال اور سرکار ہند کے باہمی مشورے سے مشرقی پہاڑ کے چند مٹے (cast) طیار ہوئے اور یورپ کے مشہور عجائب خانوں میں بھیجے گئے -

آخر کار سنہ ۱۸۸۱ع میں جب گرد و نواح کے دیہات کی دستبرد ، اور روز افزوں جنگلی جہازبازوں نے عمارات کی حالت کو اور بھی تباہ کر دیا تو سرکار ہند کو انکی حفاظت و صیانت کا خیال پیدا ہوا - پہنانچہ اسی سال

آثار عتیقہ کی تلاش میں یا دولت کی طمع سے عمارات کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا ۔

سنہ ۱۸۲۲ء میں کپتان جانسن نے ، جو بھرپال میں نائب پولیٹیکل ایجنٹ تھے ، بڑے سترپے کو ایک جانب اڑپر سے نیچے تک کھود کر ارس میں بہت بڑا شکاف کر دیا جس سے سترپے کی عمارت کو بعد میں شدید نقصان پہنچا اور مغربی پہاڑوں اور فرشی کٹھرے کے قریبی حصے بالکل گر گئے ۔

سترپہ والے نمبر ۲ و ۳ کی بریادی بھی شاید انہی فاعاقبت اندیش صاحب کی کھدائی کی وجہ سے ہوئی ، کیونکہ پہلے یہ دونوں سترپے نہایت عمدہ حالت میں تھے ۔

سنہ ۱۸۵۱ء میں جب میجر جنرل سرائیکزینڈر کننگھم ، اور کپتان ایف ۔ سی ۔ میسی نے بھی چند عمارات کے اندر کھدائی کروائی ، تو غیر مناسب عجلت اور لاپرواہی سے کام لیا ۔ لہذا سانچی کی تباہی کی ذمہ داری ایک حد تک اڑپر بھی عائد ہوتی ہے ۔ اور اگرچہ سترپہ والے نمبر ۲ و ۳ کے اندر سے انہیں قابل قدر ” تہرات “ کی قبیلان دستیاب

ضرورت تھی، 'مجھے کرنے پڑے ہیں اور سنہ ۱۹۱۲ء سے، جبکہ میں نے سانچی کے کام کرنا شروع میں لیا، پانچ سال کے عرصے میں جو اب تک منقضي ہو چکا ہے، یہاں کی کھدائی صفائی اور مرمت نہایت احتیاط، ضابطہ اور سرگرمی سے انجام پا رہی ہے۔

میرے کام شروع کرنے سے قبل پہاڑی پر صرف ستوپہ کلان اور چند اور عمارات کے نشان نظر آتے تھے جنکو نقشہ (پلیٹ ۱۵) میں آری لکیرن سے دکھایا گیا ہے (۱)۔ باقی تمام عمارتیں ملے کے اونچے اونچے انبارن یا جنگل کی گنجائش میں ایسی چھپی ہوئی تھیں کہ ان کے وجود کا گمان بھی نہ ہوتا تھا۔ اس لئے سب سے پہلے میدان سے اس جنگل کو صاف کیا گیا۔ بعد ازاں ستوپہ کلان کے جنوب اور مشرق میں، جہاں صاف نظر آتا تھا کہ چٹان کی اصلی سطح کے اوپر ملے کا بہت بڑا انبار پڑا ہے، کھدائی کر رانی گئی کہ وہ عمارتیں اور قدیم چیزیں جو ملے کے نیچے دبے ہوئی

(۱) جو عمارات نئی کھدائی کے اثناء میں برآمد ہوئی ہیں

ان کو سپاہ دکھایا گیا ہے۔

میجر کول نے جو اس وقت آثار قدیمہ ہند کے ناظم تھے ، پہاڑی کے بالائی حصے کو جنگل اور خود زر نباتات سے صاف کیا اور اُس پرے شکاف کو بہرا جو ساٹھ سال قبل کپتان جانسن نے ستوپہ کلان کے وسط میں کر دیا تھا - اس مرمت اور صفائی کے بعد میجر کول نے دو سال کے عرصہ میں سرکار ہند کے خرچ سے ، جرہی اور مغربی پہاڑوں کو جو گرچہ تھے دوبارہ قائم کیا اور ستوپہ نمبر ۳ کے سامنے جو چھوٹا پہاڑک ہی اُسکو بھی دوبارہ نصب کیا -

لیکن باقی عمارات کی مرمت کے متعلق ، جو رفتہ رفتہ منہدم ہوتی جا رہی تھیں ، میجر موصوف نے کوئی کوشش نہ کی ، نہ اُنکو یہ خیال پیدا ہوا کہ وہ خانقاہیں ، مندر اور مکانات ، جو ستوپہ کلان کے گرد منہ کے دھیرور کے نیچے دبے ہوئے تھے ، کھود کر برآمد کئے جائیں ، اور نہ اُنکی توجہ اُن صدها مجسموں اور کتبوں کی حفاظت کی جانب مبذول ہوئی جو عمارات کے آس پاس جا بجا پڑے ہوئے تھے -

یہ سب کام ، جن کی تعمیل کے لئے پیشتر کی تمام تدابیر کی نسبت بہت زیادہ رقم اور سامان کی

تیسرا کام میرے تعلق یہ تھا کہ جہاننگ عملاً ممکن ہو عمارات کی نہایت مکمل اور پختہ مرمت ہو جائے۔ اس باب میں مجھے بہت سے مشکل کام کرنے پڑے لیکن ان میں سب سے اہم کام جنکی تکمیل میں سب سے زیادہ مشکلات پیش آئیں، حسب ذیل ہیں:—

(۱) ستوپہ کلان کے جنوب مغربی حصے کو توڑ کر دوبارہ بنوایا گیا۔ اس لئے کہ اس حصے کے گرنے کا ہر وقت خطرہ تھا اور اس کے گرنے سے جنوبی اور مغربی پھاٹکوں اور انکے پیچ کے گتھرے کے گرنے کا بھی اندیشہ تھا۔

(۲) مندر نمبر ۱۸ کی مرمت کی گئی۔ اس عمارت کے بھاری بھاری ستون عمودی خط سے ہٹ کر خطِ ناک طور پر مختلف اطراف میں جھک گئے تھے۔ ان ستونوں کو سیدھا کر کے مضبوط بنیادوں پر قائم کر دیا گیا۔ اور

(۳) مندر نمبر ۴۵ کی پررے طور سے مرمت کی گئی۔ یہ مندر شستکی کی آخری منزل

عون برآمد ہرجائیں - اس کھدائی میں عمارات برآمد ہونے کے لحاظ سے امید سے زیادہ کامیابی ہوئی - جو مکانات جنوبی رقبہ میں برآمد ہوئے ہیں انہیں سے اکثر کی بنیادیں چٹان پر قائم ہیں ، لیکن مشرقی حصہ کی عمارتیں سب سے آخری زمانے کی بنی ہوئی ہیں اور اس لئے انکی بنیادیں بھی چٹان کی سطح سے بہت اونچے ہیں اور انہیں نیچے اور بہت سے قدیم مکانات کے آثار دے ہوئے ہیں -

مشرقی حصہ میں میں صرف بالائی عمارات کو آشکار کرنے پر قناعت کی ہی اور آثار زیریں کو آئندہ محققین کی کدالوں کے لئے چھوڑ دیا ہی - چند مقامات پر جو میں نے کھدائی کروا کر دیکھا تو مجھے معلوم ہوا کہ زیریں عمارات زیادہ تر خانقاہیں ہیں اور انکی وضع قطع ان خانقاہوں سے مشابہ ہی جو جنوبی رقبہ سے برآمد ہوئی ہیں - اس لئے اگر یہ آثار زیریں کھدوا کر برآمد بھی کروا لئے جائیں تو سانچی کی عمارات کے متعلق ہماری معلومات میں کوئی مفید اضافہ نہ کریں گے -

اخیر میں صرف اُن بے شمار قدیم چیزوں (یعنی مجسموں ، کتبوں ، شکستہ عمارتی پتھروں وغیرہ) کی حفاظت و صیانت کا سوال رہ گیا جو عمارات کے قریب جا بجا کس میڈر سی کی حالت میں پڑی ہوئی تھیں ۔ ان کے واسطے ایک مختصر ، مگر ضرورت کے لحاظ سے معقول ، عجائب خانہ تعمیر ہو رہا ہی جس میں سنگتراشی کے نمونے ، کتبے ، مجسمے ، اور شکستہ عمارتی اجزاء قاعدے سے سجاکر انکی ایک مشرح فہرست مرتب کی جائیگی ۔ عجائب خانے کے ایک کمرے میں نقشے ، فوٹو اور کتابیں وغیرہ بھی رکھی جائیں گی جن کی مدد سے سیاحوں کو ان بے نظیر آثار کے متعلق معلومات حاصل کرنے میں سہولت ہوگی (۱) ۔

(۱) عجائب خانے کی تعمیر اب مکمل ہو چکی ہے اور جو کتبے اور مرزنین وغیرہ اس میں رکھے گئے ہیں ان کی مفصل با تصویر فہرست مترجم ہذا نے انگریزی زبان میں شائع کی ہے ۔
(مترجم)

پر پہنچ چکا تھا اور دیکھنے والوں کے لئے ہر
وقت خطرے کا باعث تھا -

ان کاموں کے علاوہ چند اور کام بھی بالخصوص قابل
ذکر ہیں مثلاً :—

(۱) آس طویل پشتے کی دیوار کو از سرنو تعمیر
کیا گیا جو وسطی اور شرقی رقبوں کے درمیان
واقع ہی -

(۲) ستوپہ نمبر ۳ کے گنبد ، بالائی چھتری اور
کٹھروں کو دوبارہ بنایا گیا -

(۳) منادر نمبر ۱۷ ، ۳۰ ، ۳۲ کی مرمت ہوئی
اور انپر نئی چھتیں ڈالی گئیں -

(۴) ستوپہ کلان کے اطراف سے پانی کے اخراج کا
مناسب انتظام کیا گیا اور قدیم شکستہ فرش
کی تجدید کی گئی -

(۵) تمام بدنما نشیب و فراز دور کئے گئے اور میدان
کی صفائی اور درستی کے بعد آرائش کے
خیال سے گھاس کے تختے ، خوشنما درخت
اور پھولدار بیلین لگادی گئیں -

کی نوعیت سے نیز ان تدابیر سے جو گذشتہ چند سال میں ان عمارات کی تحقیق و تحفظ کے متعلق اختیار کی گئیں کافی آگاہی حاصل ہو چکی ہے۔ اب ہم ان عمارات کے تفصیلی حالات بیان کرتے ہیں۔

ستوپہ کلان کی
عمارت - اسکی
کیفیت اور تاریخ

ستوپہ کلان (نقشہ پلٹ نمبر ۱ - Plate I) کی موجودہ صورت کو یوں سمجھئے کہ نصف کرہ کی شکل کا ایک گنبد (انداز - चंद्र) ہی جسمی چرتی پر ایک دوسری ابرو تین چہتریاں قائم ہیں ، نیچے کے حصے میں ستوپے کے چاروں طرف ایک بلند چبوترہ (میدھی - मेढी) ہی جو قدیم زمانے میں طرف گاہ (پردکھنا - प्रदक्षिण पथ) کا کام دیتا تھا ، چبوترے پر چڑھنے کے لئے جنوبی جانب ایک بلند دھرا زینہ

[سلسہ فوٹ نوٹ صفحہ گذشتہ]

جودھاتو بمعنی ” آثار “ اور گرہہ بمعنی ” طرف “ سے مل کر بنا ہے ۔ نیپار میں ستوپے کو چہتیا کہتے ہیں جو ابتدا میں ، لفظ ستوپہ کی طرح ، مٹی کے تودے یا ٹیلے (چٹا) ہی کے معنی دیتا تھا ۔ لیکن بعد میں ہر قسم کی متبرک عمارت کے لئے استعمال ہونے لگا ۔

سانچی کے نواح میں ستوپے کو بھڈا (بمعنی ٹیلہ یا ڈھیر) اور ستوپہ کلان کو ” ساس بھو کا بھڈا “ کہتے ہیں ۔

باب ۳

ستوپہ کلان (۱)

گذشتہ باب کے مطالعہ سے ناظرین کو سانسچی ے آثار قدیمہ کی تاریخ اور آنکی صنعت اور طرز تعمیر

(۱) ستوپہ کی ابتدا بلا شبہ اُن قدیم قبروں سے ہی جو مٹی کے نیم کرّی ٹیلوں کی شکل میں بنائی جاتی تھیں۔ لیکن بدھ مذہب کے پیرو ستوپوں کو خود بدھ یا بدھ مذہب کے کسی بزرگ شخص کے ”آثار“ یا تبرکات (یعنی سوختہ لاش کی راکھ، دانست، ہڈی وغیرہ) کی حفاظت کے لئے بنایا کرتے اور بعض صورتوں میں مقدس مقامات کی نشان دہی کے لئے بھی تعمیر کیا کرتے۔ کسی ستوپ کی بیرونی حالت سے یہ معلوم کرنا ناممکن ہی کہ اس کے اندر ”آثار“ مدفون ہیں یا نہیں بدھ مذہب میں ستوپ کا بنوانا ایسا کارخیر سمجھا جاتا ہی کہ اس کے انجام دینے سے بنوانے والا منزل نجات کے قریب پہنچ جاتا ہی۔

لفظ ٹوپ (بدھنی ستوپہ) اصل میں ہندوستان کے انگریزوں کا بکاڑا ہوا ہی اور پراکرت زبان کے لفظ ٹھوپ سے مشتق معلوم ہوتا ہی۔ برہما میں ستوپ کے کو عموماً پگودا اور سیلون میں ڈاکہ کہتے ہیں۔ ڈاکہ سگھالی زبان کا مرکب لفظ ہی

ساتھ ہی تعمیر کرایا تھا ، جسامت میں موجودہ ستوپے سے قریباً آدھا اور اینٹ کا بنا ہوا تھا - قریباً ایک صدی بعد اُسکے اوپر پتھر کی چنائی کا غلاف چڑھایا گیا جس سے اُس کا دور بڑھکر موجودہ جسامت کو پہنچ گیا - غلافی چنائی کے ساتھ ہی ستوپے کے اطراف میں کٹھرہ بھی قائم کیا گیا لیکن منقش پھاٹک اول صدی قبل مسیم کے نصف ثانی سے پہلے تعمیر نہیں ہوئے (۱) -

قدیم خشتی ستوپے کی ہیئت و ساخت کے متعلق صرف اس قدر معلوم ہی کہ جو اینٹیں اُس میں لگی ہوئی تھیں وہ سولہ انچ لمبی ، دس انچ چوڑی اور تین انچ موٹی تھیں ، یعنی ناپ میں اُن اینٹوں کے مماثل تھیں جو عہد مہوریا کی اور عمارات میں پائی جاتی ہیں - علاوہ بریں یہ بھی قرین قیاس ہی کہ ستوپہ مذکور قریباً نیم گروہی شکل کا تھا ، اُسکے چاروں طرف ایک بلند چبوترہ تھا اور چوٹی پر کٹھرہ اور چھتری تھی - پہاڑی کی سطح مرتفع سے ملنے کی صفائی کے اثنا میں پتھر کی چھتری کے چند ٹکڑے

(۱) ستوپہ کلان کی مفصل تاریخ کے لئے دیکھو مصنف کا

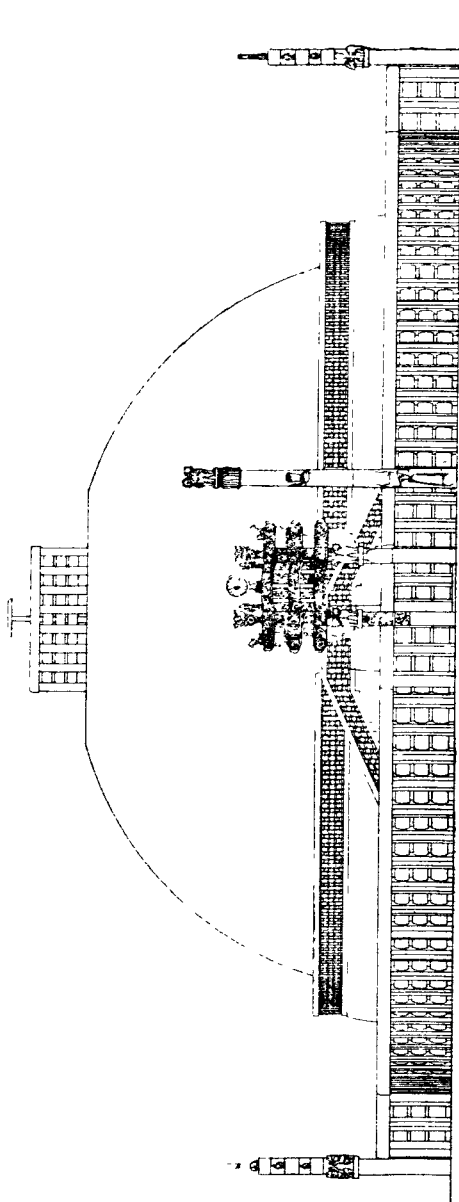
مضمون مندرجہ آرکیالوجیکل سروے رپورٹ بابٹ سال ۱۹۱۳

(سربان - سوبان) ہي ، ستوپے کے گرد سطح زمين کے برابر ايک اور طواف گاہ ہي جسکے گرد ايک بہاري کتھرہ (ويدکا - वेदिका) لگا ہوا ہي ، اس کتھرے کي وضع بالکل سادہ ہي اور اس پر کسی قسم کا آرائشي کام نہيں ہي ، نيچے والے پردہ کھنکا مين داخل ہونے کے لئے چاروں طرف چار دروازے ہيں جو گویا کتھرے کو چار مساري حصوں مين تقسيم کرتے ہيں ، ہر دروازے کے سامنے ايک بڑا پھاٹک (تورنا - तोरण) ہي جس کے اندرونی اور بيرونی دونوں رُخوں پر نہایت دل کھول کر منبت کاري کي گئي ہي ۔

اب تلک عام طور پر يہ خيال تھا کہ ستوپہ کلان کي موجودہ عمارت راجہ اشوک کے زمانے کي بني ہوئي اور اُس لاثہ کي ہم عصر ہي جو جنوبی پھاٹک کے قريب استادہ ہي ۔ اسکے علاوہ يہ بهي خيال کيا جاتا تھا کہ فرشي کتھرہ قريب قريب ستوپے کے ساتھ هي بنا تھا اور منقش پھاٹک درسي صدي قبل مسيح کے دوران مين بنائے گئے تھے ۔

یہ قیاسات اب غلط ثابت ہرچہ ہيں اور حقیقت
ستوپہ
یہ ہي کہ اصلي ستوپہ ، جو راجہ اشوک نے لاثہ کے

مہد اشوک کا خشتي



ELEVATION OF GREAT STUPA FROM SOUTH (RESTORED).

برآمد ہوئے ہیں جو غالباً قدیم سترپے کی چھتری ہی کے حصے ہیں - ان ٹکڑوں کے زیریں رخ پر نہایت نفیس ابھران دھاریاں بنی ہوئی ہیں جو عام چھتریوں کی ٹیلیں سے مشابہ ہیں اور عہدِ مرہٹا کی سنگتراشی کی اُس لطیف ردِ لپذیر اصابت اور حسنِ ساخت کو یاد دلاتی ہیں جس سے بہتر کام آج تک کسی اور ملک کی سنگتراشی میں نہیں ہوا -

سنگی روکار کے اضافہ کے بعد سترپے کا قطر ایک سو بیس فیت سے کچھ زیادہ اور بلندی چوں فیت کے قریب ہو گئی (۱) روکار کی چٹائی جس طریقہ سے عمل میں آئی وہ بہت سیدھا سادہ تھا یعنی خشتی سترپے کے گرد کچھ جگہ خالی چھڑ کر ایک گول دیوار چن دی گئی اور دروازے تعمیر میں چوں چوں دیوار اونچی ہوتی گئی ، سترپے اور دیوار کے درمیانی خلا میں بھاری بھاری ناتراشیدہ پتھروں کی بھرائی ، رتے گئے - ہم آگے چل کر بیان کریں گے کہ بعینہ یہی تدبیر مندر نمبر ۴۰ کی توسیع میں بھی اختیار

سنگی روکار کا
اضافہ - سنہ ۱۵۰
تا سنہ ۱۰۰ قبل
مسیح

(۱) سترپے کی توسیع کے لئے اس کے گرد چٹائی کا ایک یا زیادہ

غلاف چڑھانے کو پالی زبان میں (چھ) ^۵ (चछ) کہتے ہیں -

کی گئی جسکے زرکار کی چٹائی قریب قریب اسی زمانے میں عمل میں آئی -

بعض مصنفین نے ستوپہ کلان کے متعلق لکھا ہے کہ ”ایک بلند چبوترے کے اوپر نیم درجی گنبد بنا ہوا ہے“ - اس بیان سے یہ غلط فہمی پیدا ہوتی ہے کہ شاید چبوترے پہلے تعمیر ہوا اور بعد میں اُسکے اوپر گنبد بنایا گیا، حالانکہ حقیقت میں پہلے گنبد تعمیر ہوا جسکے پہلو سطح زمین سے ملے ہوئے ہیں اور اطراف کا چبوترہ بعد میں بنا اور درون کی چٹائی کو باہم وصل نہیں کیا گیا - گنبد اور چبوترے کی اس پتھر کی چٹائی پر گچ کی خوب موٹی لپائی کر کے بعد میں آہر عمدہ باریک چوڑے کی استر کاری کر دی گئی - ممکن ہے کہ استر کاری کے اوپر چوڑے کے کام کی گار شاخی کھونٹیاں بنا کر ان میں پھولوں کے ہار اور گجرے آریزان کئے گئے ہوں اور خوبصورتی کے لئے جابجا سنہرے اور دوسرے رنگوں سے رنگ آمیزی بھی کی گئی ہو - گچ کی لپائی کا اکثر حصہ گنبد کے تین جانب ابتک موجود ہے لیکن جب کپتان جانسن نے سنہ ۱۸۲۲ء میں ستوپے میں شگاف دیا تو چوتھی جانب یعنی جنوب مغربی حصے کا پلستر ضائع ہو گیا -

قائم کی جاتی تھی مگر ستوپہ کلان کا ہرمیکا پتھر کا ایک بہت وزنی صندوق تھا جس میں ”آثار“ متبرکہ محفوظ تھے۔ اس صندوق کے دھکنے کا قطر پانچ فٹ سات انچ اور ارتفاع ایک فٹ آٹھ انچ ہی۔

بالائی کتھرے اور چہترے کے بعد ستوپے کے گرد فرشی کتھرہ وزنی کتھرہ (ویدیکا - वेदिका) لگایا گیا جسکو امتیاز کے لئے ہم زبریں یا فرشی کتھرہ کہینگے۔ منقش پہاتکون اور دیگر کتھروں کی مانند اس کتھرے کے مختلف اجزا، یعنی ستون (۱)، پتڑیاں (۲) اور مندریں کے پتھر (۳) بھی مختلف اشخاص نے بطور نذر پیش کئے تھے جن کے نام قدیم براہمی رسم خط میں اب تک کتھرے پر کندہ ہیں۔

اس لحاظ سے کہ کتھرے کی ساخت میں بہت سے اشخاص کی شرکت تھی، اسکے آغاز اور اختتام کے درمیان ضرور چند عشرات کا زمانہ گزرا ہوگا فرگسن

(۱) تہہ - धम

(۲) سرجی - दश

(۳) آشنیشا - अश्विषा

ہرمیکی کٹہرہ اور
بالائی چھتری

روکار کی چنائی کے بعد جب سترپہ طیار ہو گیا تو اُسکے اوپر حسب دستور سنگی کٹہرہ اور چھتر قائم کئے گئے۔ اس کٹہرے اور چھتر کے بہت سے ٹکڑے کھدائی میں دستیاب ہوئے ہیں اور وہ عنقریب اپنی اصلی جگہ پر قائم کر دیے جائیں گے (۱)۔ عام رُضع قطع کے لحاظ سے یہ کٹہرہ اور چھتر، سترپہ نمبر ۳ کے کٹہرے اور چھتر کے مماثل ہیں جو حال ہی میں دوبارہ نصب ہوئے ہیں، لیکن پیمائش میں مورخ الذکر سے بہت بڑے ہیں۔ چھتری کی قندھی عموماً ایک مختصر سے چبوترے (ہرمیکا - हरमिका) (۲) پر

(۱) اس کٹہرے کے ۱۷ ستون، ۲۸ پلڑیاں، اور ۱۱ منڈیر کے پتھر مختلف جگہوں سے دستیاب ہوئے ہیں۔ کٹہرے کا سطحی نقشہ مربع تھا، ہر پہلو میں آٹھ ستون تھے اور ستونوں کا نیچے کا ۲۴ فٹ کا حصہ سترپے کی چنائی میں گرا ہوا تھا۔ فرش کی کٹہرے کی طرح اس کٹہرے کی ساخت میں بھی چوبی طرز تعمیر کا اثر نمایاں ہے۔ [اب اس کٹہرے کے پرانے اجزاء کے ساتھ جدید اضافہ کر کے کٹہرے کو اُسکی اصلی جگہ پر دوبارہ نصب کر دیا گیا ہے اور اس کے بیچ میں پتھر کی تین چھتریاں ایک دوسرے اوپر قائم کر دی گئی ہیں۔ جس سے سترپہ نہایت شاندار اور مکمل معلوم ہوتا ہے۔ مترجم]

(۲) ہرمیکا لفظ ہرمیا (بمعنی اتاری) کا اسم مصغر ہے اور اصطلاح میں اس چبوترے کے لئے مستعمل ہوتا ہے جو سترپے کے اوپر چھتری کی قندھی (چھترا بشتی - चवष्टी) قائم کرنے کے لئے بنایا جاتا ہے۔

قدیم براہمی رسم خط میں اس کتھرے پر جا بجا کندہ
ہیں، دو دلچسپ کتبے عہد گپتا کے بھی موجود ہیں۔
ان میں جو زیادہ قدیم ہی وہ مشرقی پہاڑ کے جنوب
کو ستونوں کی دوسری قطار میں بالائی پتھری کے بیرونی
رخ پر کندہ ہی اور سنہ ۹۳ گپتا کی (مطابق سنہ ۴۱۲ -
۴۱۳ عیسوی) کا تحریر شدہ ہی - اس کا ذکر ہم پہلے بھی
صفحہ ۴۵ پر چندر گپتا ثانی کی فتح مالوہ
کے ضمن میں کر چکے ہیں۔ دوسرا کتبہ مذکورہ بالا کتبہ
کے قریب ہی ستونوں کی چوتھی قطار میں بالائی پتھری
کے بیرونی رخ پر کھدایا ہوا ہی - یہ سنہ ۱۳۱ گپتا کی
(مطابق ۴۵۰ - ۴۵۱ عیسوی) کا ہی اور اس میں لکھا
ہی کہ ”ہرس رامنی نام ایک آپاسکا (उपासिका)
یعنی دنیا دار معتقد نے خانقاہ کا کٹاوت کی آراشنگھا
(پاکیزہ مذہبی جماعت) کو ”جواہر خانہ“ میں
اور اس مقام پر جہاں چار بدھوں کی مورتیں رکھی
ہیں، (یعنی ستوپے کے پردہ کھنا یا طواف گاہ زیریں
میں) روشنی کرنے اور روزانہ بدھ مذہب کے ایک
تارک الدنیا فقیر (भिक्षु) کو کھانا کھلانے کے لئے
”چھ رقمیں عطا کیں“ -

(Fergusson) صاحب نے اس زمانے کا اندازہ " ایک صدی یا اس سے بھی کچھ زیادہ " کیا ہے، لیکن یہ اندازہ بہت زیادہ معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ ریشامین، جو اُس وقت بہت بڑا شہر تھا، بردہ مذہب کے پیروں کی بکثرت آمد و رفت ہوگی اور وہاں سے جاتری ان متبرک عمارات کی زیارت کو آتے ہوئے۔ لہذا یہ قیاس قرین عقل معلوم ہوتا ہے کہ کٹھہ مذکور فرگسن صاحب کی تخمینہ مدت کے نصف ہی عرصہ میں طیار ہو گیا ہو۔

یہ کٹھہ سراسر پتھر کا بنا ہوا ہے لیکن اسکا نقشہ صریحاً چوبی کٹھہ سے نقل کیا گیا ہے، اور یہ بات قابل غور ہے نہ منڈیر کے پتھروں کے جوڑ بجائے سیدھے تراشنے کے ترجیح کاٹے گئے ہیں جو لکڑی کی تراش کی خصوصیت ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس زمانے میں یہ کٹھہ قائم کیا گیا، اُسوقت ہندوستان کی عمارتیں زیادہ تر لکڑی ہی کی ہوا کرتی تھیں، اور یہی وجہ ہے کہ اُسوقت کی تمام سنگی عمارات میں چوبی طرز تعمیر کا اثر پایا جاتا ہے۔

بہت سے مختصر " ندری " کتبوں کے علاوہ، جو مہد کپنا کے کتبہ

نیچے زمین میں قائم کئے گئے ہیں - علاوہ ازیں انکے تین رُخوں پر منصب کاری کا نہایت پر تکلف کام ہی - باقی ستونوں کو حاشیہ کے پتھروں میں چاروں کے ذریعے سے جما کر قائم کیا گیا ہی اور انکے بیرونی رخ پر پورے یا نصف گول تمغوں (پریچکروں - परिचक्रों) کی شکل کی منصب کاری ہی جن میں کنول یا دوسری اقسام کے پھولوں یا جانوروں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں - انکے اندرونی رخ بالکل سادہ ہیں ، صرف بالائی اور زہریں حصوں میں نصف دائروں کی شکلیں بنا دی گئی ہیں مگر دائروں میں کسی قسم کی منصب کاری نہیں ہی (۱) -

(۱) اس وقت تک اس کٹھرے کے ۷۳۰ ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں جنکی تفصیل حسب ذیل ہی :-
(الف) زینہ اور چاندے کے کٹھرے کے ٹکڑے :-

۲۱	.	.	.	حاشیہ کے پتھر
۴۵	.	.	.	ستون
۳۸	.	.	.	پتڑیاں
۱۳	.	.	.	منڈیر کے پتھر

(ب) چبوترے کے کٹھرے کے اجزاء :-

۳۷	.	.	.	حاشیہ کے پتھر
۲۳۰	.	.	.	ستون
۱۹۹	.	.	.	پتڑیاں
۱۳۷	.	.	.	منڈیر کے پتھر

[انگریزی رھنما کے شائع ہونیک بعد یہ درجہ کٹھرے اضافہ جدید کے ساتھ اپنی اصلی جگہ پر قائم کردئے گئے ہیں - مترجم]

پردکشا یا
طواف گاہ زہرین

کٹہرے کے اندر طواف گاہ میں پتھر کی بڑی بڑی سلون کا فرش ہی جنہر اُن اشخاص کے نام کندہ ہیں جنکی طرف سے یہ سلین مَنّت یا نذرانے کے طور پر بچھائی گئی تھیں۔ اس طواف گاہ میں اور نیز اُس چبوترے پر جو ستوپے کے گنبد کے گرد بنا ہوا ہی بردہ مذہب کے تارک الدنیا درویش اور دنیا دار معتقد چکر لگاتے تھے اور طواف کے وقت ستوپے کو ہمیشہ اپنے دائیں جانب رکھتے تھے (۱)۔

زینہ اور چبوترے
کے کٹہرے

ستوپے کی عمارت میں تیسرا اضافہ اُس کٹہرے کی صورت میں ہوا جو چبوترے کے گرد اور زینہ کے پہلوؤں میں بنایا گیا۔ یہ کٹہرہ فرش کی کٹہرے کی نسبت چھوٹا ہی لیکن اسکی ساخت بہت نفیس ہی اور اس کے ستونوں پر سنگ تراشی کا کام بھی آرائش کے لئے کیا گیا ہی۔ سیڑھیوں کے نیچے کے سرورں پر شروع کے در ستون اور ستونوں کی نسبت زیادہ لمبے ہیں کیونکہ مضبوطی کی خاطر اُنکے زہرین حصے حاشیہ کے پتھروں میں سے نکال کر طواف گاہ کے فرش سے بھی کسی قدر

(۱) اہل بردہ عموماً ستوپے یا کسی مقبرہ عمارت کے گرد تین بار طواف کرتے ہیں، لیکن بعض دفعہ سات، چودہ، یا زیادہ یہاں تک کہ ۱۰۸ مرتبہ طواف کرنے کی بھی مفت مانتے ہیں۔

کی تعمیر کے درمیان غالباً تیس چالیس سال سے زیادہ وقفہ نہ گذرا ہوگا، کیونکہ مغربی پہاٹک کا دایان ستون اور جنوبی پہاٹک کا درمیانی شہتیر درنوں بظاہر ایک ہی شخص آیاچوڑ کے شاگرد بالامترا کے بدوائے ہوئے ہیں *

یہ چاروں پہاٹک ایک ہی وضع کے ہیں اور اگرچہ سراسر پتھر کے بنے ہوئے ہیں مگر انکی ساخت میں

[فوٹ نوٹ بہ سلسلہ صفحہ گذشتہ]

شہروں کے دروازوں کے سامنے گھونگٹ کی دیوار ہوتی ہی - اس طرح ان دروازوں میں سامنے سے داخل نہیں ہوسکتے تھے بلکہ ایک پہلو سے آنا پڑتا تھا - لیکن جب پہاٹکوں کی تعمیر کی نوبت آئی تو ان کو اس طرح کٹہرے کے ایک جانب بنا دینا مناسب نہ سمجھ کر تین تین ستون اور قائم کر کے کٹہرے کو باہر کی طرف بڑھا لیا گیا اور پہلے دروازوں سے زاویۂ قائمہ بنانا ہوا ایک ایک اور دروازہ بنایا گیا - ان نئے ستونوں کو بغور دیکھنے سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ شمالی اور جنوبی دروازوں کی تعمیر کے وقت کٹہرے کے جو حصے بڑھائے گئے وہ ہر بات میں قدیم کٹہرے سے مشابہ ہیں یعنی ستونوں کا طول و عرض اور انکی تراش خراش بجنسہ قدیم ستونوں کی سی ہی - برخلاف اسکے کٹہرے کے وہ حصے جو شرقی اور غربی دروازوں کے قریب ہیں انکی بندش اور ساخت میں زیادہ احتیاط سے کام نہیں لیا گیا - بلکہ ستونوں کا ارتفاع بھی قدیم ستونوں سے کچھ کم ہی اور انکے پہلو بھی کسی قدر مقعر ترشے ہوئے ہیں -

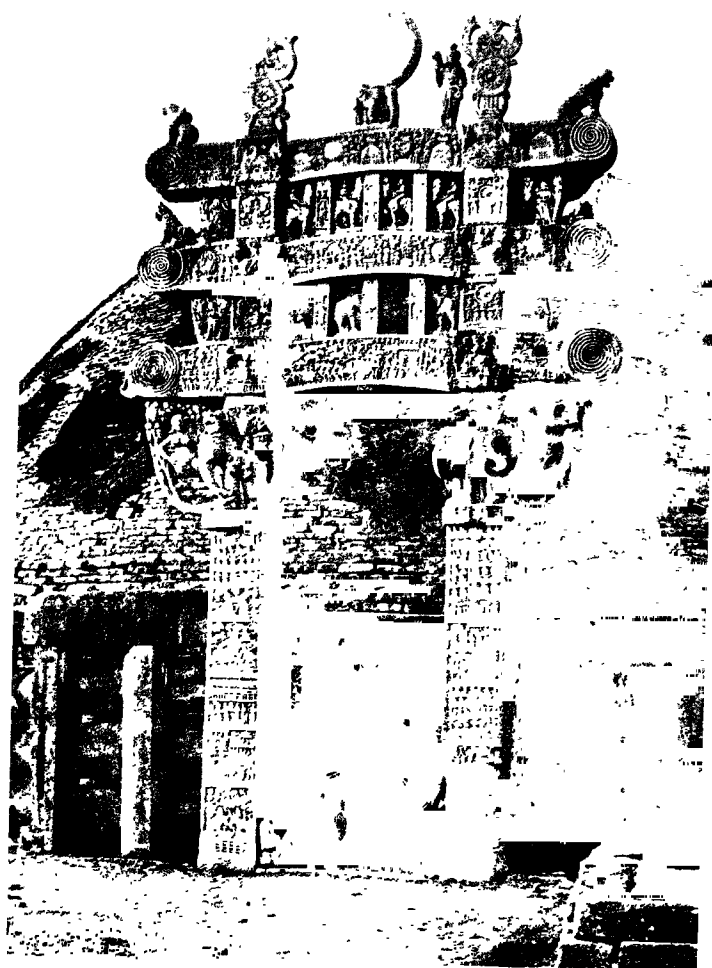
باب ۴

ستوپہ کلان کے پھاٹک وغیرہ

ستوپہ کلان کی عمارت پر آخری اضافہ ، جس نے اسکی شان و شوکت میں اور چار چاند لگا دئے اُن چار منقش پھاٹکوں (تورنا - तोरण) کی شکل میں ہوا جو جہات اربعہ میں فرشی کتھرے کے چاروں دروازوں کے سامنے قائم ہیں اور اُسکی چاروں قوسوں کو ایک دوسرے سے ملاتے ہیں ۔ ان پھاٹکوں کی پرتکلف آرائش ستوپے کی عمارت کی سادگی اور سنگینی کے مقابلے میں محجب بہار دکھاتی ہے ۔ ان میں سب سے بڑے جنوبی پھاٹک بنایا گیا تھا جو زینے کے سامنے ہی ، اُسکے بعد علی الترتیب شمالی ، مشرقی اور مغربی پھاٹک تعمیر ہوئے جنکے تقدم و تاخر کا ثبوت اُن کی مثبت کاری کی شان اور نیز فرشی کتھرے کے اُن حصوں کی طرز ساخت سے ملتا ہے جو پھاٹکوں کی تعمیر کے وقت اضافہ کئے گئے تھے (۱) لیکن جنوبی اور مغربی پھاٹکوں

پھاٹکوں کی تاریخی
ترتیب اور کیفیت

(۱) فرشی کتھرے کی بناء کے وقت اُسکے چاروں دروازوں کے سامنے کتھرے کا ایک ایک ضلع بڑھاکر پردہ سا بنا دیا گیا تھا جیسے



NORTH GATEWAY OF GREAT STUPA.

چربی طرز کا زیادہ تتبع کیا گیا ہی - تعجب تو یہ ہی کہ یہ پھاٹک ہر چند کہ سنگی تعمیر کے اصول کے خلاف بنائے گئے ہیں تاہم قریباً دو ہزار سال گزرنے کے بعد اب تک نہایت اچھی حالت میں قائم ہیں - انمیں شمالی پھاٹک کی حالت نسبتاً سب سے بہتر ہی (دیکھو نقشہ پلیٹ ۳ - Plate III) اور اس کا بیشتر آرائشی کام اور مورتیں محفوظ ہیں جن سے پھاٹکوں کی قدیم شان کا بخوبی اندازہ ہو سکتا ہی -

ہر پھاٹک میں دونوں جانب دو مربع ستون ہیں جنکے اوپر سرستون یا تاج ہیں ، تاجوں پر (اوپر نیچے تھوڑے تھوڑے فاصلے سے) تین شہتیر ہیں جنکے سرور پر مرغولہ نما چکر منبت ہیں ، تاجوں کے اوپر عمودی خط میں دونوں طرف دو دو مربع تھرنیاں شہتیروں کو ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں ، مربع تھرنیوں اور شہتیروں کے بیچ میں پھر تین تین پتلے کھمبے ہیں اور درمیانی خلا میں پتھر کی مختلف مورتیں بنی ہوئی ہیں ، آرائش کے لئے تاجوں پر پست قامت انسانوں (بونرن) ہاتھیروں اور (۱) شیروں کے (چار چار) مجسمے بنے ہیں جنکو

(۱) جنوبی دروازے کے شیر غالباً ستون اشوک کے شیروں کی نقل ہیں - ان کے ہر پنجے میں پانچ پانچ ناخن قابل ملاحظہ ہیں

جمشیدی (Persepolitan) شیرن کی طرح پیٹھ سے پیٹھ ملا کر کھڑے ہوئے دکھایا ہی، سب سے نیچے والے شہتیر کے نکلے ہوئے سرورن کو سنبھالنے کے لئے ستونوں کے بالائی حصے سے زنانہ مورتیں آری بریکٹ کے طور پر بلی ہوئی ہیں جنکی رضع قطع نہایت دلاریز اور خوشنما ہی اگرچہ وزن سنبھالنے کے لئے، جو انکی ساخت کی اصل غرض ہی، یہ زیادہ موزون نہیں ہیں - مذہبی نقطہ نظر سے یہ پیکر غالباً یکشنیوں (यक्षिणी) یا پریوں کے ہیں - جنکے ذمہ حفاظت کی خدمت سپرد تھی - اس خیال کی تصدیق اس واقعہ سے ہوتی ہی کہ وہ مذہبی روایات کے مطابق آم کی شاخوں میں باہیں ڈالے ہوئے کھڑی ہیں (۱) - اسی رضع کی چھوٹی چھوٹی پریاں شہتیروں کے بالائی رخ پر بھی نصب ہیں جنکے دونوں جانب شہتیروں کے سرورن کے پاس تو شیر یا ہاتھی بنے ہوئے ہیں اور درمیانی حصوں میں اسپ سوار، پیل سوار اور بے پر یا پردار شیر ہیں - ان گھوڑوں اور سواروں اور نیز مذکورہ بالا پریوں میں سے ایک میں

(۱) ری - اے - سٹم صاحب نے ”ہسٹری آف انڈین آرٹ“ میں صفحہ ۳۸۰ پر ان تصاویر کے مغربی الاصل ہونے پر بحث کی ہے

جانتک (۱) ، اُسکی تاریخی زندگی کے حالات اور
 بدھ مذہب کی زندگی کے اہم واقعات دکھائے گئے
 ہیں - علاوہ بریں ان تصویروں میں بہت سے متبرک
 درخت اور ستوپے جن سے گوتم یا اُس سے پیشتر کے بدھ

(۱) تناسخ کا خیال ہندوستان میں قدیم زمانے سے چلا آتا ہے
 اور بدھ مذہب کی تاریخ پر اس عقیدے کا بہت اثر پڑا ہے -
 اہل بدھ کے عقائد کے مطابق ، گوتم بدھ دنیا میں راجہ شدھودن
 کے محل میں پیدا ہونے سے قبل مختلف ہیئتوں میں (یعنی
 بصورت دیوتا ، انسان اور حیوان) جنم لے چکا تھا - ان پیدائشوں
 کے پانسو پچاس (۵۵۰) قصے جاتا کذابوں میں درج ہیں جو
 پالی زبان میں لکھے ہوئے ہیں - ہر قصے کے شروع میں ایک
 مختصر سی تمہید ہے جس میں بدھ کی زندگی کے اُن خاص
 واقعات کا ذکر ہے جو اس قصے کے بیان کرنے کا باعث ہوئے اخیر
 میں بدھ اُن تمام افراد کے نام بتانا ہے جنہوں نے قصے میں نمایاں
 حصہ لیا ہے - ہر قصے میں نتیجے کو واضح کرنے کے لئے کچھ اشعار
 بھی ہوتے ہیں جو گویا خود گوتم بدھ نے (اپنی تاریخی زندگی یا
 کسی گذشتہ جنم میں جبکہ وہ بدھ ہی ستوا تھا) پڑھے تھے

یہ کتب جاتا ، کہانیوں کا ختم نہ ہونے والا خزانہ ہیں جو
 قدیم ہندوستان کے تمدن ، رسوم ، اور عقاید دریافت کرنے کے لئے
 نہایت دلچسپ اور کار آمد ہیں - یقینی طور پر یہ کہنا ممکن
 نہیں ہے کہ ان قصوں نے اپنی موجودہ شکل اور ترتیب کس وقت
 اختیار کی ، لیکن ہندوستان کی قدیم ترین تصویروں میں ادنی
 بعض جزئیات کی موجودگی سے ثابت ہوتا ہے کہ دوسری صدی
 قبل مسیح میں یہ قصے زبان زد خلایق تھے

یہ عجیب بات پائی جاتی ہے کہ ان سب کے در در چہرے ہیں تا کہ وہ جینس (۱) کی طرح درزوں جانب دیکھ سکیں - سب سے اوپر والے شہقیر پر بودہ مذہب کے خاص امتیازی نشانات ہیں یعنی وسط میں دھرم چکر (۲) ہاتھیوں یا شیروں پر قائم ہے اور اُسکے درزوں طرف ایک ایک محافظ یکھا ہاتھ میں چوڑی لئے کھڑا ہے - محافظوں کے دائیں اور بائیں جانب ترشول یا تری رتن بنا ہوا ہے جو بودہ مذہب کی تثلیث یعنی بدھ، دھرم (قانون) اور سنگھا (مذہبی برادری) کی علامت ہے - ان خاص نشانوں اور تصویروں کے علاوہ پہاڑوں کے ستروں اور تمام بالائی حصے سنگتراشی کے خوبصورت ابھراں نقش سے سراسر اسے ہوئے ہیں، جنمیں بدھ کی سابقہ زندگی کے قصے (جانک -

(۱) جینس (Janus) شہر روم کی ایک عبادت گاہ کا نام ہے جو لڑائی کے زمانے میں دارالامان سمجھی جاتی تھی - اس عبادت گاہ میں جینس نام ایک بت تھا جسکے دو چہرے تھے - بعض محققین کی رائے ہے کہ جینس سے حضرت نوح ۴ (اور اُنکی اولاد) مراد ہیں جو طوفان سے قبل اور بعد کی دنیا کو اپنے درزوں چہروں سے دیکھ رہے ہیں - انگریزی مہینے جنوری کا نام اسی بت کے نام پر رکھا گیا ہے - (مترجم)

(۲) دھرم چکر کی تشریح کے لئے دیکھو صفحہ ۹۳ آئندہ

سے جس کے نیچے اسکو معرفت حاصل ہوئی تھی -
لیکن شکر ہی کہ ستریہ بھرہوت (۱) کے کتھرے پر جو
منبت کاری ہی اُسمین اس قسم کے اشکال و مناظر
کے نام و عنوان وضاحت سے درج ہیں اور انکی امداد
سے، نیز موسیو فوشے (۲) کی فاضلانہ تحریروں کی
مدد سے، سانچی کے اکثر مرقعون کی تعبیر ایسی
صاف طور سے ہو گئی ہے کہ اب شک و شبہ کی
گنجائش مطلقاً نہیں رہی - اور غالباً بہت زمانہ نہ گزرنے
پالیگا کہ باقی تصویروں کے مفہوم بھی ویسے ہی صاف
ہو جائینگے -

ایسی تصویریں جو
کئی جگہ کندہ
ہیں

پھاٹکوں کی سنگتراشی میں جو منظر دکھائے گئے
ہیں وہ کم و بیش پر تکلف اور ایک دوسرے بہت
مختلف ہیں - ان کا حال مجھے فرداً فرداً بالتفصیل
لکھنا پڑیگا - لیکن ساتھ ہی بہت سے سیدھے سادے
(۱) دیہو کنگھم صاحب کی کتاب ” دی ستریہ آف

بھرہوت “ (*The Stupa of Bharhut*)
(۲) دیہو دیباچہ کتاب ہذا - موسیو فوشے (M. Foucher)
نے ایک طویل اور نہایت قابل قدر مضمون ان تصاویر کے
علم الاصنام کے متعلق تحریر کر کے ازراہ کرم مصنف کو عنایت فرمایا
تھا اور مناظر کی جو تعبیر آگے چل کر بقائمی جائیگی وہ زیادہ تر
اسی مضمون کی مدد سے حاصل ہوئی ہے -

مراد ہیں ، پرواز کرتے ہوئے گندھرب (۱) (جو شہتیزوں کے سروں سے گویا آزا ہی چاہتے ہیں) ، اصلی اور خیالی چرند و پرند ، اور انواع و اقسام کے پھول پتے ، ہتھیار ، اور شاہی یا آرمائی نشان بھی نظر آتے ہیں ، جن سے اُس زمانے کے اہل کمال کے تخیل کا زور اور بوقلمونی نمایاں ہی ۔

کتبہ ان پہاڳڙوں پر جو کتبہ جا بجا کندہ ہیں انمیں بھی کٹھرے کے کتبوں کی طرح اُن عقیدتمند اشخاص یا مندلیوں کے نام تحریر ہیں جنہوں نے انکی تعمیر میں حصہ لیا ہی لیکن بد قسمتی سے اشکال و مناظر کے متعلق جو پہاڳڙوں پر کندہ ہیں ان کتبوں سے ہمیں ذرا بھی مدد نہیں ملتی اور انکی تعبیر اسوجہ سے اور بھی مشکل ہی کہ ہندی صنعت کے قدیم نمونوں میں بدھ کو اُسکی جسمانی تصویر کی بجائے عموماً کسی خاص علامت سے ظاہر کیا گیا ہی مثلاً اُسکے نشان قدم سے ، یا اُس چوکی سے جسپر وہ بیٹھا کرتا ، یا اُس متبرک درخت

اشکال و مناظر کی تعبیر

(۱) گندھرب (गन्धर्व) - ابتداء میں راجہ اندر کے گویے تھے لیکن جب اندر دیوتا نے بدھ کی برتری مان کر اُسکی خدمت میں گزاری اور پرستش اختیار کر لی تو یہ بھی بدھ کو پوجنے لگے ۔ پالی زبان میں گندھرب کو گندھرب (गन्धर्व) کہتے ہیں

رضع میں (یعنی آلتی پالتی مارے) بیٹھی ہوئی نظر آتی ہیں ، بعض جگہ مایا کے درڑوں طرف درناک ہیں جو یہاں ہاتھیوں کی شکل میں (دکھائے گئے ہیں - انہوں نے بودھ مذہب کی کتب متبرکہ کے مطابق نوزائیدہ بچے کو غسل دیا تھا مگر یہاں وہ خود) مایا (۱) پر پانی ڈالتے ہوئے دکھائے گئے ہیں ، اور بعض جگہ مایا کھڑی ہیں اور بچہ پیدا ہونیکو ہی - یہ آخری رضع اہل بودھ کی کتابوں کے بیانات سے زیادہ مطابقت رکھتی ہی اور زمانہ مابعد کے قندھاری صناعتوں نے اس واقعہ کی تصاویر میں صرف اتنا ہی اضافہ کیا ہی کہ بچے کو مایا کے دائیں پہلو سے نکلتا ہوا دکھا دیا ہی - ابتدائی صنعت میں یہ جدت ممکن نہ تھی ، کیونکہ بدھ کو کبھی جسمانی شکل میں نہیں دکھایا جاتا تھا -

(۱) ان مرقعوں میں مایا کی جو تصویر بنائی گئی ہی اسکو اکثر لکشمی یا لچھمی (دولت کی دیوی) سمجھا گیا ہی - موسیورٹس پر شخص ہیں جنہوں نے یہ معلوم کیا کہ اگرچہ لکشمی کو بھی اسی رضع میں دکھایا جاتا ہی مگر سانچہ میں اس قسم کی تصاویر سے مایا ہی مراد ہیں -

آرائشی نمونے اور خاص خاص نشان یا تصویریں ایسی بھی ہیں جو متعدد مقامات پر کندہ کی گئی ہیں - ان کا بار بار ذکر کرنا محض تضییع اوقات ہوگا - یہ نقش چار قسموں میں تقسیم ہو سکتے ہیں اور اب ہم انکا سلسلہ وار بیان کرتے ہیں :-

پہلی قسم میں وہ تصاویر داخل ہیں جو بدھ کی زندگی کے چار اہم واقعات ، یعنی اُسکی ولادت ، حصول معرفت ، وعظ اول اور وفات سے تعلق رکھتی ہیں - یہ تصویریں زیادہ تر مربع تھریوں اور اُن پتلے پتلے ستونوں پر کندہ ہیں جو شہتیزوں کے مابین نصب ہیں

بدھ کی زندگی کے
چار اہم واقعات

پیدائش :- ہندوستان میں خلاف عادت پیدائش کا نشان کنول کا پھول ہی ، - چنانچہ سانچے کے پھاڑوں پر بھی یہ نشان ایسی ہر لوح میں موجود ہی جس میں بدھ کی پیدائش کا منظر دکھایا گیا ہی - بعض الواح میں تو صرف گلدان (بہدر کہڑا - भद्रघट) میں کنول کے پھول رکھ کر اُن سے ولادت کے واقعہ کا اظہار کیا گیا ہی ، بعض میں بدھ کی والدہ مایا رانی ایک شگفتہ پھول کے اوپر ہندوستانی

غول کے غول حیوانات یا ناگا قوم کے معتقدین پرستش
میں مصروف ہیں -

وعظ اول: — حصول عرفان کے بعد پہلا وعظ جو
بدھ نے بنارس کے قریب سارناٹھ کے مرغزار آہر
(سنسکرت ' مرگدار - مڑگداو) میں کہا ' بدھ مذہب
کی اصطلاح میں اسکا نام دھرم چکر پرورتن (یعنی
مذہبی قانون کے پہیے کو پہرانا) رکھا گیا - اس نام کی
رعایت سے سنگتراشوں کی اصطلاح میں ” چکر “ یا پہیا
وعظ اول کا خاص نشان قرار پایا - سانچے میں یہ
پہیا کبھی تخت پر اور کبھی ستون کے اوپر دکھایا
گیا ہی (۱) - ستونوں پر چکر بنانے کا خیال یقیناً
اشوک کے اُس شیر والے ستون کو دیکھنے کے بعد پیدا ہوا
ہوگا جو شہنشاہ مذکور نے بنارس کے قریب سارناٹھ کے
مرغزار میں نصب کیا تھا (۲) -

- (۱) بعض ستونوں پر صرف شیر کی صورت ہی اور پہیا نہیں
ہی - ان سے بھی غالباً وعظ اول کا اظہار مقصود ہی
(۲) اس ستون کے اوپر والے شیر کی صورت اب سارناٹھ کے
عجائب خانے میں رکھی ہوئی ہے -

معرفت: — بدھ کی سمبودھی (سمبودھی) یا معرفت کامل کو، جو اسکو بودھہ کیا کے مشہور درخت کے نیچے حاصل ہوئی تھی، پیدل کے درخت (سنسکرت - آشرۂ - *अश्वत्थ*) کے نیچے تخت بچھا کر ظاہر کیا ہی۔ بعض جگہ صرف درخت ہی (۱) دکھایا گیا ہی مگر واقعہ کی عظمت کے لحاظ سے آسپر چتر اور طرے لگائے ہیں۔ بعض الواح میں، جہاں صنعت میں تخیل کا زور ہی، درخت کے علاوہ پرستش کرنے والے یا جاتری بھی دکھائے ہیں جو یا تو چڑھارے لارہے ہیں یا پرستش کی حالت میں ہیں۔ بعض تصاویر میں تخیل کا زور اور بھی زیادہ نمایاں ہی، ان میں مارا اپنے شیاطین کی فرج لگے کھڑا ہی یا

(۱) سانچی کی منبہ کاری میں درخت کا نشان واقعہ حصول معرفت کے علاوہ، بدھ کی زندگی کے دیگر واقعات کی طرف بھی اشارہ کرتا ہی۔ علاوہ ازیں سات بدھوں کو خاص خاص درخت بنا کر دکھایا ہی۔ یہ درخت پھانگوں کی تصویروں میں جابجا کندہ ہیں اور فرگسن صاحب نے غلطی سے ان کو ”درخت کی پرستش“ کی دلیل خیال کیا۔ (دیکھو فرگسن صاحب کی کتاب ”ٹری اینڈ سرپنٹ رشپ (Tree and Serpent Worship)

ہی ، جنوبی دروازے پر کُنبھانڈرن (۱) کے سردار
 رپر دُھک (۲) کا مجسمہ ہی ، اور مغربی اور مشرقی
 پہاٹکوں پر علی الترتیب ناگون (۳) کے راجہ رپر پائکش (۴)
 اور گندھرورن کے بادشاہ دھرت راشٹر (۵) کی تصویریں
 ہیں ۔ یکشارن کی چھوٹی چھوٹی صورتیں پتلے
 ستونوں پر بھی نظر آتی ہیں ۔

تیسری قسم کی تصاویر میں حیوان و طیور شامل
 ہیں جو قاعدہ کے ساتھ ایک دوسرے کے جواب میں
 ہمیشہ در در بنائے گئے ہیں ۔ پہاٹکوں کی سنگتراشی میں
 اس قسم کی جتنی تصویریں ہیں ان میں سب سے
 زیادہ نمایاں یا تورہ پیکر ہیں جو پرکالوں یعنی ستونوں کے
 تاجوں کی صورت میں ترتیب دئے گئے ہیں ، یا وہ
 شکلیں جو نقلی پرکالوں یعنی اُن اُبھراں تختیوں پر کندہ
 ہیں جو شہتیر کے روزگار کو تین غیر مساری حصوں میں

کُنبھاٹا: (۱)

ویردھک (۲)

ناگا: (۳)

ویرپاک (۴)

دھرتاڑ (۵)

وفات :- بدھ کی مہا پر نر ران (महापरिनिर्वाण) یعنی وفات کے واقعہ کو ستوپہ بنا کر دکھایا گیا ہی جسکے گرد انسانی اور ملکوتی پرستش کرنے والے کھڑے ہیں۔ سانچی کے سنگتراشوں نے گذشتہ زمانے کے سات بدھوں کو بھی (درختوں کے علاوہ) ستوپوں سے ظاہر کیا ہی۔

یکشا :- دوسری قسم میں یکشاؤں یا محافظوں کی تصویریں ہیں۔ یہ یکشا (۱) اُن محافظ پریوں یا یکشیرن کے صنف مقابل ہیں جنکا ذکر ہم پہلے کرچکے ہیں۔ ہر پھاٹک کے بازوؤں پر اندرونی جانب در یکشا ایک دوسرے کے مقابل بنے ہوئے ہیں۔ ان میں سے چار (یعنی ہر دروازے میں ایک ایک) تو غالباً لڑکیاں (۲) یا ”چار اطراف عالم کے محافظ دیوتا“ ہیں اور اُن کے ساتھ ایک ایک یکشا بطور خادم ہی۔ خدام کی تصویریں میں شمالی پھاٹک پر دولت کے دیوتا کبیر (۳) یا ویشران (۴) کی صورت

(۱) یچ

(۲) لڑکیاں

(۳) کبیر

(۴) ویشران

مورن سے اشک کی طرف اشارہ کرنا - تصور ہو کیونکہ یہ خوبصورت پرند موریا خاندان کا امتیازی نشان تھا (۱) -

چوتھی اور آخری قسم میں پھول پتی کا کام ہی جیسی افراط اور پُر تکلف آرائش ان آثار کی بہترین زینت ہی - عالم نباتات کے نمونوں کی نقل کرنے میں ہندوستان کے صناعتوں نے ہمیشہ ذوق سلیم کا ثبوت دیا ہی لیکن سانچے کے سنگتراشوں سے بہتر شاید ہی کسی نے نباتاتی نمونوں کو بنایا ہوگا -

اس آرائش کے بعض نمونے خارجی الاصل بھی معلوم ہوتے ہیں، مثلاً مغربی پھاٹک کے دائیں ستون پر (بیررنی جانب) جو انگر کی بیل بنی ہوئی ہے یا جنوبی پھاٹک میں (بائیں ستون کے) تاج پر جو ہلی شکل (Honeysuckle) کے پھول کی آرائش ہے - لیکن اکثر نمونے خالص ہندی وضع کے ہیں اور چونکہ وہ مناظر قدرت کے نہایت محکم مشاہدے کا نتیجہ ہیں اسلئے شامی یا ایرانی صنعت کے بہترین نمونوں سے کہیں رفیع و اعلیٰ ہیں -

تقسیم کرتی ہیں۔ ان نقلی پرکالوں پر جو جانور تراشے گئے ہیں انمیں بعض حقیقی ہیں اور بعض خیالی، بعض کوتل ہیں اور بعض پر سوار بھی ہیں، بعض کو ساز و سامان سے آراستہ دکھایا ہی اور بعض کو بالکل معرا۔

ان حیوانی تصاویر میں زیادہ تر بکرے، گھوڑے، بیل، ارنٹ، ہاتھی، شیر اور سیمرغ نظر آتے ہیں۔ سیمرغ اور پردار شیر کا خیال صریحاً مغربی ایشیا سے لیا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ مشرقی پھاٹک پر دو سواروں کی تصویریں نہایت دلچسپ ہیں (جو زیریں شہتیر کے اندرونی رخ، شمالی سرے کے مربع تھوئی پر تراشے ہوئے ہیں)۔ یہ سوار اپنی وضع قطع سے سرد ملک کے باشندے معلوم ہوتے ہیں اور ممکن ہے کہ ہندوستان کی شمال مغربی سرحد کے یا افغانستان کے رہنے والے ہوں۔ شہتیروں کے سرون کر آراستہ کرنیکے لئے بعض جگہ (مثلاً مشرقی پھاٹک کے درمیانی اور زیریں شہتیروں کے بیرونی رخ پر) ہاتھیروں اور مورن کی تصویریں بھی بنی ہوئی ہیں۔ یہ دونوں جانور بلا شبہ مذہبی یا دیگر روایات سے تعلق رکھتے ہیں اور ممکن ہے کہ

اور باقاعدہ ہی ۔ اس دروازے کے بائیں سترن پر نیچے
 کے حصے میں بدھ کے قدموں (۱) کے نشان ہیں
 جذم تلورن پر ایک ایک چکر بنا ہوا ہے ۔ یہ چکر
بدھ کا امتیازی نشان (۲) ہے کیونکہ اسکو چکرارتنی (۳)
 یا شہنشاہ عالم مانا جاتا ہے ۔ اس سترن کے بالائی
 حصے میں تری رتن کا نشان بھی دیکھنے کے قابل ہے
 جس کا مطلب صفحہ ۸۶ پر بیان ہو چکا ہے ۔
 ان نشانوں کے علاوہ سرستون کے قریب ، کنول کے پھولوں
 کے پاس ، جو عجیب و غریب شکل کے تعویذوں کی
 حمایتیں کھرتیرون پر لٹک رہی ہیں ، وہ بھی قابل
 دیدہ ہیں ۔

پھول پتی کی آرایش میں سب سے زیادہ خوبصورت
 اور دلکش یقیناً وہ نقش ہے جو مغربی پھاٹک کے
 دائیں سترن پر کندہ ہے (دیکھو تصویر پلیٹ ۴ -
 Plate IV) ۔ اس نقش میں انگوڑ کی پیل کی
 موجودگی خارجی اثر کی طرف اشارہ کرتی ہے اور
 ممکن ہے کہ اس نمونے کی ابتدا اسیربا کے ” شجر

(۱) پد (पद्) -

(۲) مہارشی لکشمی - महापुरुषलक्ष्मण -

(۳) چکرارتن - चक्रवर्तिन -

لباتانی نمونوں میں کنول، جو ہندسی پھولوں کا سرتاج ہی، اور بوندہ اور ہندو مذہب دونوں کے معتقدین کے نزدیک متبرک خیال کیا جاتا ہی، سانچہ کے سنگتراشوں کا منظور نظر ہی۔ دروازن کی منبت کاری میں اس پھول کو بہت سے دلکش طریقوں سے بنایا گیا ہی چنانچہ اسکی در عمدہ مثالیں مشرقی پھاٹک کے ستونوں کے بیرونی رخ پر نظر آتی ہیں۔ دائیں ستون کا نقش بہت باقاعدہ بلکہ قریب قریب ہندسی اصول پر بنا ہوا معلوم ہوتا ہی، تاہم جس جگہ کندہ کیا گیا ہی اُسکے لئے بالکل موزن ہی۔ بائیں ستون پر جو نقش ہی اُسکی طرز ساخت میں آزادی، صنعت کا زور اور رزائی پائی جاتی ہی، اور اس لئے وہ آنکھ کو بہلا معلوم ہوتا ہی اگرچہ عمارتی نقطہ خیال سے ایسا قابل تعریف نہیں کیونکہ بیل کی لہریادار ساخت ستون کی سنگین وضع سے کچھ مناسبت نہیں رکھتی اور اُسکے متعلق کسی قدر کمزوری کا خیال پیدا کرتی ہی۔

شمالی پھاٹک کے ستونوں پر جو کنول کے نقش بنے ہوئے ہیں اُنکی ساخت اور بھی زیادہ پر تکلف



WEST GATEWAY: DECORATION ON OUTER FACE OF RIGHT
PILLAR.

زندگی ” سے ہو - لیکن کنول کے شگوفوں اور پھول پلایوں کی طرز ساخت اور نیز اُن جانوروں کی ترتیب جنکے جوڑے آزمائی رفع میں بیل کی ڈالوں میں پشت بہ پشت کھڑے ہوئے دکھائے گئے ہیں ، سراسر ہندی ہی اور ہندی صنعت کی خصوصیات اُن میں صاف صاف نمایاں ہیں -

اب ہم مذبح کاری کے اُن پر تکلف نمونوں کی تفصیل و تشریح سلسلہ وار بیان کرتے ہیں جو (مذکورہ بالا تصاویر کے علاوہ) ستوپہ کلان کے پھاٹکوں پر کندہ ہیں :-

جنوبی پھاٹک

یہ پھاٹک اُن در پھاٹکوں میں شامل ہی جنکو میجر کرل نے سنہ ۸۳ - ۱۸۸۲ ع میں دوبارہ قلم کیا تھا - اس کے جدید حصے حسب ذیل ہیں :-

دائیں طرف کا ستون

بائیں طرف کا نصف ستون

نیچے کے شہتیر کا مغربی حصہ

دورمیانی شہتیر کا مشرقی حصہ

چھ پتلے پتلے ستون جو شہتیروں کو ایک دوسرے

جدا کرتے ہیں -

علاقہ برہن معلوم ہوتا ہی کہ پھاٹک کو دوبارہ قائم کرتے وقت انہی اور نیچے کے شہتیروں کا رخ بدل کر الٹا لگادیا گیا ، کیونکہ انکی منبت کاری میں جو تصاویر زیادہ اہم اور پُرلطف ہیں ان کا رخ باہر کی طرف ہونے کی بجائے ستوپے کی جانب ہی ۔

روکار - بالائی شہتیر - بدھ کی پیدائش کا منظر - وسط میں مایا کنول کے شگفتہ پھول پر بیٹھی ہیں - دائیں بائیں ایک ایک ہاتھی سوند اٹھائے انکے سر پر پانی ڈال رہا ہی - شہتیر کے باقی حصے پر کنول کا نقش ہی جسکے لہراتے ہوئے شگوفوں اور پتوں پر جابجا پرند بیٹھے ہوئے ہیں ۔

درمیانی شہتیر - اشوک کا رامگرام کے ستوپے کی زیارت کو جانا ۔

بدھ کی وفات کے بعد اُسکی راہ اور جلی ہوئی ہڈیاں پہلے آٹھ حصوں میں تقسیم کی گئی تھیں مگر بیان کیا جاتا ہی کہ راجہ اشوک نے انہیں سے سات حصوں پر قبضہ کر کے انہیں چوراسی ہزار ستوپوں میں دفن کر دیا جو اُس نے خود ہلوئے تھے ۔ لیکن

عورت پیچھے سے چڑھنے کی کوشش کر رہی تھی
 تالاب کے عقب میں ایک گنبد نما چہت کا مکان تھی
 جس میں سے کچھ عورتیں باہر کو جھانک رہی تھیں -
 معلوم نہیں کہ یہ منظر کس خاص واقعہ کی طرف
 اشارہ کرتا تھی -

نیچے والا شہتیر: — اس شہتیر پر پسندہ قد
 بونرن (۱) کی شکلیں کدہ تھیں جو ہاتھوں میں
 پھولوں کے ہار لٹے ہوئے منہ سے شجر رگل (۲) اگل
 رہے تھیں - دائیں جانب شہتیر کے سرے پر ایک
 خوب صورت مور بنا ہوا تھا جس کے عقب میں
 پہاڑ اور بیل بونے تھے -

پشت - بالائی شہتیر

درمیانی حصہ میں تین ستوپے تھے جن کے پہلو میں
 ایک ایک درخت تھے - درختوں کے سامنے تخت بچے
 ہوئے تھے اور انسانی اور ملکوتی ہستیاں ان کی پرستش
 کر رہی تھیں - ان درختوں اور ستوپوں سے گرتے اور اُس سے

(۱) کیچک - کویچک

(۲) "Spouting forth all summer." - انگلستان میں موسم

گرمی میں بہاؤ آتی تھی -

رامگرام واقع نپپال ترائی کے ستوپے میں بدھ کے جو ”آثار“ مدفون تھے ، وہ اشوک کے ہاتھ نہ آئے کیونکہ اس ستوپے کے جان نثار محافظین نے ، جو ناکا قوم سے تھے ، اشوک کی سخت مخالفت کی ۔

دیکھیئے ، شہتیر کے وسط میں ایک ستوپے کی تصویر ہی جسکے گنبد پر ایک کتبہ بھی کذبہ ہی ۔ (کتبہ میں لکھا ہی کہ یہ شہتیر بودھ مذہب کے مبلغ ایاجور کے شاگرد بالا مترا نے بنوایا تھا) ۔ ستوپے کے اوپر ملکوتی شکلیں ہاتھوں میں ہار لٹے ہوئے نظر آتی ہیں ۔ دائیں جانب شہنشاہ اشوک ہاتھیں ، سرورن ، اور پیادوں ، کے جلوس کے ساتھ ایک گاڑی میں سوار آ رہا ہی ۔ بائیں جانب ناکا قوم کے مرد و زن ، جنکی علم شکل و صورت انسانوں کی سی ہی مگر سر کے اوپر سائپوں کے پھن بنے ہوئے ہیں ، ستوپے کی پوجا کر رہے ہیں اور چڑھارے لا رہے ہیں یا ایک تالاب سے ، جس میں کنول کے پھول لگے ہوئے ہیں ، نکل نکل کر آ رہے ہیں ۔ شہتیر کے بائیں سرے پر کنولوں والے تالاب میں ایک ہاتھی نظر آتا ہی جسکی گردن پر مہارت اور پیٹھ پر دو عورتیں سوار ہیں اور ایک تیسری

ترجمہ — ”راجن سری ساکنی کے سنگتراشوں
 کے استاد یا سردار آند بن واسٹی کا عطیہ“ (۱)

شہتیر کے دونوں سروں پر ایک ایک گھوڑا بنا ہوا ہی
 جسکے ساتھ خدمتگار اور اڑپر چتر شاہی ہی - گھوڑا
 شہر کے دروازے سے نکلتا ہوا دکھایا گیا ہی - ممکن
 ہی کہ یہ گھوڑا گرتم کا گھوڑا کتھک ہو اور یہ منظر
 اسوقت کا ہر جبکہ گرتم نے ترک دنیا کے آرامے سے
 کیل رست کر خیباد کہا تھا *

درمیانی شہتیر - چھہ دفنا جانک

یہ قصہ اس طرح بیان کیا جاتا ہی کہ ایک دفعہ
 بدھی ستوا ہاتھی کی صورت میں پیدا ہوا - وہ ہاتھیوں
 کے ایک گلمے کا راجہ تھا اور گرہ ہمالہ کے دامن میں
 چھیل چھدفنا کے قریب ایک برگد کے درخت کے نیچے رہا
 کرتا ، عام ہاتھیوں کے در بڑے دانٹوں کی بجائے اُسکے
 چھہ دانٹ تھے (۲) اور قدر قامت میں بھی اور ہاتھیوں سے

(۱) اس کلمہ میں (سہ) حرف اضافت ہی (مترجم) -

(۲) قصہ کی ایک دوسری روایت کے مطابق بدھی ستوا کے
 دانٹوں سے چھہ رنگ کی شعامیں نکلتی تھیں -

پیشتر کے چہہ بدھ مراد ہیں (۱) - تین بدھوں کو ستوہوں سے اور چار کو اُن درختوں سے تعبیر کیا گیا ہے جنکے نیچے انہیں معرفت حاصل ہوئی تھی - دائیں سرے پر پیدل کا درخت ہے جو گوتم بدھ کا نشان ہے اور اُسکے بعد برگد ہے جو کسپ بدھ کی علامت ہے - باقی درختوں کی شناخت ابھی تھیک طور سے نہیں ہوئی - درمیانی ستوپے کے گنبد پر حسب ذیل کتبہ (براہمی رسم خط میں) تحریر ہے :-

سطر ۱ — رَانو سِرِی سَاتِکْنِی سَہ

سطر ۲ — اَرِیْسَنِی سَہ رَاسِتِہِی پَس سَہ

سطر ۳ — اَنَد سَہ دانم

۱—راناو سیرِی ساتکانِی س

۲—راوے سانی س واسیتو پوت س

۳—اناند س دانم

(۱) گوتم سے پیشتر کے چہہ بدھ حسب ذیل ہیں :-

وہسی، سکھی، رسیہور، ککر سدھہ، کرنا گمن، اور کسپ

تیریک، تیریک، تیریک، کاکولک، کونامانن ویر کاکولک



a. SOUTH GATEWAY: BACK: MIDDLE ARCHITRAVE. THE CHHADDANTA JATKA.



b. SOUTH GATEWAY: BACK: LOWEST ARCHITRAVE. THE "WAR OF THE RELICS".

بہت بڑا تھا - چَلَا سُبھَدَا اور مہا سُبھَدَا نامی ارسکی در
 بیویاں تھیں - چَلَا سُبھَدَا کو دوسری سے حسد ہوا اور اُس
 نے دعا کی کہ ”میں جب دوبارہ پیدا ہوں تو ایسا ہو
 کہ راجہ بنارس کی رانی بنوں تاکہ اپنے موجودہ شوہر
 سے انتقام لے سکوں“ - اُسکی دعا منظور ہوگئی اور وہ
 دوسرے جنم میں بنارس کے راجہ کی بڑی رانی بن
 گئی - تب اُس نے اپنی سلطنت کے تمام شکاریوں کو بلوایا
 اور انہیں سے ایک شکاری سونقوا نامی کو منتخب
 کر کے اُسکو چھ دانٹ والے ہاتھی کے مارنے کے لئے
 جھیل چھدنقا کی طرف روانہ کیا -

دیکھیے ، اس موقع میں بالین جانب بودھی ستوا
 کنول کے پھولوں سے کھیل رہا ہی ، ایک ہاتھی اُسکے
 سر پر چھتر لگائے کھڑا ہی اور دوسرا چوری ہلا رہا ہی
 جس سے اُسکے شاہی راتے کا اظہار ہوتا ہی - دائیں
 جانب یہی تصویریں دوبارہ بنائی گئی ہیں - یہاں
 بودھی ستوا مع چند اور ہاتھیوں کے درختوں کے سایے
 میں ٹھل رہا ہی ، اور سونقوا چٹانوں کی آرمیں چھہا
 ہوا تیر کمان طیار کر رہا ہی (Plate V, a) *

نیچے کا شہتیر۔ ”آثار“ یا ”تبرکات“ کی جنگ

یہ جنگ سات دیگر قبیلوں نے شہر کوسی نارا کے ملاؤں کے خلاف بدھ کے تبرکات پر قبضہ کرنے کے لئے کی تھی۔ شہتیر کے وسطی حصے میں شہر کوسی نارا کا محاصرہ دکھایا گیا ہے۔ دائیں اور بائیں جانب (اوپر کے حصے میں) فتحمذ سردار، جو ہاتھیوں پر یا گاڑیوں میں سوار ہیں، ”تبرکات“ کو ہاتھیوں کے سروں پر رکھ ہوئے اپنے اپنے علاقے میں لے جا رہے ہیں (۱)۔ قصے کا سلسلہ شہتیر کے سروں تک چلا گیا ہے اور ہرمیانی ابھراؤں مرقعوں پر جو ہاتھی بنے ہوئے ہیں وہ بھی صریحاً اسی قصے سے تعلق رکھتے ہیں (Plate V, b) *

بائیں جانب کا ستون۔ سامنے کا رخ۔

بالائی لوح :- جمشیدی رضع کا ایک ستون، بائیں جانب کا ستون پایہ دار کرسی پر قائم ہے۔ ستون کے اوپر بتیس دندان

(۱) اس لوائی کے بعد ”تبرکات“ کو دفن کر دیا گئے، راجگیر، ویشالی، کپل رست، رامگرام، آکپا، ریتھا، درپ، پارا، اور کوسی نارا میں ستون بنائے گئے۔

تھی (۱) - درخت کی عظمت کا اظہار چھتریوں اور
ہاروں سے کیا گیا ہے اور مندر کے اندر ایک چوکی رکھی
ہی جس پر تین قرشول بنے ہوئے ہیں ۔

اندرونی رخ - لوح زیریں :- بودھی ستوا (۲) کے
بالوں کی پرستش - ترستہ اشا یعنی تینتیس دیوتاروں
کی بہشت میں ،

(۱) اس مندر کے اوپر چھت نہ تھی - مقابلہ کر آتھینا دیبی
کے زیتون کے درخت سے جو قلعہ آیتھنز (یونان) میں مندر
آرکٹھین کے اندر ہے ۔

(۲) بودھی ستوا کے لفظی معنی ایسی ہستی کے ہیں جس
کا فطری میلان اور مقصد حصول معرفت ہو - گوتم اپنے تمام پہلے
جاموں میں نیز اپنی تاریخی زندگی میں بھی حصول معرفت
سے قبل تک بودھی ستوا تھا - اس جگہ اور اور جہاں کہیں اس
کتاب میں بودھی ستوا کا ذکر آیا ہے اُس سے گوتم ہی مراد ہے
مگر بودھ مذہب کے شمالی یا مہایانی فریق کے عقائد کے مطابق
گوتم کے علاوہ اور بھی بے شمار انسانی اور ملکوتی بودھی ستوا
گذرے ہیں جن میں سے مشہور یہ ہیں :- اوالوکی تیشورا ،
منجوشری ، مارچی ، سمند بہدر ، وجراپانی اور میتریا - انہیں
میتریا دنیا کا آخری بدھ سمجھا جاتا ہے اور ابھی ظاہر نہیں ہوا
ہے ۔

کا پہنچا ہی جسکے محیط پر بتیس ہی ترشول بنے ہوئے
 ہیں۔ پہلے سے دھرم چکر مراد ہی جو بدھ کے پہلے
 رُعط کا نشان ہی۔ پہلے کے دنوں طرف آسمانی ہستیاں
 ہاتھوں میں ہار لئے کھڑی ہیں۔ نیچے کی جانب
 جاتریوں کے چار گروہ ہیں اور آئے نیچے چند ہرن ہیں۔
 ہرنوں کی تصویر ذہن کو مرغزار آہو کی طرف منتقل
 کرتی ہی جہاں بدھ نے اپنا پہلا رُعط کہا تھا۔
 پرستش کرنے والوں کے ہر گروہ میں ایک راجہ اور چند
 عورتیں ہیں۔ یہ غالباً راجہ اشوک اور اُسکی رانیاں ہیں
 جو مرغزار آہو کی زیارت کرنے آئی ہیں۔

سامنے کا رخ۔ دوسری لوح۔ شہنشاہ اشوک اپنے
 حرم و خدم کے ساتھ گاڑی میں بیٹھا ہوا آ رہا ہے۔

اندرونی رخ۔ لوح اول و دوم :-

روکار کی پہلی لوح کے جواب میں جو لوح ستون
 کے اندرونی رخ پر ہی آسمین ہم دوبارہ راجہ اشوک کو
 مع دنوں رانیاں کے بدھ گیا کے مندر کے قریب دیکھتے
 ہیں جو اربرزالی لوح میں بنا ہوا ہے۔ اس مندر کو
 خود راجہ اشوک نے اُس مقدس پیل کے گرد تعمیر
 کرایا تھا جسکے نیچے گوتم بدھ کو معرفت حاصل ہوئی

اور تصاویر کی دلکش ساخت اور ترتیب نے عجب مکانی کیفیت پیدا کر دی ہے - ان خربڑوں سے ہم خود سمجھ سکتے ہیں (جیسا کہ اس لوح کے کتبہ (۱) سے بھی ظاہر ہے) کہ یہ تصاویر بھیلہ کے ہاتھی دانت کا کام کرنے والوں کی بنائی ہوئی ہیں -

پشت :- پشت کی جانب صرف ایک لوح ہے - اس میں بائیں طرف ایک شخص شاہانہ انداز سے اپنے ہاتھ میں ایک عورت کا ہاتھ لئے ہوئے ، شامیانے کے نیچے بیٹھا ہے - وسط میں ایک اور عورت ایک پشت چوکی پر بیٹھی ہے - دائیں طرف دو شخص کھڑے ہیں اور ان کے پیچھے ایک بچہ ہے جس کے ہاتھ میں شاید گلدستہ (۲) ہے - عقب میں ایک کیلے کا پیڑ ہے اور اوپر چیتیا مندر کی کھڑکی ہے جس کے درونوں طرف ایک ایک چھتری ہے - اس تصویر کا مطلب ٹھیک طور سے معلوم نہیں ہوا -

شمالی پھاٹک

روکار - بالائی شہتیر - آخری سات بدھ :- سنگی اس شہتیر کے روکار پر پانچ ستونے اور دو درخت بنے ہوئے

(۱) ودیشا کے ہی دنکارے ہی روپ کم کرم -

दिदिदिदि दनकारेदि दपकण कतम्

جہاں راجہ اندر کی حکومت ہی، بہت سے دیوتا جمع
 ہیں۔ راجہ اندر کو اس بات پر بہت ناز تھا کہ اُسکے
 پاس بودھی ستوا کے سر کے بال ہیں اور وہ اُن کی
 پرستش کیا کرتا۔ بودھ مذہب کی کتابوں میں
 یہ قصہ اس طرح مذکور ہے کہ راہبانہ زندگی اختیار کرنے
 سے پہلے گوتم نے اپنا شاہانہ لباس فقیرانہ کپڑوں سے
 تبدیل کیا اور اپنے لمبے لمبے بال تلوار سے کاٹ کر پگڑی
 سمیت اوپر کی جانب ہوا میں پھینک دیئے۔ دیوتارن
 نے ان بالوں کو فوراً لپک لیا اور تریستر نشا (یعنی ۳۳
 دیوتارن کے) بہشت میں لے گئے۔ اور اُنکی پرستش کرنے
 لگے (دیکھو پلیٹ ۶ شکل ۱ — Plate VI, a)۔

سامنے کا رخ - لوح زہرین :-

مذکورہ بالا لوح کے پہلو میں (سامنے کے رخ کی
 لوح پر) ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے دیوتا پاپیادہ یا
 گھوڑوں اور ہاتھیوں پر سوار جلد جلد بودھی ستوا
 کے بالوں کی پرستش کرنے جارہے ہیں۔ ہاتھیوں پر
 غالباً راجہ اندر اور اُسکی دونوں رانیاں سوار ہیں۔

اندرونی یعنی ۳۳ دیوتارن کے بہشت والی لوح
 کی مثبت کاری میں بے حد نزاکت پائی جاتی ہے

دامن عصمت کو آلودہ کرنے کے لئے بہشت سے اَلْمُبُوسَا نامی ایک پری بھیجی گئی جو اپنے مقصد میں کامیاب ہوئی۔ تین سال تک رشی کے ساتھ رہنے کے بعد اس پری نے ایک سنگ کو حقیقت حال سے آگاہ کیا مگر رشی نے اُسکی خطا معاف کر دی اور وہ بہشت کو واپس چلی گئی۔

دیکھئے، تصویر میں دائیں طرف نوزائیدہ بچہ، جسکی پیشانی پر ایک سینک ہی -، کنول کے پھول میں سے نکل رہا ہی جو کراماتی پیدائش کی علامت ہی - بچے کے پیچھے اُسکی مار، (یعنی ہرنی) کہتی ہی - اور لوح کے وسط میں یہی لَکَا، جواب جوان ہو گیا ہی، اپنے مقدس باپ کے نصایح سن رہا ہی - اُسکو نصیحت کی جارہی ہی کہ حسین عورتوں کے مکر سے ہوشیار رہے۔

زیریں شہتیر - درمیانی حصہ - رُسَنُتْرَا جاتک :-

بیان کیا جاتا ہی کہ بُدھ ہونے سے پہلے، اپنی سابقہ زندگی میں، بودھی ستوا نے راجہ بنارس کے ہاں شہزادہ رُسَنُتْرَا کی شکل میں جنم لیا اور ایثار و سخاوت

ہیں جو آخری سات بدھوں کی علامت ہیں ہر درخت کے سامنے تخت ہی - جاتری مرد اور عورتیں ان تختوں کے گرد کھڑی ہیں اور اوپر گندھرب آ رہے ہیں -

درمیانی شہتیر :- اس شہتیر پر بھی سات درخت اور انکے سامنے سات تخت بنے ہوئے ہیں جنکے درنوں طرف یاتری اور اوپر ملکوتی ہستیاں ہیں - بالائی شہتیر کے ستونوں اور درختوں کی طرح یہ بھی سات بدھوں کے قائم مقام ہیں -

زیرین شہتیر :- دایاں سرا - اَلْمُبوسا جاتک :-

اس جنم میں بوندھی سنوا تارک الدنیا ہو کر جنگل میں ریاضت کیا کرتا تھا - اس حالت میں ایک ہرنی اُسپر عاشق ہو گئی اور اُس ہرنی کے بطن سے ایک لڑکا پیدا ہوا جس نے اپنی ماں سے ایک سینگ ورٹے میں پایا - لڑکے کا نام اِسبی سنگا (رشی سرنگا) یا ایک سنگا رکھا گیا - بمرور ایام یہ لڑکا بھی اپنے باپ کی طرح ایسا بزرگ رشی بنا کہ اُسکی ریاضتوں کی وجہ سے دیوتاؤں نے راجہ شکرا کو بھی اپنے منصب کے چھن جانے کا خطرہ لاحق ہوا - چنانچہ اُسکے

ستوبہ کلان کے پھاٹک وغیرہ ۱۱۵

بچوں سمیت پا پیادہ سفر کرتا نظر
آتا ہی - جب راجگان چیتا کو بودھی سترا
کا حال معلوم ہوتا ہی تو وہ آکر
اُس سے درخواست کرتے ہیں کہ اُن
کے ملک میں رہے اور اُنپر حکومت
کریے لیکن وسنٹرا انکار کرتا ہی - لوح کے
حصہ زیرین میں جو شکلیں (مردوں اور
عورتوں کی) بنی ہوئی ہیں اور جن کے
ہاتھ الذچا کے انداز میں اوپر کواٹھے ہوئے
ہیں وہ انہیں چیتا شہزادوں کی تصویریں
ہیں - ان سے ذرا اوپر بودھی سترا مع اپنے
اہل و عیال کے شہر سے باہر ایک جھونپڑی
میں نظر آتا ہی جو راجگان چیتا نے اُسکے
رہنے کے لئے بنوادی ہی -

(ج) یہاں سے یہ قصہ شہتیر کی پُشت پر چلا گیا
ہی - دائیں سرے پر وسنٹرا جو
اہل و عیال سمیت کوہ رانکا کی طرف جا رہا
ہی ، ایک لٹ ر دق جنگل میں نظر
آتا ہی -

میں کمال حاصل کیا - رفتہ رفتہ آسنے اپنی تمام دولت ، اپنا سفید ہاتھی ، اپنی گاڑی اور گھوڑے ، اپنی اولاد اور آخر کار اپنی بیوی کو بھی خیرات میں دے ڈالا - اس نقش میں یہ قصہ نہایت تفصیل کے ساتھ دکھایا گیا ہے اور ایک مسلم شہتیر پر کندہ ہونے کی تنہا مثال ہے - قصہ شہتیر کے روزگار پر وسطی حصے کے دائیں پہلو سے شروع ہوتا ہے اور کئی حصوں میں منقسم ہے :-

(الف) حصہ اول میں شہزادہ اپنا سفید ہاتھی

خیرات دینے کی پاداش میں جلاوطن کیا جاتا ہے اور شہر پناہ کے باہر اپنے شاہی والدین سے رخصت ہو رہا ہے - اس کے بعد وہ اپنے بال بچوں سمیت ایک گاڑی میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے جسکو چار سندھی گھوڑے کھینچ رہے ہیں - ذرا آگے چل کر ہم دیکھتے ہیں کہ آسنے گاڑی اور گھوڑے بھی ایک برہمن کو دیدئے ہیں -

(ب) قصے کا دوسرا حصہ شہتیر کے بالئیں سرے

پر ہے - یہاں شہزادہ اپنی بیوی اور

تصریر بچوں کے دئے جانیسے قبل بنائی
 چاھئے تھی) - شہزادے کے ایثار کا آخری
 نظارہ لوح کے بالین حصہ میں دکھایا گیا ہی
 جہاں رہ اپنی بیوی بھی بطور خیرات
 دیتا نظر آنا ہی - لیکن بھلا ہو راجہ اندر کا
 جسکے توسط سے رسنتر کے بیوی بچے پھر آسکو
 واپس دلوا دئے جاتے ہیں (حسن اتفاق سے
 جو جگ بچوں کو لے کر اُنکے دادا کے محل
 کے پاس جانکلا تھا) - شہزادے کا اپنے
 بال بچوں سے ملنے کا منظر وسطی لوح کے
 بالین سرے پر ، بالائی گوشے میں ، دکھایا
 گیا ہی -

(۵) اور بچوں کا اپنے دادا کے محل میں پہنچنے کا
 واقعہ شہتیر کے بالین سرے پر بنایا گیا ہی -

پشت - درمیانی شہتیر - وسطی حصہ - بدھہ کو
 بھگانے کی کوشش :-

لوح کے بالین سرے پر بودہ گیا کا پپیل کا درخت
 ہی جس کے اوپر چھتری اور جھنڈیاں بنی ہوئی

(د) کوہِ رانکا پر پہنچکر شہزادہ ایک جھونپڑي
 ميں اقامت اختيار کرتا ہي - يہ جھونپڑي
 ديوتاؤں کے بادشاہ سُکرا نے اُسکے لئے
 جِلے سے طيار کروا رکهي تھي اور اسکے دروازے
 کے سامنے کيلے کے درختوں کي دوروبہ قطار
 لگوا دي تھي - کچھ آگے چل کر، لوح کے
 رُسط ميں، ہم دیکھتے ہيں کہ شہزادہ اچھے
 بچّوں کو بھي جُوجک نامي ايک برہمن
 فقير کو خيرات دے رہا ہي - اوپر کي
 طرف تين ديوتا، شير، چیتہ، اور شير بدر
 کا روپ بھر کر، بچّوں کي والدہ مَدِي کو
 جھونپڑي تک پہنچنے سے باز رکھتے ہيں -
 مَدِي کی بائیں جانب ايک تيرانداز
 (جسکو راجگان چیتا نے رُسفترا کي حفاظت
 کيلئے مقرر کیا تھا) جُوجک برہمن کو
 تير کا نشانہ بنانے کي دھمکي دے رہا ہي -
 اور نرا نيچے کي طرف جُوجک چھڑي
 ہاتھ ميں الٹے بچّوں کو ”هانکے“ لئے جارہا
 ہي - (اصل قصے کی رُو سے تيرانداز کي

کے دائیں نصف میں، مارا کی شیطانی فرج پرا باندھ
کھڑی ہی اور نرع انسانی کے عیوب و جذبات اور بیم
و ہراس کو استعارۃً انسانی شکلوں میں پیش کر رہی
ہی۔ ان خیالی تصویروں کے خط و خال کی ساخت
میں انتہا کا زور تخیل دکھایا گیا ہے اور انہیں اس درجہ
مضحک بنایا ہے کہ صناعان قندھار، اسی طرز میں،
اس خوبی اور زور کی ایک چیز بھی پیدا نہیں کرسکے۔

بالائی شہتیر - چھندنا جاتک :-

یہ مرقع آس تصویر سے بہت مشابہ ہے جو جنوبی
پھاٹک کے درمیانی شہتیر (کبی پشت) پر بنی ہوئی
ہی (دیکھو صفحات ۱۰۵، ۱۰۶) مگر اسمیں سونترا
شکاری نہیں دکھایا گیا۔ مثبت کاری کے لحاظ سے یہ تصویر
جنوبی پھاٹک والی تصویر کی نسبت ادنیٰ درجے کی
ہی اور اُسکی بھدی سی نقل معلوم ہوتی ہے (۱)۔

دایان ستون - روکار - بالائی لرح :-

بدھہ کا ۳۳ دیوتارن کی بہشت سے زمین پر اترنا۔

(۱) ان تصویروں کی اصطلاحی اور صنعتی خوبیوں کے متعلق
صفحات ۱۵۶ تا ۱۶۲ پر بحث کی گئی ہے۔

ہیں - درخت کے نیچے بدھ کا ”الماس کا تخت“ رکھا ہی (۱) جسپر وہ آسوت بیٹھا ہوا تھا جب آسنے (بدھ مذہب کے شیطان) مارا کی ترغیبات اور دھمکیوں کے مقابلے میں ضبط اور استقلال سے کام لے کر بدھ یعنی ”عارف کامل“ کا درجہ حاصل کیا - انسانی اور ملکوٹی ہستیاں تخت کی پرستش کر رہی ہیں - بالین طرف غالباً سجاتا گوتم کے واسطے رہ کھانا لا رہی ہی جو اُس نے حصول معرفت کے لئے اپنا آخری دھیان شروع کرنے سے پہلے تناول کیا تھا - لوح کے درمیان مارا ایک تخت پر بیٹھا ہی اور اُسکے ہمراہی شیاطین اُسکے ارد گرد جمع ہیں - مارا کے قریب سے چند عورتیں گوتم کے تخت کی طرف جا رہی ہیں - یہ غالباً مارا کی بیٹیاں ہیں جو اپنے ناز و غمزہ دکھا دکھا کر گوتم کو اُسکے مقصد سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہیں - دوسری طرف، یعنی لوح

(۱) آسوت بدھ چند مٹی گھاس پر بیٹھا تھا - اس گھاس کے فرش کو تخت الماس غالباً اس لئے کہا جاتا ہی کہ اس آزمائش کے موقع پر گوتم نے نہایت ثابت قدمی اور غایت درجے کے استقلال کا ثبوت دیا (مترجم) -

لرح دوم :- ایک راجہ گاڑی میں سرار ہو کر کسی شہر کے دروازے سے باہر نکل رہا ہی اور اُسکے آگے آگے ایک کوتل گھوڑا ہی ۔

یہ منظر مشرقی پہاٹک کی اُس تصویر سے بہت مشابہ ہی جسمیں کپل رست سے بدھہ کی روانگی کا نظارہ دکھایا گیا ہی ۔ فرق صرف اسقدر ہی کہ اُس تصویر میں گاڑی نہیں بٹائی گئی اور اِس مرقع میں گھوڑے پر چہتر نہیں دکھایا گیا جس سے بدھہ کی موجودگی کا اظہار ہوتا ۔ برخلاف اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ ایک شخص پانی کا کوزہ یا بدھنا (۱) ہاتھ میں لئے گھوڑے کے قریب کھڑا ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ کوئی چیز کسی شخص کو بطور عطیہ دی جا رہی ہی ۔ غالباً یہ اسوقت کی تصویر ہی جب راجہ شہودن اپنے تخت جگر گوتم بدھہ سے ملنے کے لئے کپل رست سے روانہ ہوتا ہی اور ملاقات کے بعد اُسکو ایک باغ عطا کرتا ہی ۔

لرح سوم - کپل رست والی کرامت کا منظر :-

اس لرح کا مطلب پرری طرح ذہن نشین کرنیکے لئے

اس بہشت میں بدھ کی والدہ مایا نے دوبارہ جنم لیا تھا اور بدھ انکو اپنے دین کی تلقین کرنے کے لئے وہاں گیا تھا - کہتے ہیں کہ بہشت سے زمین پر اترنے کا یہ واقعہ صربجات متحدہ کے قصبہ سنکسیہ یا سنکسیہ (۱) میں وقوع پذیر ہوا تھا -

دیکھئے، لرح کے وسط میں وہ کراماتی زینہ بنا ہوا ہے جسکے ذریعے سے بدھ، اندر اور برہما کو ساتھ لئے ہوئے، بہشت سے زمین پر آیا - زینے کے اوپر والے سرے کے قریب بدھ کا درخت اور تخت ہیں جنکے دونوں طرف چند دیوتا پرستش کی رضع میں ہاتھ باندھے کھڑے ہیں - جن جن بدھ نیچے اترتا ہے اور اور دیوتا اُس کی خدمت میں حاضر ہوتے جاتے ہیں - انمیں جو دیوتا چوری اور کنول کا پھول ہاتھ میں لئے زینہ کے دائیں جانب کھڑا ہے وہ غالباً برہما ہے - زینہ کے نیچے کے سرے پر تخت اور درخت دوبارہ بنائے گئے ہیں اور انکے دونوں طرف تین تین پرستش کرنے والے کھڑے ہیں - ان سے اس امر کا اظہار مقصود ہے کہ بدھ زمین پر واپس آگیا -

درخت (۱) اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہی کہ راجہ شُدھوئن نے اپنے بیٹے کی واپسی پر آسکوایلک باغ بطور انعام دیا تھا جس میں بر کے بہت سے درخت لگے ہوئے تھے۔ اس طرح یہ درخت مذکورہ بالا کرامت کا محل وقوع بتلاتا ہی۔ مقابلہ رالی تصویر میں جو سامنے کے رخ پر ہی، غالباً بدھہ کو اسی باغ کے اندر اپنے مریدوں اور معتقدوں کے حلقے میں بیٹھا ہوا دکھایا ہی۔

اندرونی رخ — بالائی لوح: — اس تصویر میں غالباً کسی ستوپے کے مرسوم کرنیکی رسم کا منظر دکھایا گیا ہی اور یہ بھی بعید از قیاس نہیں کہ اس سے بدھہ کی وفات کے واقعہ کا اظہار مقصود ہو۔

دیکھئے اس تقریب کے جشن میں بہت سے اشخاص رقص و سرود میں مصروف ہیں۔ انہیں سے بعض گرم لباس میں ملبوس اور اونچے اونچے جوتے یا بُوت پہنے ہوئے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ کسی سرد ملک کے رہنے والے ہیں۔ ان لوگوں کے خط و خال اور انکے حقیقت نما چہرے بالخصوص دیکھنے کے قابل ہیں۔

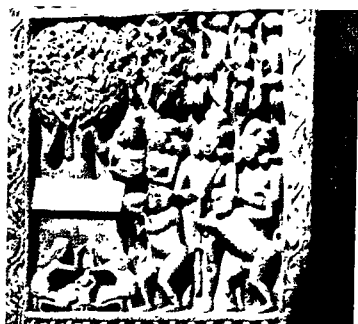
(۱) اسکو سنسکرت میں نیگرودھہ (अश्वमेध) کہتے ہیں۔

برابر والی لوح کا معائنہ بھی ضروری ہی جو اسی ستون کے اندرونی رخ پر کندہ ہی - واقعہ یہ ہی کہ جب بدھ حصول معرفت کے بعد اپنے وطن مالوف کپل رست کو لوٹا اور اسکا باپ راجہ شدھوٹن اپنے حشم و خدم کو لے کر اسکے استقبال کے لئے شہر سے باہر گیا تو (دونوں کے دروبر ہونیکہ رقت) یہ سوال پیدا ہوا کہ آیا باپ بیٹے کو پہلے سلام کرے یا بیٹا باپ کو - باپ تو صاحب تاج و تخت ہونے کی وجہ سے بلند مرتبہ تھا، اور بیٹے کو یہ شرف تھا کہ وہ بدھ یعنی ”عارف کامل“ کا رتبہ حاصل کرچکا تھا بدھ نے اس سوال کو ایک کرامت دکھا کر حل کر دیا یعنی وہ ہوا میں معلق ہو کر چلنے لگا -

دیکھئے، اندر والی لوح میں برگد کا درخت اور اُسکے سامنے تخت بنا ہوا ہی جو بدھ کی علامت ہی - درخت کے اوپر جو چیز ہوا میں معلق دکھائی ہی رہ رہ چبوترہ (چنکرم - चक्रम्) ہی جسپر بدھ چل قدمی کیا کرتا - یہاں اس چبوترے سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہی کہ بدھ ہوا میں چل رہا ہی - چبوترے کے اوپر چند گندھرب ہاتھوں میں ہار لٹے آ رہے ہیں - برگد کا



a. SOUTH GATEWAY: LEFT
PILLAR: INNER FACE.
WORSHIP OF THE HAIR
OF BODHISATVA.



b. NORTH GATEWAY: RIGHT
PILLAR: INNER FACE. THE
OFFERING OF THE MONKEY.



c. EAST GATEWAY: LEFT
PILLAR: FRONT FACE. THE
MIRACLE OF BUDDHA WALKING
ON THE WATERS.



d. WEST GATEWAY: RIGHT
PILLAR: FRONT FACE. THE
MAHAKAPI JATAKA.

لوح سوم :- بندر کا بدھ کی خدمت میں شہد کا پیالہ پیش کرنا -

اس لوح میں بدھ کو بیپل اور تخت سے ظاہر کیا ہی جنکے گرد بہت سے معتقد پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں (دیکھو تصویر پلیٹ ۶ - ب - Plate VI, b) بندر کی تصویر دو مرتبہ بنائی گئی ہے ، پہلے شہد کا پیالہ ہاتھ میں لئے ہوئے اور پھر خالی ہاتھ جبکہ وہ نذر پیش کر چکا ہے - قندھاری تصاویر میں بھی اس واقعہ کو قریب قریب اسی طرح دکھایا گیا ہے (۱) -

لوح سوم - اس نقش کی تشریح صفحات ۱۲۱ تا ۱۲۳ پر روزگار کی تیسری لوح کے بیان میں ہو چکی ہے -

پشت - پشت کی جانب صرف ایک ہی لوح ہے - اس کے وسط میں بدھ کا تخت اور درخت ہی اور کچھ یا تری نذرانے لائے ہیں - اس تصویر کے واقعہ کی شناخت نہیں ہو سکی -

(۱) اس قصے کا محل وقوع عموماً ریشا لی خیال کیا جاتا ہے مگر بعض مصنفین نے مٹھرا اور بعض نے شراستی بھی لکھا ہے (دیکھو موسیر فوشے کی تالیف ” لارٹ گریکو بدھیلک “ صفحہ ۵۱۲)

بایان ستون - رُوکار - اس رخ کی اکثر تصویریں بایان ستون
شہر شرارستی سے تعلق رکھتی ہیں -

بالائی لوح :- وسط میں ام کا درخت ہی جسکے
سامنے بدھ کا تخت رکھا ہوا ہی - بدھ کے گرد اُسکے
مریدوں یا چیلوں کا حلقہ ہی جنمیں سے کچھ تو درخت
پر لٹکانے کے لئے ہار لارہے ہیں اور کچھ پرستش کے انداز
میں ہاتھ باندھے کھڑے ہیں - بدھ مذہب کی
جو کتابیں پالی زبان میں لکھی ہوئی ہیں انکے مطابق
شرارستی کی وہ مشہور کرامت جبکہ بدھ ہوا پر
چلا ، اُسکے پاؤں سے آگ کے شعلے نکلے اور سر سے پانی کی
ندیاں بہنے لگیں ، ام کے ہی ایک درخت کے نیچے
دکھائی گئی تھی ، لیکن مرقع میں اس کرامت کی
کوئی خاص علامت نظر نہیں آتی -

لوح درم :- شرارستی کا جیتارن باغ -

اس باغ میں بدھ کی سکونت کے تین مکاں ،
گندھ گئی ، کشمبہ گئی اور کروری گئی ، دکھائے گئے
ہیں جو بدھ کو نہایت مرغوب تھے - ہر مکان کے سامنے

ممکن ہی کہ یہ راجہ اندر کی بہشت نندن ہو جسکی تصویر ستریہ نمبر ۳ کے پہاڑک پر بھی دکھائی گئی ہے۔ اس بہشت میں عیش و عشرت کی چہل پہل اور نفسانی خواہشات کی گرم بازاری ہی -

اندرونی رخ - اس رخ پر جو ابھران تصویریں بنی ہوئی ہیں وہ سب شہر راجگیر سے تعلق رکھتی ہیں -

بالائی لوح :- راجگیر کے قریب غار اندر شال میں اندر دیوتا کا بدھ کی زیارت کو آنا :-

لوح کے بالائی حصہ میں ایک مصنوعی غار ہی جس کا رکار بدھ مذہب کی ان قدیم عبادتگاہوں کے رکار سے مشابہ ہے جو مغربی اور وسطی ہند کے پہاڑوں میں تراشی ہوئی ہیں۔ غار کے دروازے کے سامنے ایک تخت بدھ کی موجودگی کا اظہار کر رہا ہے۔ اوپر چٹانوں میں چند درندے جانور نظر آتے ہیں، ان سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ غار کسی بہشت خیز جنگل میں واقع ہے۔ ذرا نیچے راجہ اندر اور اسکے رفقاء پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں لیکن یہ تمیز کرنا

بدھ کا تخت بنا ہوا ہے - یہ باغ آناٹہ پنڈک نامی ایک ساہوکار نے اتنی ہی اشرفیوں کے عوض خرید کر بدھ کی خدمت میں پیش کیا تھا جتنی کہ باغ کی سطح زمین کو ڈھانپ سکی تھیں - یہی وجہ ہے کہ لوح کے حصہ زیریں پر قدیم ہندی سکے (کار شاہن - कार्षापण) ہوتے دکھائے ہیں - اس واقعہ کی ایک تصویر بھرہوت (واقعہ ریاست ناگود - وسط ہند) میں بھی بنی ہوئی ہے جس میں سکوں کی جزئیات زیادہ واضح ہیں -

لوح سوم :- اس لوح میں جو طویل اور کشادہ منڈپ بنا ہوا ہے وہ شرستی کے اُس منڈپ (मण्डप) کو یاد دلاتا ہے جسکی تصویر بھرہوت کی ایک لوح میں دکھائی گئی ہے -

لوح چہارم :- ایک شاہی جلوس کا دروازہ شہر سے نکلتا - یہ غالباً راجہ پرسنجیت رائی کرشلہ کی جو بدھ کا استقبال کرینگے لئے شرستی سے باہر آ رہا ہے -

لوح پنجم :- یہ تصویر پھانکوں کی چند اور تصویروں سے بہت مشابہ ہے لیکن اسکا مطلب واضح نہیں ہوتا -

مشرقی پھاٹک

سنگی شہنشاہ

روکار - بالائی شہنشاہ - آخری سات بدھ :-

اس لوح میں سے اور آخری بدھ کو اُنکے اشجار
معرفت ے سامنے تخت بفاکر اور باقی پانچ کو ستوپوں
ے ذریعہ ، جنمیں اُنکے ” آثار “ دفن کئے گئے تھے ، ظاہر کیا
ہی - ستوپوں اور درختوں ے گرد حسب معمول افسانی
اور ملکوتی پرستش کرنے والے کہتے ہیں -

درمیانی شہنشاہ :- کپل رست سے بدھ کی روانگی

(بہ عزم ترک دنیا) :-

دیکھئے ، (پلٹ ۷ ، الف - Plate, VII, a) لوح
ے بائیں حصے میں کپل رست کا شہر ہی جسکے گرد
فصیل اور خندق بنی ہوئی ہی - بدھ کا گھوڑا کنٹھک
شہر ے دروازے سے باہر آ رہا ہی ، اُس ے سمون کو
چند دیوتا ہتھیلیوں پر سنبھالے ہوئے ہیں ، چندک
سائیس ے ہاتھ میں چتر ہی جس سے اُسکے آقا کی
موجودگی کا اظہار ہوتا ہی ، اور بہت سے دیوتا بدھ
کی خدمت ے لئے اُسکے ہمراہ ہیں - اس مجموعہ
تصاویر کو متواتر چار دفعہ بناکر اور دائیں جانب جاتا ہوا

ناممکن ہی کہ ان میں خود راجہ اندر کونسا ہی اور اس کا گویا پنچاشکھہ، جو اس موقعہ پر آئے ہمراہ تھا، کونسا ہی۔

لوح دوم: — ایک بادشاہ کا اپنے جلس سمیت دروازہ شہر سے باہر آنا۔ چونکہ ستون کے اس رخ کی تصویریں راجگیر کے ساتھ بالخصوص تعلق رکھتی ہیں اس لئے اغلب یہ ہی کہ یہ بادشاہ یا تو بمبئی سارا ہی یا آجات شتر جو بدھ سے ملنے کے لئے کوہ گدھہ کوٹ پر جا رہا ہی اور شہر راجگیر ہی۔

لوح سوم: — بانس باڑی (वेणुवन)

واقع راجگیر: — لوح کے وسط میں بدھ کا تخت ہی جس کے گرد آئے معتقد دست بستہ کھڑے ہیں۔ اس مقام کی تعیین بانس کے درختوں سے ہوتی ہی جو لوح کے دونوں طرف بنے ہوئے ہیں۔

پشت — بدھ کی وفات یا نروان: — اس واقعہ کا اظہار ایک ستویہ بفاکر کیا گیا ہی جس کے گرد پرستش کرنے والے جمع ہیں۔

ہی جسکر بودھی ستوا نے بعد ازان اپنا مُسلک بنایا ۔
 ناظرین کو معلوم ہوگا کہ سندھارتھ نے اپنا پہلا دھیان
 جامن کے درخت کے نیچے کیا تھا جس کا سایہ ،
 جب تک کہ بودھی ستوا اُسکے نیچے بیٹھا رہا ، مطلقاً نہ
 کھسکا تھا ۔ (دیکھو پلیٹ ۷ - الف - Plate VII, a)
زیرین شہتیر — آشوک کا بودھی درخت کی زیارت
 کو آنا :—

وسط میں بودھ گیا کا پپیل اور مندر ہی ، بائیں
 طرف بہت سے گویے اور جائری ہاتھوں مدن پانی کے
 برتن لئے کھڑے ہیں اور دائیں جانب ایک ساھی جلوس
 ہی جس میں ایک راجہ اور رانی ہاتھی سے اُتر کر
 درخت کی پرستش کرتے نظر آتے ہیں (دیکھو پلیٹ
 ۷ ب - Plate VII, b) ۔ یہ راجہ آشوک اور اُسکی
 رانی تشیا رکھشیتا ہیں جو بودھی درخت کو پانی دینے
 اور اُسکی قدیم سرسبزی اور خوبصورتی کو بحال کرنے
 کی غرض سے آئے ہیں ، کیونکہ رانی نے حسد نے جوش
 میں درخت پر جادو کر دیا تھا ۔ شہتیر کے سروں پر موزوں
 کے جوڑے بے ہولہ ہیں ۔ ممکن ہی کہ ، انہی آشوک

دکھا کر شہزادے کے سفر کا اظہار کیا گیا ہی۔ قرابے پر پہنچ کر بدھ اپنا گھوڑا اور سائیس کپل رست کو واپس بھیج دیا ہی (۱) اور بقیہ سفر پا پیادہ طے کرتا ہی اس پیدل سفر کو بدھ کے متبرک نقش پا بنا کر ظاہر کیا ہی جن کے اوپر ایک چھتر سایہ افکن ہی - وہ تین غمزدہ تصویریں جو نقش کے دائیں سرے پر، زیریں گوشے میں، گھوڑے کے پیچھے بنی ہوئی ہیں ان یکشارن کی معلوم ہوتی ہیں جو سدھارتھ کی روانگی پر افسوس کرتے ہوئے شہر سے اُسکے ہمراہ آئے تھے (قندھاری تصاویر میں شہر کی دیہی کو بھی، جسکی طرز ساخت یونانی ہی، گوتم کی روانگی پر افسوس کرتے ہوئے دکھایا ہی) - لیکن ممکن ہی کہ یہ لوگ یکشا نہ ہوں بلکہ وہ قاصد ہوں جنکو راجہ شدھومون نے شہزادے کو واپس لانے کی غرض سے بھیجا تھا -

لوح کے بیچ میں سنگدراش نے جامن کا درخت بنایا ہی جسکی علت غائی بظاہر بودھی سترا کے پہلے مراقبہ یا دھیان کو یاد دلانا اور اُس طریق کا اظہار کرنا (۱) ”ندار کتھا“ کی دو سے گھوڑے نے اُسی جگہ دم دیدیا تھا جہاں دون نے اُسکو چہرڑا تھا -



a. EAST GATEWAY. FRONT. MIDDLE ARCHITRAVE. THE DEPARTURE OF BUDDHA
FROM KAPILAVASTU.



b. EAST GATEWAY. FRONT. LOWEST ARCHITRAVE. THE VISIT OF ASOKA AND HIS QUEEN
TO THE BODHI TREE.

کی طرف اشارہ مقصود ہو کیونکہ یہ خوبصورت پرنس (۱)
خاندان موریہ کا خاص نشان تھا۔

پشت :- بالائی شہتیر - آخری سات بدھ -
ان کو حسب معمول چوکیدوں اور ان درختوں سے ظاہر
کیا گیا ہی جس کے نیچے انہیں معرفت حاصل ہوئی
تھی - انسانی اور ملکوتی ہستیاں درختوں کی پرستش
کر رہی ہیں -

درمیانی شہتیر - واقعہ حصول معرفت (سمبودھی -
سنبوادی) - شہتیر کے وسط میں بدھ کا تخت اور اُس کے
پیشے بوندہ گیا کا پیدل ہی جس کے نیچے بدھ کو معرفت
حاصل ہوئی تھی - چپ و راست ، اصلی اور خیالی
حیوان و طیور اور ناگ قوم کے افراد ہیں جن سے اس
خیال کا اظہار مقصود ہی کہ بدھ کی نئی (روحانی)
بادشاہت ہر قسم کی مخلوق پر حاوی ہے - ناگوں کی
موجودگی مچلندا کے افسانے کو یاد دلاتی ہے جس نے
واقعہ حصول معرفت کے بعد بدھ کے ارہر اپنے پہن کا سایہ

(۱) پالی زبان میں مور یعنی طاؤس کو مور اور سنسکرت
میں موریہ (स्युर) کہتے ہیں -

کر کے بارش سے آسکی حفاظت کی تھی۔ مچلندا ایک جھیل کا محافظ (ناگ) دیوتا تھا جو شہر گیا کے قریب واقع تھی۔

زیریں شہنیر :— وسط میں ایک ستوپہ ہی جسپر چڑھارا چڑھانے کے لئے بہت سے ہاتھی پہلرن اور پہلرن کی پیشکش لارہ ہیں۔ ممکن ہی کہ یہ ستوپہ رامگرام کا ستوپہ ہو اور اُس کے (ناگا) محافظ، جنہوں نے اشوک کو بدھ کے آثار پر قبضہ کرنے سے باز رکھا تھا، یہاں ہاتھیوں کی شکل میں دکھائے گئے ہوں (دیکھو صفحہ ۱۰۲)

دایان ستون - روکار - دیوتارن کے چہہ ادنی دائیں جانب کا ستون ہمیشہ (۱) جن میں نفسانی جذبات ابھی تک مغلوب نہیں ہوئے۔ نیچے سے شروع کر کے یہ بہشت حسب ذیل ہیں :—

۱۔ لورکپال یا چنر مہاراجیکا (۲) یعنی چار

(۱) دیورک (دیو لک یا) کامارچار

(۲) لورکپال: چنر مہاراجیکا

دوسرے اشخاص انکے لئے پیدا کرتے ہیں
 مارا (یعنی شیطان) ان کا بادشاہ ہی -

مذکورہ بالا بہشتوں کو ایک شش منزلہ محل کی
 ایک ایک منزل سے ظاہر کیا گیا ہے - ہر منزل کا رکار
 ستونوں کے ذریعے تین حصوں میں منقسم ہے جو یا تو
 نقش و نگار سے بالکل معرا ہیں یا جمشیدی طرز کے
 خوبصورت تاجروں سے آراستہ ہیں - ہر لوح کے وسط میں
 ایک دیوتا بیٹھا ہے جس کا انداز نشست ہندی
 راجاؤں کے انداز سے مشابہ ہے - آسکے دائیں ہاتھ میں
 رجر (वज्र) اور بائیں میں امرت (अमृत) کی مراحی ہے
 اور پیچھے خادمہ عورتیں شاہی چہتر اور چوری لئے کھڑی
 ہیں - دیوتا کی دائیں جانب ، کسی قدر پست چوکی
 پر ، آس کا نائب السلطنت (آپراجہ - उपराज) بیٹھا
 ہے اور بائیں طرف دربار کی ناچنے والی عورتیں
 مصروفِ رقص و سرود ہیں - ذرا ذرا سے فرق کے ساتھ
 یہی تصویریں سب بہشتوں میں پائی جاتی ہیں اور
 ان ہم شکل تصاویر کی بار بار تکرار سے اہل بودھ کی
 بہشتوں کے سامان عیش و آسائش کی یکرنگی اور
 بے مزگی کا بہترین اندازہ ہو سکتا ہے -

عظیم الشان بادشاہوں کی بہشت جو چار
گوشہ عالم کے مدارالمہام ہیں -

۲ — تریسترنشا (۱) یعنی تینتیس دیوتارن کی
بہشت جن کا صدر شکرا ہی

۳ — وہ بہشت جسپر موت کا دیوتا (یاما) حکمران
ہی اور جہاں دن اور رات کا تغیر نہیں
پایا جاتا -

۴ — تشیقتا بہشت - تمام بودھی ستوا، نوع انسانی
کے نجات دہندہ بنکر روئے زمین پر آئیں
پلے اسی بہشت میں پیدا ہوتے ہیں -
متیریا بودھی ستوا بھی آجکل اسی میں
اقامت گزین ہی -

۵ — برمانرتیون کی بہشت جو اپنے عیش و عشرت
کے سامان خود ہی پیدا کر لیتے ہیں -

۶ — پریرنرم و شررتن دیوتارن کی بہشت - ان
دیوتارن کے عیش و عشرت اور تفریح طبع کے سامان

لوح درم :- اس لوح کے بالائی حصے میں بدھ کی والدہ ”مایا کا خواب“ یا ”بودھی سترا کے حمل میں آنے کا واقعہ“ دکھایا گیا ہے۔ رانی مایا محل کے ایک بالاخانے میں محو خواب ہیں، - اور بودھی سترا ایک چھوٹے سے سفید ہاتھی کی شکل میں آسمان سے اتر رہا ہے (۱)۔ اس نظارے سے بودھ مذہب کے پیرو بہت اچھی طرح واقف تھے اور (چونکہ یہ واقعہ کپل رست کا ہے اس لئے) مرقع میں جو شہر دکھایا گیا ہے اُسکی شناخت میں اس نظارے سے بہت مدد ملتی ہے۔ ذرا نیچے کو ایک شاہی جلوس شہر کے بازاروں میں سے ہوتا ہوا دروازہ شہر سے باہر نکل رہا ہے یہ راجہ سدھون کا جلوس ہے۔ جو اپنے بیٹے کی مراجعت پر اُس سے ملنے کے لئے جا رہا ہے۔ حصہ زیریں میں بدھ کی ہوا میں چلنے کی کرامت دکھائی گئی ہے (دیکھو۔ شمالی دروازے کے بیان میں اس کرامت کی تفصیل، صفحہ ۱۲۲)۔ سب سے نیچے بائیں کونے میں برگد کا درخت اُس باغ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو راجہ سدھون نے اس مرقع پر بدھ کو نذر دیا تھا۔ شمالی پہاڑک کی طرح اس لوح میں

ستون کے اس رخ کی سب سے بالائی لوح نیچے والی
 بہشتوں سے مختلف ہی - اس میں در شخص ایک
 چبوترے پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انکے نیچے خدام کھڑے
 ہیں - یہ شاید برہما لوک کی زیریں بہشت ہی - اہل
 بدھ کے عقاید کے بموجب برہما لوک مذکورہ بالا ادنیٰ
 بہشتوں سے ارفع و اعلیٰ ہی -

دایان ستون - اندرونی رخ - ستون کے اس
 رخ پر گوتم بدھ کی جائے پیدائش یعنی شہر کپل رستہ
 کے راقعات دکھائے گئے ہیں :-

بالائی لوح - راجہ شدھودن کا بدھ کی تعظیم
 بجا لانا :-

وسط لوح میں بدھ کا شجر معرفت اور تخت ہی -
 انکے گرد پرستش کرنے والوں کا مجمع ہی جس میں
 بدھ کا باپ راجہ شدھودن بھی تخت کے سامنے کھڑا
 ہوا نظر آتا ہی - راجہ کے سر پر ویسا ہی تاج ہی
 جیسا اس سے نیچے والی لوح میں ہی - اس موقع
 میں گوتم بدھ کی مراجعت کپل رستہ کے وقت راجہ
 شدھودن کا اپنے بیٹے کو تعظیم دینے کا واقعہ دکھایا ہی -

اوپر کی لوح میں بہت سے دیوتاؤں کی در صفیں نظر آتی ہیں جو اپنی آسمانی بہشتوں سے نیچے کی طرف دیکھ رہے ہیں (۱)۔

لوح سوم: — بدّھ کی پانی پر چلنے کی کرامت (پلیٹ ۶ ج - c - Plate VI) دیکھئے ' دریائے نیرنجنا طغیانیدوں پر ہی ارز کاشپ اپنے ایک چیلے ارز ایک ملاح کو ہمراہ لئے کشتی میں سوار ہو کر بدّھ کو بچانے کی غرض سے لپکا ہوا جا رہا ہی - ذرا نیچے بدّھ ' جسکو مجازاً اُس کے چنکرہ یا چہل قدمی کرنیکے چہوتے سے ظاہر کیا ہی ' پانی پر چلنا ہوا نظر آتا ہی - ارز لوح کے حصہ زیریں میں کاشپ ارز اُس کا چیلہ ' جنکی تصویریں در مرتبہ بذاتی گئی ہیں ' پرستش کی وضع میں ہاتھ باندھے بدّھ کے سامنے خشک زمین پر کھڑے ہیں (یا شاید دندرت کر رہے ہیں) اس موقع پر بدّھ کا قائم مقام اُس کا تخت ہی جو نقش کے حصہ زیریں میں دائیں ہاتھ کو رکھا ہوا ہی -

(۱) اس لوح کا مفہوم واضح نہیں ہی - ممکن ہی کہ اس میں شراستی رالی کرامت کا منظر دکھایا گیا ہو۔

بھی بدھ کے ہوا میں چلنے کو چنکرم (चंक्रम) یا
چپوکرے سے ظاہر کیا ہی - راجہ اور اُسکے ہمراہیوں کا
ہوا میں چلتے ہوئے بدھ کی طرف اوپر کو مذہ اُٹھا اُٹھا
کر دیکھنا نہایت دلچسپ ہی -

پشت — واقعہ حصول معرفت: — وسط لوح میں
پپیل کا درخت ہی جسکے چاروں طرف مربع کٹہرہ بنا
ہوا ہی - درخت کے دونوں طرف پرستش کرنے والے اور
اوپر منکوتی شکلین ہیں -

زور کار — لوح اول و دوم - بدھ کا معرفت حاصل
کرنا - اوپر سے دوسری لوح میں بودھ کیا کا مندر ہی
جسکو راجہ اشوک نے ”شجر معرفت“ کے گرد تعمیر
کروایا تھا - مندر میں بدھ کا تخت رکھا ہی اور اُسکے
بالائی درختوں سے مقدس درخت کی شاخیں نکل کر
باہر کو پھیلی ہوئی ہیں یہ درخت اور تخت بدھ کے
حصول عرفان کا اظہار کرتے ہیں - مندر کے دائیں بائیں
چار شخص پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں - یہ
غالباً لوکیال یعنی چار اطراف عالم کے محافظ
بادشاہ ہیں -

بائیں جانب کا ستون

پیس رہی ہی اور ایک مرد اُسکے پاس کھڑا ہی - ان کے قریب ہی دائیں طرف ایک دوسری عورت کھڑی ہوئی میز پر کچھ کام کر رہی ہی تیسری مُوسل لئے اڑکھلی میں دھان کوٹ رہی ہی اور چوتھی چھاج میں چارل لے کر سٹوار رہی ہے - حصہ زیریں میں دریائے نیرنجنا دکھایا گیا ہی جسکے کنارے پر بہت سے مریشی جمع ہیں اور ایک عورت دریا سے ایک گھڑا پانی لے رہی ہی - یہ بات قابل توجہ ہی کہ شہر بہر میں صرف ایک شخص کے ہاتھ دعا کی حالت میں ہیں -

روح درم - اڑلوا کے آتشیں مندر میں بدھ کا اڑدھ کو مغلوب کرنا :- یہ قصہ اسطرح بیان کیا جاتا ہی کہ کاشپ کی خانقاہ کے قریب ایک آتشیں مندر تھا (۱) جس میں ایک خوفناک اڑدھا رہا کرتا - بدھ نے کاشپ سے اس مندر میں ایک رات بسر کرنے کی اجازت حاصل کی - رات کو اس اڑدھے نے آگ اور دھوئیں کے ساتھ بدھ پر حملہ کیا مگر بدھ نے بھی

(۱) اہل برما کی کتابوں میں کاشپ کا باروچی خانہ لکھا ہی -

لوح زیریں :- راجہ بمبئی سارا شہر راجگیر سے اپنے شاہی حشم و خدمت کے ساتھ بدھہ کی ملاقات کو چارہا ہی - بدھہ کو اُسکے تخت سے ظاہر کیا گیا ہی - یہ واقعہ کاشپ کے برہ مذہب اختیار کر لینے کے بعد کا ہی - کاشپ کو اپنے پیروں میں شامل کرنے کے لئے بدھہ کو بہت سی کرامتیں دکھانی پڑی تھیں جنہیں سے ایک اور کی لوح میں منبت ہی -

بایان ستون - اندرونی رخ - ستون کے اس رخ پر اُن کرامتوں کے منظر کندہ ہیں جنکے ذریعے بدھہ نے کاشپ برہمن اور اُسکے چیلوں کو اپنا معتقد بنایا تھا :- بالائی لوح - اندر اور برہما کا شہر آرلوا میں بدھہ کی زیارت کو آنا ، لوح کے وسط میں تخت رکھا ہی جو بدھہ کی موجودگی کا اظہار کرتا ہی - تخت کے اوپر چھتر ہی اور پچھمے کی طرف اندر اور برہما پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں -

لوح کے بالائی حصے میں آرلوا کے مکانات نظر آتے ہیں اور باشندگان شہر اپنے روزمرہ کے کام کاج میں مشغول ہیں - بالئیں طرف ایک عورت سل پر مصالحہ

لوح سوم - لکڑی ، آگ اور قربانی والی کرامت :-

کاشپ کے تبدیل مذہب کے قصے میں مذکور ہی کہ آتشین مندر والی کرامت کے بعد برہمنوں نے ایک قربانی کی طہاریاں کیں - لیکن نہ تو وہ آگ جٹنے کیلئے لکڑیاں چیر سکے ، نہ آگ جلا سکے اور نہ نذر ہی چڑھا سکے جب تک کہ ہر ایک کام کے لئے بدھ نے خاص طور پر منظوری نہ دی -

اس سے گانہ کرامت کو سنگتراش نے نہایت دلنشین طریق پر دکھایا ہی - صدر میں ، دائیں جانب ، ایک برہمن جوگی لکڑی چیرنے کیلئے کلہاڑی اٹھاتا ہی لیکن کلہاڑی (اوپر ہی رہتی ہی اور) اُس وقت تک نیچے نہیں آتی جب تک کہ بدھ اجازت نہ دے - بدھ کی اجازت مل جانے کے بعد ہم دیکھتے ہیں کہ کلہاڑی لکڑی کے جگر میں گھس گئی ہی - علیٰ ہذا القیاس ایک برہمن قربانگہ میں پنکھے کی ہوا سے آگ جلانے کی کوشش کر رہا ہی لیکن آگ اس وقت تک روشن نہیں ہوتی جب تک کہ بدھ اجازت نہیں دیتا - قریب ہی قربانگہ کی تصویر دوبارہ دکھائی گئی ہی جس میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے ہیں - کرامت کے

اُسکا ترکی بہ ترکی جواب دیا اور آخر کار اڑدے نے مغلوب ہو کر بدھ کے کشکول میں پناہ لی -

دیکھئے ، لوح کے وسط میں مندر اور اُسکے سامنے قربانگاہ ہی - پیچھے بدھ کی موجودگی کو ظاہر کرنیکے لئے تخت بنا ہوا ہی جسکے عقب میں پانچ پہن والا سانپ ہی اور آگ کے شعلے چھت کے روشندانوں میں سے نکل رہے ہیں - مندر کے دونوں طرف چند برہمن جوگی ادب و احترام سے کھڑے ہیں - نیچے ، دائیں جانب ، ایک پھونس کی جھونپڑی (پرنشالا - पणशाला) کے دروازے پر ایک جوگی چٹائی پر بیٹھا ہی - اسکے گھٹنے ایک پتھر سے بندھے ہیں اور لمبے لمبے بال پگڑی کی وضع میں سر کے گرد لپٹے ہوئے ہیں - ظاہر یہ کوئی برہمن یوگ کر رہا ہی - اسکے سامنے ایک اور برہمن کھڑا ہوا غالباً بدھ کی اس کرامت کا حال اسکو سنا رہا ہی - قریب ہی ایک چھوٹی سی آتشیں قربانگاہ ہی اور ویدوں کے مطابق قربانی کے لئے جو آلات ضروری ہیں وہ بھی قریب ہی رکھے ہیں - بائیں طرف دریائے نیرنجنا بہ رہا ہی جس میں ایک جوگی غسل کر رہا ہی اور تین نوجوان مبتدی پانی بہہ رہے ہیں -

درمیانی شہتیر - سارناتھ کے مرغزار میں بدھ کا پہلا وعظ (دیکھو صفحہ ۹۳ گذشتہ -)

وسط لوح میں ایک تخت کے اوپر دھرم چکر بنا ہوا
 ہی جسم گرد بہت سے ہرن ہین - ہرنوں سے
 وعظ اول کی جائے وقوع یعنی مرغزار آہو (मृगदाव)
 کا اظہار مقصود ہی - چکر کے دونوں طرف چند آدمی
 کھڑے ہیں لیکن یقین کے ساتھ یہ کہا بہت مشکل
 ہی کہ ان میں کون دنیا اور آسمان چار ساتھی (۱) بھی
 موجود ہیں یا نہیں - شہتیر کے سرور پر ایک ایک
 درخت اور تخت ہی جگہ گرد چند اشخاص پرستش
 کی وضع میں کھڑے ہیں - دائیں سرے کے نقش
 میں نذرانوں کی ٹوکریاں قابل دید ہیں -

زیریں شہتیر - چہہ دنلا جائک - اس لوح کا
 اُس مربع سے مقابلہ کر جو جنوبی پہاڑک کے درمیانی
 شہتیر اور شمالی پہاڑک کے بالائی شہتیر کی پشت
 پر کندہ ہی - شمالی دروازے کی طرح اس لوح میں
 بھی سورترا شکاری کی تصویر نہیں دکھائی گئی -

(۱) بدھ کے سب سے پہلے پانچ مرید (دیکھو صفحہ ۲۹۴)
 (مترجم) -

تیسرے جزو کو، جو نذر کے متعلق ہی، اس طرح دکھایا
 ہی کہ قربانگاہ کے قریب ایک برہمن ہاتھ میں بڑا
 چمچہ لئے کھڑا ہی جسکو اُسکے آگ کے اوپر بڑھا رکھا ہی۔
 اُن دو مبتدیوں کی تصویریں جو بھنگیوں میں ایندھن
 اور سامان رسد لارہے ہیں محض مددگاری ہیں۔ لوح
 کے بالائی حصے میں ایک ستونہ ہی جس کا گنبد
 سیپیدوں سے مزین ہی اور اُسکے گرد مربع کٹہرہ ہی۔ اس
 ستونے کی موجودگی سے تمام نظارے میں مذہبی
 رنگ جھلک مار گیا ہی۔

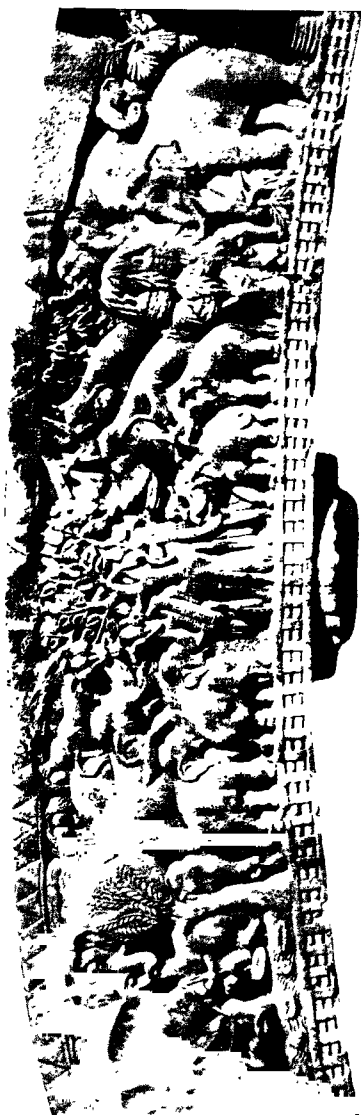
پشت — بدھ کی نروان یا وفات کا واقعہ —:

وسط لوح میں ایک ستونہ ہی جسکے دونوں
 طرف پرستش کرنے والے اور ازبزر ملکوتی ہستیاں ہیں۔

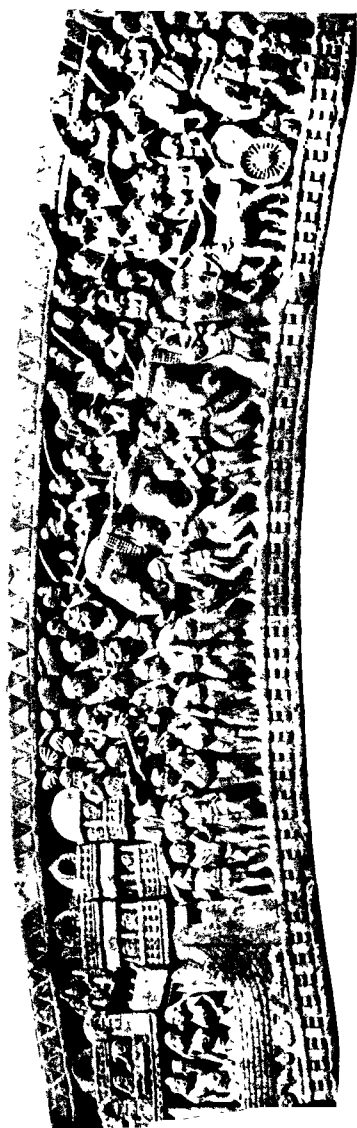
مغربی پہاٹک

روکار — بالائی شہتیر: — آخری سات بدھ: —

انمیں سے چار بدھ مختلف سمبودھی درختوں
 اور چوکیوں سے اترتے ہیں بدھ ستونوں سے تعبیر کئے گئے
 ہیں۔ انسانی اور ملکوتی ہستیاں اُنکی پرستش
 کر رہی ہیں۔



a. WEST GATEWAY: FRONT, LOWEST ARCHITRAVE. THE CHIADDANTA JATAKA.



b. WEST GATEWAY: BACK, MIDDLE ARCHITRAVE. THE "WAR OF THE RELICS".

شہتیر کے درون سرور پر دو سترپے اور آنکے گرد چند اشخاص پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں (دیکھو صفحات ۱۰۵ - ۱۰۶ و ۱۱۹ گذشتہ اور پلیٹ ۸ - الف) -

پشت - بالائی شہتیر - شہر کوشانگر (قدیم نام - کوسی نارا) میں بدھ کے ” آثار “ کا منظر :-

بدھ کی وفات کے بعد اُسکے ” آثار “ (یعنی راکھ در جلی ہوئی ہدیوں) پر کوسی نارا کے ملاؤں نے قبضہ کر لیا تھا - چنانچہ اس لوح میں ہم دیکھتے ہیں کہ قوم ملا کا سردار ہاتھی پر سوار ہی اور ” آثار متبرکہ “ کو اپنے سر پر رکھ ہوئے شہر میں داخل ہو رہا ہی - دروازہ شہر کے سامنے ایک تخت اور اُسکے پیچھے درخت ہی جو بظاہر سال کا درخت معلوم ہوتا ہی - اس سے غالباً اس حقیقت کا اظہار مقصود ہی کہ بدھ کی وفات سال کے درختوں ہی کے ایک جھنڈ میں واقع ہوئی تھی -

شہتیر کے سرور پر دو اور مرقع بنے ہیں جن میں بہت سے آدمی جھنڈیاں اور نذرانے لئے ہوئے نظر آتے ہیں - یہ بھی غالباً وسطی مرقع سے ہی تعلق رکھتے ہیں

اور مَلَارُون نے ”آثار“ حاصل کرنے کے بعد جو جشن منائے اُنکا اظہار کرتے ہیں -

درمیانی شہتیر - جنگ تبرکات - اس لوح کا مقابلہ اُس مرقع سے کر جو جنوبی پھاٹک کے زیریں شہتیر پر کندہ ہی (دیکھو صفحہ ۱۰۷) - سات حریف دعویدار جنگی سرون پر چتر شاہی سایہ افکن ہیں ، اپنی اپنی فوجیں لئے شہر کوسی نارا کی جانب بڑھے چلے آ رہے ہیں جسکا محاصرہ ابھی شروع نہیں ہوا - شہتیر کے بائیں سرے پر شہر کوسی نارا دکھایا گیا ہے - اس میں جو شخص شاہانہ انداز میں بیٹھا ہوا نظر آتا ہے وہ غالباً مَلَارُون کا سردار ہی - دائیں سرے پر غالباً بعض حریف دعویداروں کی تصویریں دوبارہ بنائی گئی ہیں - (دیکھو پلیٹ ۸ - ب - Plate VIII, b)

زیریں شہتیر - بدھ کو بھگانے کی کوشش :-

یہ منظر شہتیر کے تینوں حصوں پر کندہ ہے - وسط میں بودھ گبا کا مندر ہی جسکے اندر پیدل کا درخت اور بدھ کا تخت نظر آتا ہے - ، دائیں جانب مارا کی فوجیں شکست کھا کر بھاگی جا رہی ہیں - ، بائیں

بدھہ کے حاسد اور بد باطن رشتہ دار دیوت نے ، کہ وہ بھی اس جنم میں بندر اور بودھی ستوا کی رعایا میں شامل تھا ، سوچا کہ اس وقت دشمن کو تباہ کرنے کا اچھا موقع ہی - ، چنانچہ وہ بودھی ستوا کی پیٹھ پر اس زور سے کودا کہ اُسکے دل پر سخت صدمہ پہنچا - بودھی ستوا کی اس جوانمردی کو دیکھ کر راجہ بنارس اُسکے قتل کی کوشش پر پشیمان ہوا اور بودھی ستوا کے آخری لمحوں میں نہایت ترجہ اور اعتناء سے اُسکی تیمارداری کی اور مرنے کے بعد شاہی اعزاز کے ساتھ اُسکی تجہیز و تکفین کی -

دیکھئے ، لوح کے وسط میں اوپر سے نیچے کو گنگا بہ رہی ہی - اوپر ، بائیں جانب ، آم کا درخت ہی جسکی شاخوں میں در بندر چھپے ہوئے ہیں - بندررن کے بادشاہ نے ایک ہاتھ سے آم کی ایک ڈال پکڑ کر پچھلی ٹانگیں دیرا کے دوسرے پار پہنچائی ہیں اور اس زندہ پُل کے ذریعہ سے کچھ بندر دیرا کو عبور کر کے دوسری طرف جنگل اور پہاڑ کی چٹانوں میں جا چھپے ہیں - لوح کے حصہ زین میں راجہ برہمدت ، گھوڑے پر سوار ، اپنے سپاہی لے کر ہوا ہی

طرف دیوتا بدھ کی فتح اور شیطان کی ہزیمت پر
خوشیاں منا رہے ہیں اور بدھ کے شاندار کارناموں کے
نرانے کا رہے ہیں -

بودھ گیا کا مندر جو شجر معرفت (پیپل) کے
گرد بنا ہوا ہے ، اشوک نے تعمیر کرایا تھا اس لئے
اس تصویر میں اُسکو دکھانا تاریخی لحاظ سے غلط ہے -

دایان ستون - سامنے کا رخ - بالائی لوح -

مہاکپی جانک - (دیکھو تصویر پلیٹ نمبر ۶ - ۵ -
Plate VI,d) بیان کیا جاتا ہے کہ ایک جنم میں
بودھی سترا بندر کی شکل میں پیدا ہوا تھا - وہ اُسی ہزار
(۸۰۰۰۰) بندرون کا بادشاہ تھا جو دریائے گنگا کے کنارے
رہتے اور ایک عظیم الشان آم کے درخت کے پھل کھایا
کرتے تھے - ایکدن راجہ برہمدت رالمہ بنارس نے
اس درخت پر قبضہ کرنے کا ارادہ کیا اور بندرون کو
مارنے کی غرض سے کچھ سپاہیوں سے درخت کا
محاصرہ کر لیا ، لیکن بودھی سترا ، یعنی بندرون کے
بادشاہ نے اپنے جسم سے دریا کے اوپر پُل بنا دیا
اور تمام بندر صحیح و سلامت دریا پار چلے گئے -

لرح سرم :- بدھ (جسکو یہاں تخت سے ظاہر کیا گیا ہی) جنگل میں ایک پھولدار درخت کے نیچے بیٹھا ہی جو ممکن ہی کہ بدھ کیا کا راجائیں درخت ہر جسکے نیچے بدھ حصول معرفت کے بعد چند روز بیٹھا تھا - نیچے ، بدھ کے سامنے ، چند اشخاص پرستش کی وضع میں کھڑے ہیں جو اپنی وضع قطع سے دیوتا معلوم ہوئے ہیں -

لرح زیرین :- اس لرح میں پھول پتی کا کام ہی جس پر تین آرمائی شیر بدر کھڑے ہیں - پھول پتیرن کی طرز ساخت رسمی ہی مگر اوپر والے پتوں کے عجیب و غریب شکن دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں - پتوں کے موڑنے کا یہ دلکش طریقہ ابتدائی ہندی صنعت کی خصوصیت ہی جو زمانہ مابعد کی صنعت میں کہیں نظر نہیں آتی - لرح کے اوپر ایک کتبہ بھی کندہ ہی جسمیں لکھا ہی کہ یہ ستون ایچور (آریہ کشدر) کے شاگرد بالا متر نے نذرایا تھا -

آندر کا رخ - لرح اول - واقعہ حصول معرفت (سمبودھی) :-

لرح کے بالا ئی حصہ میں پیدل کا درخت اور بدھ کا

جنمیں سے ایک سپاہی کمان میں تیر جوڑے
 بودھی ستوا کو نشانہ بنایا چاہتا ہی - اوج کے بالائی
 حصے میں، راجہ کو دوبارہ آم کے نیچے بیٹھا اور
 قریب المرگ بودھی ستوا سے باتیں کرتا ہوا دکھایا گیا ہی -
 کتب ”جاٹکا“ میں لکھا ہی کہ بودھی ستوا نے
 اس وقت راجہ کو فرائض سلطنت کے متعلق مفید
 نصیحتیں کیں -

لوح دوم - تِشیتا بہشت میں بودھی ستوا کا وعظ :-

لوح کے وسط میں بدھ کا درخت اور تخت ہی
 اور تخت کے گرد بہت سے دیوتا بوضع پرستش بادلوں
 میں کھڑے ہیں - اوپر کے حصے میں گندھرب پہلورن کے
 ہار لا رہے ہیں اور انکے نیچے درخت کے دونوں طرف
 اندر اور برہما کسی شیر جیسے جانور پر سوار آ رہے ہیں -
 اوپر کی تصویروں میں، اور نیز دیوتازن کے قدموں
 کے نیچے، جو بادل دکھائے گئے ہیں انکی رسمی طرز
 ساخت کو غور سے دیکھئے - معلوم ہوتا ہی کہ یہ
 گویا پہاڑ کی چٹانیں ہیں جن سے آگ کے شعلے نکل
 رہے ہیں -

یاد دلانا اور اُس مسلک کا اظہار کرنا ہی جو بودھی سترا نے اُس دھیان کی بدولت بعد میں اختیار کیا۔ ممکن ہی کہ یہاں بھی یہ تین شکلیں (جو مشرقی پھاٹک والے نقش کے تین یکساں کی غمزہ تصویریں سے بے حد مشابہت رکھتی ہیں اور غالباً ایک ہی کاریگر کی بنائی ہوئی ہیں) 'مہا پھنس کُرمَن' کا واقعہ یاد دلانے کے لئے بنائی گئی ہوں جس کا نتیجہ آخر کار حصول معرفت کی صورت میں رُونا ہوا۔ اور وہ دروازہ جو ان تصویریں کے عقب میں ہی شہر کپل رست کے دروازے کو یاد دلانے کے لئے بنایا گیا ہو۔

لُوحِ درم - دیوتارن کا بدھ سے سلسلہ رِعت و تبلیغ شروع کرنے کی درخواست کرنا۔

بودھ مذہب کی کتابوں میں لکھا ہی کہ معرفت حاصل کرنیکے بعد بدھ نے اُس حقیقت کی عام اشاعت کرنیکے بارے میں تامل کیا جو اُسپر آشکار ہوئی تھی اُسوقت برہما، اندر، لوکیال (یعنی چار اطراف عالم کے مدارالمہام) اور ملائکہ اعلیٰ نے اُسکی خدمت میں

تختِ ہین جن کے گرد بہت سے مرد ، عورتیں ، جانور اور دیوتا پرستش کی رضع میں کھڑے ہین - یہ منظر مارا اور اُسکی شیطانی فوج کی ہزیمت کے بعد کا ہی جبکہ ”ناگ“ پر دار مخلوق ، فرشتے ، اور دیوتا ایک دوسرے کو آگے بڑھنے کی قرغیب دیتے ہوئے ”شجرِ معرفت“ کے نیچے ہستی معظم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اور حورِ جون آگے بڑھتے خوشی میں آکر یہ نعرے لگاتے تھے کہ ”آخرش رشی فتحیاب ہوا..... اور شیطان مغلوب ہو گیا“ - رہ بڑے سر والا دیوتا ، جولوح کے دائیں جانب ہاتھی یا شیر پر سوار ہی ، غالباً اندر یا شاید برہما ہی -

وسط لوح میں تین شخص جنکے چہرے مغموم و متفکر معلوم ہوتے ہین تخت کے تین طرف کھڑے ہین - لیکن یہ سوال اب تک حل نہیں ہوا کہ ان تصویروں سے کیا مراد ہی - اس سے قبل ہم مشرقی پھانک پر مہا بہنش کرمن یعنی ”ترک دنیا“ والے نقش میں دیکھ چکے ہین کہ سنگتراش نے لوح کے وسط میں ایک جامن کا درخت بنایا ہی جس سے اُسکا مقصد بودھی سترا کے سب سے پہلے ”دھیان“ کو

بیوی، جو اپنی تمام ضروریات کے لئے اپنے اکلوتے بیٹے شیام کے محتاج تھے، بنارس کے جنگلوں میں رہا کرتے۔ ایک دن راجہ بنارس جنگل میں شکار کھیل رہا تھا کہ شیام بھی دریا پر پانی بہرنے گیا اور اتفاقہ راجہ کے تیر سے زخمی ہو گیا۔ راجہ کی ندامت اور پشیمانی اور شیام کے والدین کی گریہ و راری سے متاثر ہو کر اندر دیوتا بیچ میں پڑا اور حکم دیا کہ شیام کے زخم اچھے ہو جائیں اور اُسکے والدین کی قوت بینائی بحال ہو جائے۔

دیکھئے، اوپر لوح کے دائیں کونے میں، دو جھونپڑیاں بنی ہوئی ہیں۔ ایک کے سامنے شیام کا باپ اور دوسرے کے دروازے پر اُسکی ماں بیٹھی ہے۔ نیچے شیام دریا سے پانی لہنے آ رہا ہے۔ بائیں جانب راجہ بنارس کی تصویر تین دفعہ بنائی گئی ہے، پہلے وہ شیام کی طرف (جو پانی میں کھڑا ہے) تیر چلاتا نظر آتا ہے، اس سے ذرا نیچے کمان ہاتھ میں لئے آ رہا ہے اور تیسری جگہ تیر کمان ہاتھ سے پھینک کر افسوس اور پشیمانی کی حالت میں کھڑا ہے۔ بالین طرف بالائی گوشے میں، شیام اور اُسکے والدین

حاضر ہو کر درخواست کی کہ وہ دھرم کے چکر کو حرکت دے۔ اس درخواست کے وقت بدھ برگد کے درخت کے نیچے بیٹھا ہوا تھا اور غالباً یہی وجہ تھی کہ اس لوح میں اس واقعہ کو صرف بر کا درخت اور اسی کے نیچے بدھ کا تخت رکھ کر ظاہر کیا گیا ہے۔ سامنے جو چار شخص پہلو بہ پہلو کھڑے ہیں وہ چار لوکیال معلوم ہوتے ہیں۔

پُشت :- بدھ کی وفات کا واقعہ حسب معمول ایک ستوپے اور اُسکے گرد چند خدام کی تصویریں بنا کر ظاہر کیا گیا ہے۔

بایان ستون

بایان ستون - سامنے کا رخ - بالائی لوح :-

اس لوح میں غالباً اندر کی بہشت دکھائی گئی ہے جسکے سامنے دریائے مندا کئی بہا رہا ہے۔ شمالی پہاڑ پر اور ستوپہ نمبر ۳ کے منقش پہاڑ پر بھی اس سے ملتی جلتی تصویریں بنی ہوئی ہیں (دیکھو صفحات ۱۲۷ و ۱۷۴)۔

اندر کا رخ - بالائی لوح - شام جاتک :-

کہتے ہیں کہ ایک نابینا زاہد اور اُسکی اندھی

کی تکمیل کے لئے کثیرالتعداد کاریگر بیسیوں برس تک کام کرتے رہے ہوئے۔ ان میں بہترین مرقعہ وہ ہیں جو جنوبی پھاٹک کو مزین کرتے ہیں، اور سب سے ادنیٰ درجے کے وہ جو شمالی پھاٹک پر بنے ہوئے ہیں، لیکن عملی دستکاری کے لحاظ سے شاید سب سے زیادہ فرق جنوبی اور مغربی پھاٹکوں کی منبت کاری میں پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر جنوبی پھاٹک کے درمیانی شہتیرے اندر والے رخ پر چہہ دننا جاتک کی جو تصویر ہے (پلیٹ نمبر ۵ - الف - Plate V, a) 'اُس کا مقابلہ مغربی پھاٹک کے زیریں شہتیرے روکار والے مرقع (پلیٹ نمبر ۸ - الف - Plate VIII, a) سے کر جس پر یہی منظر دکھایا گیا ہے :-

جنوبی پھاٹک کے نقش میں تمام تصویریں نہایت پابندی کے ساتھ ایک ہی سطح میں رکھی گئی ہیں کہ دیکھنے والوں کو سب یکساں نظر آئیں، اور زیادہ اونچی یا ابھری ہوئی نہیں بنائی گئیں کہ اُنکے لمبے لمبے سایے منظر کی خرابیوں کو چھپا نہ لیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ اس مرقع کو دیکھنے سے سنگتراشی کی بجائے زردوزی کے کام کا خیال پیدا ہوتا ہے۔ اور دیکھنے، ہاتھوں کی تصویریں عریض اور مسطح

بالکل تندرست اور صحیح و سلامت موجود ہیں اور اُنکے پہلو میں راجہ بنارس اور اندر دیوتا کھڑے ہیں -
لوح دوم - واقعہ حصول معرفت (سمبودھی) :-

وسط لوح میں پیدل کے درخت کے نیچے بدھ کا تخت رکھا ہی - درخت پر گندھرب پہولن کے ہار چڑھا رہے ہیں - ارد گرد ناگا قوم کے مرد و زن شیطان پر بدھ کی فتحیابی کی خروشی میں جشن منا رہے ہیں (دیکھو صفحہ ۱۵۲) -

لوح سوم :- اس لوح کا صرف بالائی حصہ رہ گیا ہی لیکن معلوم ہوتا ہی کہ اس میں بدھ کے (راجگیر سے شہر ویشالی کو جاتے ہوئے) دریائے گندا کو عبور کرنے کی کرامت دکھائی گئی ہی (۱) -

مرقوعوں کی طرز ساخت اور صنعت

مرقوعوں کی طرز ساخت اور صنعت

ان مرقوعوں کی بے شمار تصاویر اور پرتکلف جزئیات (۱) معلوم ہوتا ہی کہ اس لوح کے نیچے کا حصہ آسوت کاٹ دیا گیا جب میجر کرل نے سنہ ۱۸۸۲ء میں پھانک کو دوبارہ نصب کیا - میسی کی کتاب میں (پلیٹ ۲۱ پر) یہ لوح مکمل دکھائی گئی ہی ۔

مُو قلم کے کام میں (یعنی رنگین تصاویر کے بنانے میں) زیادہ مہارت تھی ، لیکن ساتھ ہی پیکروں نے خط و خال کی نفیس ساخت اور مرقعوں کی موزن اور خوشدما ترتیب کا نازک احساس بھی قدرت کی طرف سے اُسکو دیعت ہوا تھا ۔

برخلاف اسکے مغربی پھاٹک والا مرقع دستکاری کے لحاظ سے بڑھا ہوا ہی اور اگر اسکی تصویرں کو فرداً فرداً دیکھا جائے تو یقیناً زیادہ موثر اور دلکش پائی جائیگی ، لیکن بحیثیت مجموعی یہ مرقع کچھ بھلا نہیں معلوم ہوتا اسلئے کہ تصویریں اس کثرت کے ساتھ بنی ہوئی ہیں کہ واقعہ کی تفصیل کے سمجھنے میں الجھن سی ہوتی ہی اور دوسرے اُن کی ترتیب میں حد سے زیادہ تصنع اور باقاعدگی ہی ۔

اب اگر جنوبی اور مغربی دروازوں کے اُن مرقعوں کا آپس میں مقابلہ کیا جائے جن میں ” جنگ تبرکات “ کا منظر دکھایا گیا ہی تو بھی اسی خیال کی تائید ہوگی (دیکھو پلیٹ ۵ ب اور پلیٹ ۸ ب - Plate V, b اور Plate VIII, b) - دونوں مرقعوں میں تخیل کی افراط ہی اور واقعیت کا اظہار - لیکن دونوں کے تخیل اور اظہار واقعیت میں باہم اختلاف ہی ۔

بنائی ہیں کہ اُنکے غیر معمولی ذیلِ قَول کی حقیقت بخوبی ذہن نشین ہو جائے، - درختوں کو حسبِ قاعدہ اُبھرا ہوا بنانے کی بجائے اُنکا صرف خاکا سا بنا دیا گیا ہی، - اور قلاب میں کنول کے پھول، جنکی طرزِ ساخت رسمی ہی، اُن ہاتھیوں کے قد و قامت سے بالکل غیر متناسب ہیں جو قلاب میں چل رہے ہیں -

ثانی الذکر، یعنی مغربی پہاٹک کے، نقش میں پھول پتیوں کی جسامت اصلی معلوم ہوتی ہی، - پانی کو لہردار لکیروں سے ظاہر کیا گیا ہی، - برّ کا درخت سراسر مطابق اصل ہی، - ہاتھیوں کی ساخت زیادہ زردار اور مکمل ہی، - اور اگرچہ تمام تصویریں ایک ہی سطح پر بنی ہوئی ہیں لیکن کہیں کہیں پتھر کو گہرا کھود کر عمق اور سایے اور روشنی کے اختلاف کا منظر دکھایا گیا ہی -

اپنی اپنی جگہ دونوں مرقع قابلِ تعریف ہیں، لیکن اس بارے میں ہرگز اختلافِ رائے نہیں ہو سکتا کہ دونوں میں زیادہ استادانہ کونسا ہی -

جنوبی پہاٹک والا مرقع کسی ایسے ذہین کاریگر کا بنایا ہوا معلوم ہوتا ہی جس کو سنگتراشی کی نسبت

مختلف جہات میں حرکت کرتی نظر آتی ہیں جس سے ترتیب میں ایک خاص خوبصورتی پیدا ہوگئی ہے - دوسرے مرقع میں اگرچہ تصویروں کے انداز مختلف ہیں لیکن حرکت بحیثیت مجموعی یکساں ہے -

اس میں شک نہیں کہ ان تصویروں کی طرز ساخت کا یہ اختلاف ایک حد تک مختلف صناعتوں کی انفرادی مہارت اور قابلیت کا نتیجہ ہے لیکن علاوہ اسکے وہ تغیرات بھی اسکے اسباب میں ضرور شامل ہیں جو اس وقت نہایت سرعت کے ساتھ ہندوستان کے فن سنگتراشی میں پیدا ہو رہے تھے، یعنی غیر ملکی صنعت کا ملکی صنعت پر اثر اور اسکا استقرار، عملی دستکاری کی ترقی اور اصول مقررہ کی پابندی کی طرف رز افزوں میلان -

بہرہ رنی اثر جسنکی طرف میں ابھی اشارہ کیا ہے اسکی شہادت ایرانی طرز کے جرس نما پرکالون، آشوری گلکاریوں، اور مغربی ایشیا کے خیالی پردار جانوروں یا اسی طرح کی دیگر غیر ملکی تصویروں سے ملتی ہے جو دروازوں پر چابجا نظر آتی اور باسانی قمیز

جنوبی پھاٹک والے منظر میں زندگی اور واقعیت کا رنگ پایا جاتا ہی اسلئے کہ سنگتراش نے پہلے اپنے ذہن میں تمام واقعہ کا تصور نہایت اچھی طرح جما لیا ہی اور پھر اپنے خیال کو دلکش سا دکھائی کے ساتھ ادا کر دیا ہی۔ دوسرے یعنی مغربی پھاٹک والے مرقع میں مکانات اور نیزہ تصویریں جو جھڑکوں میں بنی ہوئی ہیں محض رسمی اور بے جان معلوم ہوتی ہیں، اور حملہ آور افواج جو سیلاب کی طرح شہر کی جانب بڑھی چلی آ رہی ہیں، انکی حرکت اور ہل چل بھی نسبتاً کم موثر ہی۔ وجہ یہ ہی کہ سنگتراش نے اپنے تخیل اور ذاتی استعداد سے کام لینے کی بجائے اس قسم کے مناظر کی رسمی طرز ساخت پر زیادہ دھروسہ کیا ہی۔ پہلے نقش میں جسموں کے ابھار اور تصویریں کے درمیانی فاصلے یکساں نہیں ہیں، اسلئے ان کے سائے بھی کہیں ہلکے اور کہیں گہرے ہیں۔ دوسرے مرقع میں پیکروں کے درمیانی فاصلے بہت کم ہیں، اور تھوڑی جگہ میں بہت سی تصویریں بنادی گئی ہیں جس کا نتیجہ یہ ہی کہ درمیانی سائے زیادہ گہرے ہو گئے ہیں اور نقش میں ”رنگین تصویر“ کی سی مشابہت پیدا ہو گئی ہی۔ پہلے نقش میں تصویریں

کیا گیا ہی (دیکھو صفحہ ۷۹) - چارون مرقعون میں بدھ کو دھیان مدرا یعنی حالت استغراق میں بیٹھا ہوا دکھایا گیا ہی - بدھ کے درنوں طرف ایک ایک خادم گھڑا ہی اور سر کے پیچھے ایک منقش ہالہ سا بنا ہی جسکے اندر درنوں طرف دو گندھرب آزرے ہیں (۱) - تصویروں کی ترتیب اور خصوصاً خدام کی وضع و ہیئت میں جزوی اختلافات پائے جاتے ہیں اور شمالی مجسمے کی کرسی پر تین چھوٹی چھوٹی مورتیں بنی ہوئی ہیں لیکن یہ اختلافات ایسے نہیں کہ انکی مدد سے ہم اس امر کا فیصلہ کرسکیں کہ آیا یہ مورتیں خاص خاص دھیانی (۲) بدھوں کی قائم

(۱) برجس (Burgess) صاحب کا یہ بیان کہ جنوبی مرقع میں بدھ کی کھڑی مورت دکھائی گئی ہی بالکل بے بنیاد ہی - جس تصویر کا برجس صاحب نے حوالہ دیا ہی وہ ساتویں صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہی اور گوجنوبی دروازے کے قریب ہی دستیاب ہوئی تھی لیکن جنوبی دروازے والے مجسمے کی کرسی سے اسکو ہرگز کوئی تعلق نہیں - اس تصویر میں بدھ کا شہر راجگیر میں مست ہاتھی کو مطیع کرنے کا واقعہ دکھایا گیا ہی - (دیکھو میسی کی تالیف - سانچی اینڈ لائس ریمینز، پلیٹ ۱۴، شکل اول)

(۲) بدھ مذہب کے شمالی یا مہایانی فریق کا عقیدہ ہی کہ ہر دنیاری بدھ کا ایک مخفی ہمزاد (- دھیانی بدھ) بھی ہوتا ہی، جو کسی دھیانی بہشت میں رہتا ہی - اس طرح کاشپ

ہوسکتی ہیں - اس قسم کی تصویریں عموماً سلجوقی اور زمانہ مابعد کی مغربی سلطنتوں کی اس عالمگیر صنعت میں پائی جاتی ہیں جو بہت سے تمدنوں کے مختلف عناصر کے اختلاط سے پیدا ہوئی تھی - علاوہ ازیں بہت سے پیکروں (مثلاً مشرقی پھاٹک کے کوہستانی سواروں) کی عجیب و غریب وضع ، کہیں کہیں کیفیس مکانی کے اظہار کی کوشش ، جیسی کہ عاج کاران ویدیشا والی لوح میں نظر آتی ہی (۱) ، نیز بعض مجموعوں کا خوشنما توازن ، اور سائے اور روشنی کے اختلاف سے مصورانہ رنگ پیدا کرنا ، جو اس زمانے میں یونانی شامی صنعت کی ممتاز خصوصیت تھی ، ان سب باتوں سے بھی بیرونی اثر کی زبردست شہادت ملتی ہی -

ستوبہ کلان کے چاروں درازوں کے سامنے ، چبوترے کے سہارے ، بدھ کی چار صورتیں رکھی ہیں جنکے اوپر کسی زمانے میں (پتھر کے) منقش سائباں بھی قائم تھے - یہ رہی چار صورتیں ہیں جنکا ذکر عہد گپتا کے سنہ ۱۳۱ (مطابق سنہ ۴۵۰ - ۴۵۱ ع) والے کتبہ میں

بدھ کے چار محسمے
جو پردکھنا میں
درازوں کے سامنے
رکھے ہیں

انکے طرز نشست سے ہو سکتی ہی نہ کسی اور علامت سے (۱) -

صنعتی نکتہ خیال سے جنرہی دروازے والی مورت سب سے عمدہ ہی اور اس کے خادموں کی خوبصورت تصویریں بالخصوص بھلی معلوم ہوتی ہیں - جنرہی دروازہ چونکہ سب سے اہم دروازہ تھا اس لئے اس طرف کی مورت بھی سب سے قابل اور ہوشیار صناع کے سپرد کی گئی ہوگی - اس مورت کی طرز ساخت اور صنعت کی خوبی کو دیکھ کر اسی زمانے کی وہ تصاویر یاہ آتی ہیں جو سانچی سے چار میل کے فصل پر کرہ اوردے گری کے غاروں کے سائینازوں میں منبت ہیں -

ستریہ کلان کی مورت

ستریہ کلان کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہی کہ اسکی عمارت پہاڑی کی برہنہ چوٹی پر واقع ہونے کے باوجود درہزار سال تک امتداد ایام اور تغیرات موسم کے تباہ کن اثر کا ایسی کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی ہی - عمارت مذکور اسوقت بھی بہت اچھی حالت میں ہی - پہاڑکوں اور کتھروں کے مرقعہ اور

(۱) میسی (Maisey) کا خیال تھا کہ پتھر کا وہ سر جسکے

اوپر ایک بلند مکہ یا تاج ہی اور تاج میں ایک بدھ بیٹھا ہی ، شمالی دروازے والی مورت سے تعلق رکھتا ہی - لیکن یہ خیال درست نہیں ہی -

مقام ہیں یا نہیں - عہدِ رُسْطی میں ستوپوں کی کرسیوں کے گرد دھیانی بدھوں کی تصویریں رکھنے کا عام رواج تھا - یہ مورتیں ستوپوں کے چاروں طرف طاقچروں میں رکھی جاتی تھیں اور عام ترتیب یہ ہوا کرتی کہ آکشرہیا کی مورت مشرق میں ، رتن سبھو کی جنوب میں ، اُمی تابہہ کی مغرب اور امرکہ سدھہ کی شمال میں رکھتے تھے - ممکن ہے کہ یہ چاروں مورتیں بھی انہیں چار دھیانی بدھوں کی ہوں لیکن ان کی صحیح صحیح شناخت نہ تو

[فرٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ گذشتہ]

بدھہ کا دھیانی رتن سبھو ہی ، گوتم کا اُمی تابہہ اور آلے والے بدھہ یعنی میترا کا دھیانی امرکہ سدھہ ہی - یہ عقیدہ بظاہر زرتشتی عقیدہ ”فرُوشی“ پر مبنی معلوم ہوتا ہے جس کے مطابق ہر شخص کا ایک فرُوشی یا مراد ہوتا ہے جو پیدائش کے وقت انسان کے جسم میں داخل ہو جاتا ہے اور موت کے بعد اُسکی شفاعت کرتا ہے - اصل میں ان دھیانی بدھوں کو بدھہ کہنا خلاف قاعدہ ہے کیونکہ یہ کبھی بودھی ستوا نہیں رہے -

پہاٹک اور فرشی کتھرے کے وہ حصہ جو ان پہاٹکوں کے قریب تھے کمزور ہو کر گر پڑے۔ تو کچھ تعجب کی بات نہیں، بلکہ تعجب تو اس بات کا ہی کہ ایسے کمزور اصول کے مطابق بنے ہوئے پہاٹک اب تک صحیح و سالم کھڑے رہے۔

جنوبی اور مغربی پہاٹک میجر گول کے سنہ ۱۸۸۲ء میں دوبارہ قائم کئے گئے تھے۔ اور اُس کام کے دوران میں جو گذشتہ چند سال میں مصنف کے زیر نگرانی ہوا ہی، ستوپے کے گرد و پیش سے تمام ملبہ صاف کر کے قدیم سنگی فرش کے بقیہ حصوں کو از سر نو، قدرے ڈھلوان لگا دیا ہی جس سے عمارت مذکور گرد و نواح کی زمین سے کسی قدر بلند ہو گئی ہی اور اُس کے قریب پانی جمع نہیں ہو سکتا۔ علاوہ برین گنبد کا جنوب مغربی حصہ (جسکی مرمت سنہ ۱۸۸۳ء میں محض گارے اور چھوٹے چھوٹے پتھروں سے کی گئی تھی اور جو بوجہ کمزوری کے کھسک کر گرا آتا تھا) از سر نو بنایا جا رہا ہی۔ اس ترمیم کے بعد جب یہ عمارت دوبارہ مستحکم ہو جائیگی تو چبوترے، زینہ اور چوٹی کے کتھرے اور اجزاء جو اپنی اصلی جگہ سے گر گئے ہیں، دوبارہ قائم کر دئے جائیں گے

حضور ما رہ نقش جر مغربی پھاٹک پر بنے ہوئے ہیں ۔
 اُن میں آج بھی دھبی تازگی ہی جو تکمیل تعمیر کے
 وقت تھی اور بعض تصاویر کو جو تھوڑا بہت نقصان پہنچا
 ہی رہ زیادہ تر موجودہ زمانے میں بعض بُت شکنوں کے
 ہاتھوں پہنچا ہی اور افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہی
 کہ اب بھی بعض جاہل اشخاص ان عمارتوں کے
 خوبصورت نقش و نگار کو خراب کرنے میں ایک قسم
 کی مسرت محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن ستوپے کی
 اصل عمارت کی خستگی کے در پرے سبب ہیں
 ایک تو اُسکے گرد آب باران کا اجتماع اور دوسرے وہ شدید
 نقصان جو سنہ ۱۸۲۲ء میں بعض ناتجربہ کار شائقین
 حفريات نے گنبد کے جنوب مغربی حصے میں کھدائی
 کر کے پہنچایا ۔ ستوپے کی بنیاد کا اکثر حصہ چٹان پر
 قائم ہی اسلئے اسکے گرد آب باران کا اجتماع اسکی
 بنیاد کے دھس جانے سے نہیں ہوا بلکہ اُس ملبے کی
 رو سے ہوا جو عہد وسطی سے (لے کر موجودہ زمانے تک)
 ستوپے کے گرد جمع ہوتا رہا تھا ۔ رفتہ رفتہ یہ ملبہ کئی
 فیکٹ اونچا ہو گیا اور ہر سال برسات میں ستوپے کے
 گرد پانی جمع رہنے لگا (کیونکہ اُسکے فکلتے کا کوئی
 رستہ نہ تھا) ۔ پس ان حالات میں اگر جنوبی اور مغربی

نیچے سولہ فیت گہرائی پر نہایت اچھی حالت میں
موجود ہی -

سطح مرتفع کے مشرقی حصے میں جون جون قدیم
عمارتیں شکستہ ہو کر گرتی گئیں، نئی عمارتیں انکے
افتادہ ملے پر تعمیر ہوتی گئیں اور تباہی اور تعمیر کا یہ
سلسلہ صدہا سال تک اسی طرح جاری رہا یہاں تک
کہ عہد وسطیٰ میں اس حصے کی سطح خاصی بلند
ہو گئی اور ایک پختہ سڑک اسکے وسط میں بنائی گئی
جس کا ایک سرا عمارت نمبر ۱۹ (دیکھو سطحی نقشہ
پلیٹ ۱۵ - Plate XV) کے شمال میں اس وقت بھی
نظر آتا ہی - اسکے بعد بارہویں صدی عیسوی کے قریب
جبکہ ان عمارتوں کا ملکہ جمع ہو کر قریباً چودہ فیت
بلند ہو گیا تو اسکے سامنے شمالاً جنوباً ایک بڑی دیوار (۱)
تعمیر کر دی گئی کہ وہ اس مجمع ملے کو اسی
حالت پر قائم رکھ سکے -

کہ یہ بے نظیر عمارت اپنے تمام ضروری خط و خال کے لحاظ سے مکمل ہو جائے (۱) -

ستوپے کے گرد سنگی فرش اور مشرقی محافظ دیوار
جس سنگی فرش کا ذکر اوپر آیا ہے وہ ستوپہ کلان کے سنگی غلاف اور فرشی کٹھرے کا ہم عصر یعنی سنہ ۱۵۰ تا سنہ ۱۰۰ قبل مسیح کا بنا ہوا ہے - ابتداءً اسمین پتھر کی چھ سے آٹھ فیت تک لمبی اور تین سے چار فیت تک چوڑی سلین لگی ہوئی تھیں مگر اسوقت یہ فرش بہت شکستہ حالت میں ہے - اس کے نیچے چار اور فرش چوڑے اور کنکر کے یا اور مصالح کے بنے ہوئے ملتے ہیں - سب سے قدیم فرش جو سنگی فرش کی سطح سے قریباً چار فیت نیچے ہے شہنشاہ اشوک کے زمانے کا ہے اور اُسکی مفصل کیفیت اشوک کی لائے کے حال میں لکھی جائیگی جو جنوبی پہاٹک کے قریب استادہ ہے - بالائی فرش ' جو اسوقت ستوپے کے گرد نظر آتا ہے ' ابتداءً تمام وسطی رقبہ پر ، بلکہ مشرقی جانب جو محافظ دیوار ہے اُس سے بھی بہت پرے تک لگا ہوا تھا - چنانچہ اس کا ایک حصہ عمارت نمبر ۴۳ کے

(۱) اب یہ کٹھرے وغیرہ دوبارہ نصب کئے جا چکے ہیں اور عمارت کے لحاظ سے مکمل ہو گئی ہے (مترجم)

تحریر تھا (۱) - صندوقچیان دیترہ دیترہ فٹ مکعب
تھیں اور اُنکے دھکنے چہہ چہہ انچ موڑ تے - ساری پترا
والی صندوقچی میں سفید سنگ صابون کی ایک گول
مسطم دیا تھی جسپر مٹی کی ایک نازک سی سیاہ
رنگ کی طشتری دھکی ہوئی تھی - اور صندوق کی
لکڑی کے دو ٹکڑے دیا کے پہلو میں رکھے ہوئے تے (۲) -
دیا کے اندر ہڈی کے ایک ذرا سے ٹکڑے کے علاوہ
موتی ، یاقوت ، بلور ، لاجورد اور نیلم کے چند سوراخدار
دانے بھی تھے - مہاموکلانہ والی صندوقچی میں بھی
سنگ صابون کی ایک دیا تھی جس میں ہڈی کے
دو ذرا سے ٹکڑے محفوظ تے -

جسامت کے علاوہ جن باتوں میں یہ ستوپہ برے
ستوپے سے اختلاف رکھتا تھا وہ یہ ہیں :- اس کے
فرشی کٹھرے پر ابھرے ہوئے نقش تے ، بجائے
چار کے صرف ایک منقش پھاٹک تھا اور گنبد (جو

(۱) ان الفاظ کے معنی یہ ہیں :- ساری پترا کے (تبرکات)

اور مہاموکلانہ کے (تبرکات) - سہ حرف اضافہ ہی -

(۲) گنڈم صاحب کا خیال ہی کہ صندوق کی لکڑی کے یہ

تکڑے ساری پترا کی چقا سے لئے گئے ہونگے -

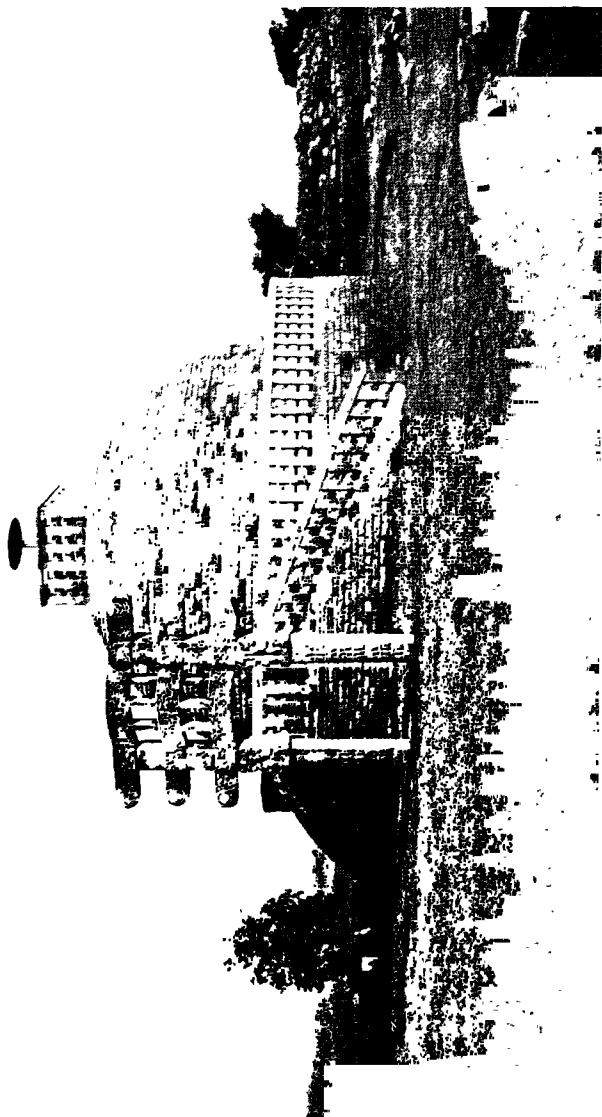
باب ۵

وسطی رقبہ کے اور ستوپے

ستوپہ نمبر ۳

ستوپہ کلان سے قریباً پچاس گز جانب شمال مشرق
 اُس سے چھوٹا مگر اُسی نمونے اور نقشے کا ایک اور ستوپہ
 ہی (دیکھو تصویر پلیٹ ۹ - IX Plate) (۱) - اس
 میں جنرل کننگھم کو ساری پتُرا اور مہا موکلانہ نامی
 بُدھ کے در مشہور چیلون کے ” تبرکات “ دستیاب ہوئے
 تھے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں یہ
 ستوپہ نہایت متبرک سمجھا جاتا تھا - ” آثار “
 یا ” تبرکات “ کا خانہ عمارت کے عین وسط میں کرسی
 کی سطح کے برابر تھا - اُسکے اوپر پتھر کی پانچ فیت
 لمبی سل ڈھکی ہوئی تھی اور اندر پتھر کی در
 صندوقچیاں تھیں جنکے ڈھکنوں پر مختصر سے کتبہ بھی
 کندہ تھے یعنی جو صندوقچی جنوب کی طرف رکھی ہوئی
 تھی اُسپر ساری پتُرا سہ اور شمال والی پر مہاموکلانہ سہ

(۱) اس ستوپے کا قطر انچاس فیت چھ انچ اور بلندی
 تخمیناً ۲۷ فیت تھی -



STUPA 3 FROM S.S.-E.

ساتویہ کلان کے گنبد سے کچھ زمانہ بعد تعمیر ہوا تھا (زیادہ ترقی یافتہ نمونے کا اور قریباً نیم کروی شکل کا تھا - فرشی کتھرے کو قدیم زمانے میں ہی تورت پھرت کر دوسری عمارات میں استعمال کر لیا گیا تھا اور بجز چند شکستہ ستونوں کے جو اس وقت اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں یا باسٹلنا آن چند گتورتوں کے جو مندر نمبر ۴۵ کی بنیادوں کے قریب دستیاب ہوئے ہیں باقی تمام کتھرے ضائع ہوچکا ہی - تاہم ان شکستہ ستونوں سے اتنا قر صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہ کتھرے قریباً آٹھ فٹ بلند اور کنڈل کی خوبصورت ابھری ہوئی گلکاریوں سے مزین تھا - ان گلکاریوں کی طرز ساخت رسمی مگر زردار ہی اور پھول پتروں کے نقشے ، سنگتراش کے تخیل کے مطابق ہر ستون پر مختلف ہیں -

چبوترے اور زینے کے کتھرے بھی اپنے عام نقشے اور طرز ساخت کے لحاظ سے برے ستوپے کے کتھروں سے مشابہ ہیں - زینے کی چوٹی پر ، جہاں درنوں طرف کی سیڑھیاں آکر ختم ہوتی ہیں ، منقش پھانٹ کے مقابل ، ایک کشادہ جگہ (یعنی چاندا) ہی - اس کے کونے والے ستون پر ایک نہایت دلچسپ تصویر منبت ہی جس میں غالباً اس ستوپے کا ارتقاعی

وسطی رقبہ کے اور ستوپے ۱۷۳

نقشہ دکھایا گیا ہی - اس تصویر سے ستوپے کے بالائی کٹہرے اور چھتری کا نقشہ اور انکی ترتیب بخوبی معلوم ہوسکتی ہی -

یہ ستوپہ اور اسکے کٹہرے غالباً پہلی صدی قبل مسیح میں تعمیر ہوئے تھے مگر منقش پھاٹک، جو سانچی کے پھاٹکوں میں سب سے آخری معلوم ہوتا ہی، غالباً پہلی صدی عیسوی کے نصف اول میں اضافہ کیا گیا تھا - اس دروازے کے نصب ہونے سے پیشتر پردھنا کے اوپر اور اسکے چاروں طرف کچھ ملبدہ جمع ہوگیا تھا جس سے اُس کی سطح دیرھ فٹ کے قریب بلند ہوگئی تھی اور طواف گاہ کا اصلی فرش اور زینہ کی زیریں سیڑھیاں ملبدہ میں چھپ گئی تھیں - سیڑھیوں کو آشکار کرنے کے لئے ملبدہ کو صاف کیا گیا مگر انکے حصہ پائین تک پہنچنے کے بعد کھدائی بند کر دی گئی کہ پھاٹک کی بنیاد کو کسی طرح کا نقصان نہ پہنچے -

یہ پھاٹک ۱۷ فیت بلند ہی اور اسکے منبت نقش کی صنعت بڑے پھاٹکوں کے کام سے ملتی جلتی ہی انمیں سے اکثر نقش انہیں مضامین و مناظر کا اعادہ کرتے ہیں جو بڑے پھاٹکوں پر دکھائے گئے ہیں، اس

ستوپہ نمبر ۳ کا
منقش پھاٹک

ستوپہ نمبر ۳ کے پس پشت، جانب شمال مشرق، ستوپہ نمبر ۴

ایک اور ستوپہ ہی جو پیمائش میں اُس سے کسی قدر چھوٹا ہی - یہ ستوپہ اب قریب قریب منہدم ہو چکا ہی لیکن جو حصہ تباہی سے بچ گیا ہی اُسکی طرز تعمیر سراسر ستوپہ نمبر ۳ سے مشابہ ہی اور اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں ستوپے قریب قریب ایک ہی زمانے کے بنے ہوئے ہیں - پرندکھنا یعنی طواب کے رستے پر پتھر کی سلون کا فرش لگا ہوا تھا جسکے بعض حصے اسوقت بھی موجود ہیں - فرش پر کتھرے یا چبوترے اور زینے کے کتھرون کا کوئی نشان نہیں ملا جس سے خیال ہوتا ہی کہ شاید اس ستوپے میں یہ کتھرے بنائے ہی نہیں کئے تھے - مگر برخلاف اسکے بالائی کتھرے کی منڈیر کا ایک پتھر جسپر نہایت خوبصورت نقش و نگار بنے ہوئے ہیں، اس ستوپے کے قریب ہی (جانب جنوب) دستیاب ہوا ہی اور عجب نہیں کہ اسی ستوپے سے تعلق رکھتا ہو - یہ پتھر پانچ فیت سات انچ لمبا ہی (مگر اس کا ایک سرائوٹا ہوا ہی) اور اس کا بیرونی رخ کنول کے پھول پترن کی لہردار آرائش سے مزین ہی جن کے درمیان جابجا پرند بیٹھے ہوئے نظر آتے ہیں -

لئے آنکا مفصل حال قلمبند کرنا محض تحصیل حاصل
 ہی - لیکن ایک موقع، جو اس پہاڑک کے نیچے والے
 شہنیر کے رکار پر کدہ ہی، برے پہاڑوں کے مرقعوں
 سے مختلف ہی - اس میں غالباً اندر دیوتا کی بہشت
 نندن دکھائی گئی ہی - وسط میں ایک شامیانے کے
 نیچے اندر دیوتا تخت پر جلوہ افروز ہی، چاروں طرف
 پریوں کا جھرمٹ ہی، سامنے دریائے مدداکئی بہ رہا
 ہی جو نندن کو گھیرے ہوئے ہی، - شامیانے کے
 دالین بائیں پہاڑ اور جنگل دیوتاؤں کی تفرج گاہ کا اظہار
 کرتے ہیں جو اسمین آرام کر رہے ہیں - تاج ستون کے
 اوپر والی مربع تھونوں کے قریب، کونوں میں، درناک
 راجہ اور انکے خادم سات پھون والے سانپوں کے اوپر
 بیٹھے ہیں - سنگتراش نے ان سانپوں کے پیچ و خم دریا
 کے پانی کے ساتھ ملا کر شہنیر کے سرور تک پہنچائے
 ہیں اور وہاں ان چکروں میں ملائے ہیں جو سرور پر
 بنے ہوئے ہیں - مربع تھونوں پر پہلوان اور گھڑیاں
 کشتی لڑ رہے ہیں، - یہ تصویریں نہایت ہی مناسب
 موقع اور موثر معلوم ہوتی ہیں خصوصاً اسلئے کہ
 گھڑیاں اور سانپوں کی دُمرن کے پیچ و خم باہم بہت
 خوبی کے ساتھ ملائے گئے ہیں -

یہ حصہ عہد گپڈا کے چھوٹے سے مندر نمبر ۱۷ کے فرش سے (جو قریب ہی واقع ہی) کئی فیت نیچے جاتے ہیں اور انکی تعمیر میں بڑے بڑے پتھر استعمال کئے گئے ہیں - عہد وسطی میں ان دیواروں کے وہ حصے جو موجودہ سطح زمین سے اڑرتے ، چھوٹے چھوٹے صاف ترشے ہوئے پتھروں سے دوبارہ بنائے گئے تھے -

ستوپہ نمبر ۵
۷ وغیرہ

مذکورہ بالا ستوپوں کو چھوڑ کر اور جس قدر سترپے اس میدان پر واقع ہیں وہ سب عہد وسطی کے بنے ہوئے ہیں - ان میں سب سے بڑا ستوپہ نمبر ۵ ہی جو غالباً چھٹی صدی عیسوی کے قریب کی تعمیر ہی - اس کے جنوب میں اڑے گری کے پتھر کی بنی ہوئی کسی مجسمے کی ایک کرسی رکھی ہوئی جو اپنی ظاہری وضع قطع اور طرز ساخت سے ساتویں صدی کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہی بدھ کے آس مجسمے کے متعلق جو اس کرسی پر رکھا ہی وثوق کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ آیا اصل میں اسی کرسی پر رکھا گیا تھا یا نہیں -

ستوپہ نمبر ۷، جو میدان کے جنوب مغربی گوشے میں ہی اور نیز ستوپہائے نشان ۱۲ تا ۱۶ جو مندر

اس رقبے میں زمانہ قدیم کا بنا ہوا صرف ایک اور ستوبہ ہی جو مندر نمبر ۱۸ کے مشرق میں واقع ہے۔ اس کے بہار میں مذکورہ بالا ستوپوں کی طرح برے برے پتھر لے ہوئے ہیں جنکے درمیانی فاصلوں میں چھوٹی چھوٹی کیلیں بھر دی گئی ہیں۔ یہ بھرتی یقیناً مذکورہ بالا ستوپوں کی ہم عصر ہے مگر روکار کی موجودہ چٹائی مابعد کی ہے اور بظاہر ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی میں اسوقت اضافہ کی گئی تھی جبکہ قدیم روکار بوسیدہ ہو کر گرچکا تھا۔ موجودہ چٹائی میں چھوٹے چھوٹے صاف ترشے ہوئے پتھر لگے ہوئے ہیں اور مزید استحکام کی غرض سے کرسی اور بالائی عمارت کی تعمیر میں حاشیہ بھی چھوڑے ہوئے ہیں جو قدیم عمارت میں کہیں نظر نہیں آتے۔ عہد وسطی کے اکثر ستوپوں کی طرح اسکی کرسی بھی مربع ہے اور کچھ زیادہ بلند نہیں ہے۔ ستوپے کے بہار کے قدیم ہونے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ جس چوک میں یہ ستوبہ واقع ہے اُسکی شمالی اور مغربی دیواروں کے زیریں حصے (۱) بھی بہت قدیم زمانے کے ہیں۔

(۱) اب یہ حصے نظر نہیں آتے کیونکہ کھدائی کو دوبارہ بھر دیا گیا ہے۔

کرسی دستیاب ہوئی جو عہد کشان کی ساخت ہے - اسکے روزگار پر ایک تین سطر کا کتبہ اور کچھ ابھوران نقش کندہ ہیں مگر افسوس کہ یہ کرسی توٹی ہوئی ہے اور کتبہ اور تصویروں کا قریباً نصف حصہ ضائع ہوچکا ہے (۱) - نقش کے موجودہ حصے میں بدھ کی ایک تصویر بنی ہوئی ہے جو چار زانو بیٹھا ہے اور اسکے بائیں طرف دو عورتیں ہاتھوں میں ہار لگے کھڑی ہیں - کتبہ کا موجودہ حصہ حسب ذیل ہے (۲) :-

سطر ۱ — [بودھی] ستواسیا میتریاسیا پوتہ
پریشنت [پتا]

سطر ۲ — سیا کتبہ یے رش کلاسیہ دفتر وشی

سطر ۳ — تنمہت سکھارتھم بہراتر

(۱) اس کرسی کی عکسی تصویر محکمہ آرکیالوجیکل سروے کی سالانہ رپورٹ بابت سنہ ۱۳ - ۱۹۱۲ء حصہ اول (پلیٹ ۸ شکل ب) میں شائع ہوچکی ہے -

(۲) [پوتا] [بودھی] सखस्य मदेयस्य प्रतिमा प्रतिति [पिता]

2. क कुतुबिनिये विषकुलस्य धितु विष-

3. तन [म्] हि [त] सुख [।] धं [म्] भवतु ।

نمبر ۱۷ کے قریب دو قطاروں میں واقع ہیں سب قریب قریب ستویہ نمبر ۵ ہی کے ہم عصر ہیں، سب کی کرسیاں مربع شکل کی ہیں اور انکے بہارے مبن مٹی اور ناتراشیدہ پتھر بہرے ہوئے ہیں۔ مگر روکار پر صاف توشے ہوئے پتھر لگے ہیں اور استحکام کی غرض سے چاروں طرف کسے چھوڑے گئے ہیں۔ انمیں سے اکثر ستوپے تو بالکل ٹھوس ہیں مگر بعض کے اندر ”تبرکات“ رکھنے کے چوکور خانے بھی بنے ہوئے ہیں۔

ستویہ نمبر ۷ میں کننگھم صاحب نے کھدائی کروائی تھی مگر اسمیں ”تبرکات“ نہیں ملے۔ اس وقت یہ ستویہ پانچ فیت بلند ہی اور اسکے چاروں طرف ایک شکستہ چبوترہ ہی جسکو شامل کرنیسے ستوپے کی کرسی ۲۹ فیت مربع ہو جاتی ہے۔ یہ چبوترہ مابعد کا اضافہ معلوم ہوتا ہے اور اسکے شمالی پہلو پر ایک ”چفکرم“ یا رزش کے آثار نظر آتے ہیں جو غالباً چبوترے ہی کی ہم عصر ہے۔ ”چفکرم“ کے مغربی سرے پر دو گول ستوپے تھے *

اس ستوپے کا ”تبرکات کا خانہ“ کھدائی سے قبل ہی تباہ ہو چکا تھا، لیکن اسکی دیواروں کے ملے میں متھرا کے سرخ پتھر سے بنے ہوئے ایک مجسمے کی

بغا پر بھی کہا جاسکتا ہی کہ یہ ستوپہ ساتویں صدی عیسوی کے قریب طیار ہوا ہوگا۔ اس ستوپے کی تعمیر کے وقت اوائل عہد گپتا نے کثیر التعداد ستوپے شکست و ریخت کی حالت میں تھے ارر معلوم ہوتا ہی کہ مجسمہ مذکور کو انہیں میں سے کسی ایک ستوپے سے لے کر ارر قابل احترام سمجھ کر اس ستوپے میں رکھ دیا گیا۔ عہد وسطیٰ میں قدیم مذہبی مجسموں کو (خواہ وہ سالم ہوں یا شکستہ) نئے ستوپوں میں دفن کرنے کا عام رواج تھا کیونکہ سانچہ کے علاوہ سارناتھ سہیت مہیت ارر قدیم مقامات میں بھی اس قسم کی مثالیں ملی ہیں۔

کسی زمانے میں اہل ہند کے دیگر مشہور ستوپوں کی طرح سانچہ کے ستوپہ کلان کے گرد بھی مختلف جسامت کے بے شمار ستوپے بنے ہوئے تھے مگر معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۸۳ - ۱۸۸۱ م میں جب ستوپہ کلان کی ملحقہ زمین فرشی کٹھرے کے چاروں طرف قوریہ ساتھ ساتھ فیت صاف کی گئی اس وقت بہت سے ستوپے تلف ہو گئے ، - چنانچہ جن ستوپوں کا مفصل حال اردر بیان ہو چکا ہی ان کے علاوہ صرف

اس کتبہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کرسی میڈریا
 بردہ ہی ستوا کے کسی مجسمے کی ہے - ستریہ نمبر ۱۴
 کے اندر ایک مجسمہ ملا جو (مذکورہ بالا کرسی کی
 طرح ملے میں پڑا ہوا نہیں بلکہ) ”تبرکات“ کے
 خانے کی مغربی دیوار سے لگا ہوا رکھا تھا اور اُسکے
 سامنے ایک اور دیوار حفاظت کی غرض سے بنی ہوئی
 تھی - یہ مجسمہ بدھ کا ہے جسکو دھیان (استغراق)
 کی حالت میں بیٹھا ہوا دکھایا ہے - مذکورہ بالا
 کرسی کی طرح یہ مجسمہ بھی سرخ پتھر کا بنا ہوا
 اور متھرا کی صنعت کا نمونہ ہے مگر چہرے کے
 خط وخال خصوصاً لب اور آنکھوں کی ساخت،
 بالوں کے بنانے کا رسمی طریقہ اور لباس کی ترتیب
 اور اُسکے شکن وغیرہ دکھانے میں جو قواعد ترسیم کی
 حد سے زیادہ پابندی کی گئی ہے، یہ سب باتیں
 صاف ظاہر کر رہی ہیں کہ یہ مجسمہ عہد کشان کا
 بنا ہوا نہیں بلکہ ارائل عہد کپتا کی یادگار ہے -
ستریہ نمبر ۱۴ میں رکے جانے سے پیشتر ہی یہ مجسمہ
 زمانے کی دستبرد سے بہت کچھ خستہ ہو چکا تھا
 جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ستریہ مذکور نسبتاً
 بعد کے زمانے کی تعمیر ہے اور بعض دیگر وجوہ کی

تھی - پیالین کی اس سادہ ڈبیا میں ذرا سی یادگاری
 ہدیہ اور مٹی کے برتن کے چند شکستہ ٹکڑے ملے جن
 کی مجلیٰ سطح اور عمدہ اور سبک ساخت عہد موریہ اور
عہد شفا کے برتنوں سے ملتی جلتی ہی - اس قدیم
 اور شکستہ برتن کا ایک ایسی ڈبیا میں ملنا جو خود بالکل
 صحیح و سالم ہی ، نیز اُن اینٹوں کی گہنگی جن سے
 ستوپے کا وسطی حصہ تعمیر ہوا ہی ، اس خیال میں شک
 و شبہ کی مطلقاً گنجائش نہیں چھوڑتے کہ یہ یادگاری
 ہدیہ ابندائ کسی اور قدیم ستوپے میں رکھی گئی تھی
 اور اوائل عہد گپتا میں ، جب وہ ستوپہ خراب و خستہ
 ہو گیا ، تو اس چھوٹے ستوپے میں منتقل کر دی گئی
 جس کے اندر ت راقم الحروف کو دستیاب ہوئی - تبرکات
 (یعنی ہدیہ کے ٹکڑوں) کو اس چھوٹے ستوپے میں
 رکھنے وقت اُس شکستہ برتن کے چند ٹکڑے جس
 میں وہ پتہ محفوظ تھے اور نیز قدیم عمارت کی چند
 اینٹیں بھی اس ستوپے میں رکھ دی گئیں - ان
 اینٹوں کی جسامت اور طرز ساخت سے ظاہر ہوتا ہی
 کہ قدیم ستوپہ عہد موریہ میں تعمیر ہوا تھا اگرچہ اب
 اُس کی صحیح جالہ وقوع معلوم نہیں ہو سکتی -

چند اور ستوپے اس وقت موجود ہیں - انمیں سے کچھ تو ستوپہ نمبر ۷ کے قریب واقع ہیں اور کچھ مندر نمبر ۳۱ کے سامنے، جہاں ملیے کے وسیع انباروں نے، جو آئندے اوپر جمع ہو گئے تھے، انکو محفوظ و مصون رکھا -

ستوپہ ہالے نمبر ۲۸
۲۹

مندر نمبر ۳۱ کے قریب جو ستوپے ہیں انمیں دو چھوٹے چھوٹے ستوپے (نمبر ۲۸ و ۲۹)، جو اس مندر کی سیڑھیوں کے دونوں طرف واقع ہیں، بالخصوص قابل ذکر ہیں - یہ دونوں ستوپے عہد گپتا کے بنے ہوئے ہیں، - ان کی کرسیاں بلند اور مربع شکل کی ہیں اور چٹائی میں کسے اور کارنس بنائے گئے ہیں جو اوائل عہد گپتا کی خصوصیات ہیں - دونوں ستوپوں کی ظاہری وضع قطع ایک سی ہی مگر اندرونی بنات مختلف ہیں - جو ستوپہ زینے کے مغرب کی طرف واقع ہے وہ سرسبز پتھر کا بنا ہوا ہے مگر مشرقی ستوپے کی اندرونی بھرائی میں بڑی بڑی اینٹیں دی ہوئی ہیں جو یقیناً کسی قدیم عمارت سے لی گئی تھیں - اینٹروں کی اس بھرتی کے وسط میں، سطح زمین سے تین فٹ بلند ”تبرکات“ رکھنے کا خانہ تھا جس میں مٹی کی ایک معمولی سی پیالی نیچے رکھی تھی اور دیسی مٹی ایک اور پیالی اُس کے اوپر دھکی ہوئی

غرض سے ، اسکے عمود کو کاٹنا چاہا تھا ۔ مگر لائٹھ کا زیرین حصہ ابھی تک اپنی اصلی جگہ پر قائم ہی ، عمود کے پترے پترے ٹکڑے اس کے قریب ہی پڑے ہیں ، اور شیرون کی تصویر جو لائٹھ کے اوپر قائم تھی مندر نمبر ۱۷ کے سامنے رکھی ہی (۱) ۔ مکمل حالت میں یہ لائٹھ دیالکس فیت بلند تھی ۔ عمود شکل میں گول اسطوانہ نما ، کسی قدر مخروطی اور ایک ڈال پتھر کا بنا ہوا تھا ۔ تاج ستون یا پرکالہ شکل میں جوس نما تھا ، اسکے اوپر ایک گول کرسی تھی جسپر چار شیر بدر پشت بہ پشت کھڑے تھے ، - اور اوپر سے نیچے تک تمام ستون کو نہایت عمدگی اور صفائی سے مکمل ر مجلے کیا گیا تھا ۔ تاج کی کرسی پر ہنسی شکل (۲) کے چار پھول بنے ہوئے ہیں اور پھولوں کے درمیان ایک ایک جوزا راج ہنس کا بنا ہوا ہی جن سے شاید اہل ہودہ کی جماعت سراہی ۔

شیرون کی تصویریں بہت کچھ خستہ ہو گئی ہیں مگر اس حالت میں بھی فن پیکر سازی کی بہترین

(۱) اب یہ شیر عجائب خانے میں رکھ دیئے گئے ہیں (مترجم)

(۲) Honey-suckle (زہر العسل)

باب ۶

وسطی رقبہ کے ستون اور لائیں

ستونوں کے علاوہ جو اور آثار ستوپہ کلان کے آس پاس ملتے ہیں وہ ستونوں اور مندروں کی شکل میں ہیں۔ ستونوں کی تعداد کسی زمانے میں بہت زیادہ ہو گئی کیونکہ ستونوں کے تاج اور عمودوں کے بہت سے شکستہ ٹکڑے ملے ہیں دستیاب ہوئے ہیں۔ لیکن ان میں سے اکثر ستون عہد گپتا کے بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے اور نہایت معمولی حیثیت کے ہیں اور صرف پانچ ستون ایسے ہیں جو قابل ذکر ہیں :-

ان ستونوں میں سب سے قدیم اشوک کی وہ لائے ہی جو ستوپہ کلان کے جنوبی پہاڑ کے قریب استادہ ہی - یہ خامکراس لئے دلچسپ ہی کہ اول تو اسکی ساخت نہایت اعلیٰ ہی ، (۲) اس کے عمود پر چند شاہی منادات کندہ ہیں اور (۳) یہ کہ ستوپہ کلان کے زمانہ تعمیر کے تعین پر قابل قدر روشنی ڈالتی ہی - کہتے ہیں کہ زمانہ ہوا ایک مقامی زمیندار نے اس لائے کو کرا کر ، اپنے کے کوہو میں استعمال کرنے کی

اشوک کی لائے



a. LIONS FROM THE SUMMIT OF
ASOKA'S PILLAR.



b. STATUE FROM THE SUMMIT OF
PILLAR 35.

مثال ھیں (پلیٹ ۱۰ - الف - Plate X, a) دیکھئے ، ان کے جوش قوت کا اظہار کس خوبی سے کیا ھی اور آرائشی جزئیات کی ساخت میں ایک حد تک قواعد تعمیر کی پابندی کی ھی کہ ستون کی عمارتی حیثیت کے ساتھ ایک قسم کی مناسبت پیدا ہو جائے - علاوہ بریں شیروں کے پتھروں کی مضبوط نشور دما اور انکی اُبھری ہوئی رگون ، فولادی پنجرن ، اور چھوٹی چھوٹی گھونگریالی ایالون کا پرزور طریق ساخت بھی کچھ کم دلچسپ نہیں ھی -

اب اگر ان شیروں کا سترہ کلان کے جنوبی پھاٹک کے شیروں سے مقابلہ کیا جائے تو زمین آسمان کا فرق نظر آئیگا اور ایک ہی نگاہ میں ان کی فوقیت ظاہر ہو جائیگی - یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ھی کہ بارجودیکہ اس در سو سال کے عرصے میں ، جو ان شیروں اور جنوبی دروازے کے شیروں کی ساخت کے مابین حائل ھی ، ہندی صنعت نے نہایت سرعت کے ساتھ ترقی کی ھی پھر بھی لاثہ کے شیروں کو اس قدر فوقیت کیوں حاصل ھی - اس کا جواب یہ ھی کہ جنوبی پھاٹک تر خالص ہندی صنعت کی یادگار ھی جس نے ابھی بمشکل ابتدائی منزلیں ھی طے کی تھیں اور اشوک

ہی لائے ایرانی یونانی صناعتوں کی دستکاری کا نمونہ
 ہی جنگی بے شمار نسلین صنعتی جدوجہد میں
 سرگرم رہی تھیں - فی الحقیقت لائے ہر خط و خال
 میں یہاں تک کہ اُس کتبہ مدن بھی جو اُسپر کندہ
 ہی ، یونانی یا ایرانی اثر صاف عیاں ہی -

یہ بات تو زمانہ دراز سے معلوم ہی کہ اشوک کے
 منادات میں ایران کے اُخمینی بادشاہوں نے اُن منادات
 کو پیش نظر رکھا کیا ہی جو کوہ بیستون کی چٹانوں
 پر یا دیگر مقامات پر کندہ ہیں - لیکن ایران ہی میں
 جس نما تاج بھی ایجاد ہوا - ایرانی نمونوں ہی سے
 جو مرغاب کے میدانوں ، اصطخر ، نقش رستم اور
 پرسی پولیس وغیرہ میں اب تک موجود ہیں ، موریائی
 ستونوں کے صاف اور سادہ عمود بھی نقل کئے گئے - اور
 ایران ہی سے ، جہاں اس فن کی بہت سی مثالیں
 پرسی پوریس وغیرہ میں پائی جاتی ہیں ، اشوک کے
 کاریگروں نے پتھر کو ایسی نفیس جلا دینا بھی سیکھا -
 علامہ برہنہ سانچی کے اس ستون پر ، اور نیز اشوک کی
 دوسری لائے (واقع سارناتھ) پر جو اس سے بھی زیادہ
 شاندار اور خوبصورت ہی ، بعض حیوانی تصویریں بنی
 ہوئی ہیں جنکا ذمہ دار تاریخ عالم کے اُس زمانے میں
 صرف یونانی صنعت کا اثر ہو سکتا تھا اور بہ معلوم کرنا

بظاہر اس میں بھی رہی احکام لکھے ہوئے معلوم ہوتے ہیں جو سارناتھ اور کوشامبھی کے منادات میں ہیں - یہ فرمان مذہب میں تفرقہ اندازی کی سزا کے متعلق ہی اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہی -

”بھکشورن اور بھکثیرن کے لئے ایک طریق عمل مقرر کر دیا گیا ہے - جب تک میرے بیٹے اور میرے بیٹوں کے پوتے برسر حکومت ہیں اور جب تک چاند اور سورج قائم ہیں، ہر اُس راہب اور راہبہ کو جو شدگھا میں تفرقہ ڈالے مجبور کیا جائیگا کہ وہ سفید لباس پہنے اور شدگھا سے علیحدہ رہے - کیونکہ میری خواہش کیا ہے؟ بس یہی کہ شدگھا میں اتفاق رہے اور وہ زمانہ دراز تک قائم رہے۔“

جس رقبے پتھر کا یہ ستون بنا ہوا ہے وہ چنار (۱) کے پہاڑ سے لایا گیا تھا جو سانچی سے کئی سو میل کے فاصلے پر واقع ہے - اور اشوک کے انجندرون کی قابلیت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے جو چالیس فیت سے زیادہ طویل پتھر کو، جس کا وزن قریباً اٹھ ہی ٹن (یعنی ۱۱۰۰ من کے قریب) ہوگا، اسقدر دور و دراز فاصلے سے یہاں تک مصحیح و سالم لے آئے - اس میں شک نہیں کہ انہوں

خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ یہ یونانی اثر بھی ایران ہی کی راہ سے ، یا شاید یہ کہنا زیادہ مناسب ہی کہ ایران کے اُس حصے سے ہندوستان پہنچا جو کسی زمانے میں صوبہ باختر کہلاتا تھا اور اُسوقت شاہان سلجوق کی حکومت سے آزاد ہونے کی کوشش کر رہا تھا (۱)۔

وہ شاہی فرمان جو اس ستون پر براہمی رسم خط میں کندہ ہی اُس کا بیشتر حصہ ضایع ہوچکا ہی۔ لیکن

(۱) ان ستونوں کی تعمیر کے وقت یونانیوں کی ارس طاقتور نو آبادی کو قائم ہوئے ، جو سکندر اعظم کے باختر میں آباد کی تھی ، درنسل سے کچھ ہی زیادہ عرصہ گزرا ہوگا۔ یہ یونانی ایک ایسے حصہ ملک میں آباد تھے جو سلطنت موریا کی عین دہلیز پر واقع تھا اور جہاں ہندوستان ، ایران ، اور وسط ایشیا کی تجارتی شاہراہیں آنر ملتی تھیں۔ اور چونکہ یہ لوگ مغربی ایشیا کی تہذیب کے بڑے بڑے مرکزوں سے باخبر اور خلط ملط رہتے تھے اسلئے ضرور ہی کہ یونانی صنعت اور تہذیب کو ہندوستان تک پہنچانے میں انہوں نے معتدبہ حصہ لیا ہو۔ فی الحقیقت تمام شہادتوں سے ، خواہ رہ جغرافیائی حالات پر مبنی ہوں ، با آن سیاسی اور تجارتی تعلقات پر جو ہندوستان اور مغربی ایشیا کے درمیان قائم ہے ، یا ایرانی اور یونانی صنعتوں کی خوش آئند آمیزش پر جو ان آثار میں نظر آتی ہی ، غرض سب سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ جن صنعتوں نے یہ یادگار بن تعمیر کی تھیں وہ غالباً باختر ہی سے مستفیض ہوئے تھے۔

گرد آس مقام پر بنا ہوا ہی جہاں عمود کا مصفی حصہ ختم اور کھردرا حصہ شروع ہوتا ہی - ستون کے قیام کے وقت یہ فرش سطح زمین کے برابر تھا لیکن آجکل پتھر کے آس شکستہ فرش سے ، جو موجودہ سطح زمین پر لائے کے آس پاس نظر آتا ہی ، قریباً چار فیت نیچے ہی - ان درون فرشوں کے درمیان تین اور فرش ملے ہیں جنکے درمیانی فاصلوں میں ملیے کی مختلف مقدار ملتے ہی - اب جو شخص ہندوستان کے قدیم مقامات کی کھدائی سے کماحقہ ، واقفیت رکھتا ہی رہے بخوبی سمجھ سکتا ہی کہ ملیے کا یہ انبار (جو چار فیت گہرا ہی اور جسمیں تین فرش بھی بنے ہوئے ہیں) ایک صدی سے کم عرصے میں جمع نہیں ہوا ہوگا بلکہ اغلب یہ ہی کہ اس عمل کی تکمیل میں اس سے بھی زیادہ وقت صرف ہوا ہو - پس پتھر کا فرش (جو موجودہ سطح زمین پر نظر آتا ہی کسی طرح بھی) دوسری صدی قبل مسیح کے نصف ثانی سے پیشتر کا نہیں ہو سکتا اور چونکہ یہ فرش ستوپہ کلان کے سنگی روزگار اور فرشی گھرے کا ہم عصر ہی اسلئے ظاہر ہی کہ اس روزگار کی چنائی بھی دوسری صدی قبل مسیح کے نصف ثانی ہی میں عمل پذیر ہوئی ہوگی -

نے دریائی رسائل بار برداری سے فائدہ اٹھایا ہوگا اور
برسات میں دریائے گدگا، جمنا، اور بیتوا میں سترن کو
کشتیوں پر لائے ہوئے - پھر بھی اسقدر رزنی پتھر کو
کشتیوں پر منتقل کرنا، اور پھر سانچی کی بلند
اور ڈھلوان پہاڑی کی چوٹی پر پہنچانا، ایسا دشوار
کام ہی کہ قابل سے قابل انجینیر بھی اسکی تکمیل پر
بچا فخر کر سکتا ہی -

اب رہی وہ شہادت جو یہ لائے ستوپہ کلان کے
سنگی روکار اور اُسکے فرش کی کٹہرے کی تاریخ تعمیر کے
متعلق مہیا کرتی ہی، سورہ اُن قدیم فرشوں پر مبنی
ہی جو درزان حفريات میں اس لائے کے اور ستوپہ کلان
کے گرد آشکار ہوئے تھے - خود لائے کی بنیاد موجودہ
سطح زمین سے بارہ فیت نیچے چٹان پر قائم ہی - پہلے
اٹھ فیت تک اسکا عمود قریباً مدور اور نیم تراشیدہ اور
بڑے بڑے پتھروں کی مضبوط بھرتی میں جمایا ہوا
ہی - ان پتھروں کو اپنی جگہ پر قائم رکھنے کی غرض
سے بنیاد کے چاروں طرف ہماری ہماری دیواریں بنائی
گئی تھیں جنکا سطحی نقشہ قریب قریب مستطیل
شکل کا ہی اور دیواروں اور بھرائی کے پتھروں کے اوپر
”بھری“ اور چرنے کا چھہ انچ موٹا فرش سترن کے

تاج کو شامل کر کے ستون کی اونچائی پندرہ فٹ ایک انچ (۱) اور بنیاد کے قریب اس کا قطر ایک فٹ چار انچ ہی - نیچے سے ساڑھے چار فٹ تک ستون ہشت پہلو شکل کا ہی اور اس سے اوپر سولہ پہلو - ہشت پہلو حصے کے تمام ضلع مسطح ہیں لیکن بالائی حصے کے زائد آٹھ پہلو مٹمن کے کونوں کو مجوف تراش کر بڑے گئے ہیں جس سے ہر تیسرا پہلو مقعر یعنی کسی قدر گہرا ہو گیا ہی - ستون کے پہلوؤں کی یہ مقعر ساخت، اور دو مختلف الشکل حصوں کے مقام اتصال پر گوشوں کی مخصوص تراش، اور انکی تکمیل کا دلنشین طریق، درسی اور پہلی صدی قبل مسیح کے طرز کی خصوصیات سے ہیں اور جہاں تک ہمیں علم ہی بعد کی سنگتراشی میں نہیں پائی جاتیں -

ستون کے عمود کا مغربی حصہ ضائع ہو چکا ہی مگر اسکی چوٹی پر وہ چول اب تک موجود ہی جس پر تاج یا پرکالہ قائم کیا گیا تھا - یہ پرکالہ حسب معمول جمشیدی طرز کا بنا ہوا ہی - اس کے ”درش“ سے کنول کی پتیاں لٹک رہی ہیں - ”گردن“ پر پہلے ”دڑی نما“

(۱) یعنی اگر قدیم سطح زمین سے ناپا جائے -

تاریخی ترتیب کے لحاظ سے اب ہم اُس ستون کا تذکرہ کرتے ہیں جس کو نقشے میں نشان (25) سے ظاہر کیا گیا ہے۔ یہ ستون دوسری صدی قبل مسیح میں اُس زمانے کے قریب طیار ہوا تھا جس وقت بیس نگر کا ستون ”کہام بابا“ نصب کیا گیا اور میسی اور دیگر مصنفین کا یہ خیال محض غلط ہے کہ یہ عہد گپتا کی یادگار ہے۔

ستون کے جنوبی پہلو پر ‘ سطح زمین سے چھ فیت بلند ‘ عہد رسطی کے ایک کتبے کے چند حروف نظر آتے ہیں اور جنوب مغربی پہلو پر ‘ کرسی کے قریب ‘ سنہ (۱) کے نمونے کی کچھ مٹی ہوئی سی عبارت کندہ ہے۔ یہ دونوں کتبے ستون کے نصب ہونے سے بہت بعد اُس پر لکے گئے تھے ‘ اسلئے ان سے اُسکے زمانہ تعمیر کا کچھ پتہ نہیں چلتا۔ لیکن ستون کی طرز ساخت اور اُسکی سطح کی تراش و تکمیل وغیرہ سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ عہد شنکا کے قریب طیار ہوا تھا۔

(۱) Shell characters - ایک قسم کا رسم خط جو آج تک کسی سے پڑھا نہیں گیا۔ اس کے حروف بہت پہنچ در پہنچ اور کسی قدر سٹک سے مشابہ ہوتے ہیں۔ ان کتبوں کی زبان غالباً سنسکرت ہے اور کنگھم صاحب کا خیال ہے کہ یہ خط غالباً ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی کے قریب رائج تھا ‘ (مترجم)

اور یہ تکررے ایسی بری طرح تُوڑے ھیں کہ اُنکے جوڑ ملا کر ستون کو پھر سے درست کرنا ممکن نہیں ۔
عمود کے حصّہ زیرین پر، جو ابھی تک اپنی اصلی جگہ قائم ھی، شمال مغربی جانب ایک شکستہ سی تحریر عہد گپتا کے حرف میں کندہ ھی جس میں لکھا ھی کہ یہ ستون کسی ”رہار سُرامی“ (یعنی خانقاہ کے سردار) نے بنوایا تھا جو ”گوشور سنہا بل“ کا بیٹا تھا ۔ عہد گپتا کے دوسرے ستونوں کی طرح اس ستون کی کرسی بھی شکل میں مربع اور سطح زمین سے ایک فٹ دو انچ اوپر نکلی ھوئی تھی اور اسکے گرد ایک چھوٹا سا چوکور چبوترہ بنا ھوا تھا ۔

اس ستون کا شیر والا تاج، اُس تاج کی کمزور اور بھدی سی نقل ھی جو اشوک کی لائے پر قائم تھا ۔ صرف جزئیات میں کسی قدر اختلاف ھی اور شیرنکے اوپر ایک چکر بڑھا دیا گیا ھی ۔ جزئیات کا اختلاف ایک تو ”دورری“ کی اُس آرائش میں نظر آتا ھی جو ”گردنہ“ پر بنی ھوئی ھی اور جس کو خلاف معمول چند اکھری رسیوں کے گرد ایک چوڑا فیتہ لپیٹ کر ظاہر کیا گیا ھی ۔ اور دوسرے اُن تصویروں

آرائش اور آرہر ”داندہ رلوز“ کی کذدہ کاری ہی ۔ گردن ے اور ایک مربع کرسی ہی جسکے چارون طرف کتھرے کا نقشہ منبذت ہی ۔ اور کرسی پر غالباً شیر کا مجسمہ قائم تھا جو اب ضائع ہو چکا ہی ۔

ستون نمبر ۲۶

تیسرا ستون (نشان 26) مذکورہ بالا ستون سے کسی قدر شمال کو واقع ہی اور آغاز عہد گپتا کا بنا ہوا ہی ۔ یہ ستون طرز ساخت ے علاوہ اپنے پتھر کی غیر معمولی نفاذت اور رنگ ے باعث بھی اس مقام ے دوسرے ستونوں سے امتیاز رکھتا ہی ۔ اردے گری ے پہاڑ سے جو پتھر عموماً نکلتا ہی اُس کی بہ نسبت یہ زیادہ سخت ہی اور رنگ بھی قدرے بھررا زردی مائل ہی جس میں کہیں کہیں فالسی رنگ ے دھبے اور دھاریاں بھی ہیں ۔ سانچہ میں اس قسم کا پتھر صرف عہد گپتا ے آثار میں پایا جاتا ہی ۔

یہ ستون بائیس فیت چھ انچ بلند اور صرف در پتھروں کا بنا ہوا تھا ۔ ایک سے مربع کرسی اور اسطوانہ نما عمود تراشا گیا تھا اور دوسرے سے گھنڈہ نما تاج ستون ، گردنہ ، اور ، شدر اور آنکے اور کا چکر ۔ لیکن انفرس ہی کہ ستون کا عمود ٹوٹ کر تین ٹکڑے ہو گیا

طریق تکمیل، الغرض تمام خط و خال عہد گپتا کی صنعت کا صحیح نمونہ پیش کرتے ہیں۔

ستون کے عمود کا اکثر حصہ ضائع ہو چکا ہے مگر حصہ زیریں ابھی تلک اپنی اصلی جگہ پر قائم ہے۔ بنیاد بالکل صحیح و سالم ہے، ستون کے گرد چوڑے چبوترے بنا ہوا تھا اُسکا نقشہ صاف نظر آتا ہے، اور تاج اور درجہ مجسمہ جو اس کے اوپر قائم تھا درون نسبتاً اچھی حالت میں محفوظ ہیں۔ عمود کا موجودہ حصہ نہایت بلند ہے جس میں سے اوپر کا تین فیت دس انچ کا ٹکڑا مدور اور صاف ستھرا بنا ہوا ہے۔ باقی حصہ جو اصل میں ستون کی کرسی کا کام دیتا تھا شکل میں مربع ہے اور نیم تراشیدہ سا ہے۔ عہد گپتا میں دستور تھا کہ ایسے ایک ڈال پتھر کے ستونوں کی کرسیاں مربع رکھتے تھے اور عہد موریہ میں (جہاں تلک مجسم علم ہے) ہمیشہ گول بنایا کرتے۔ علاوہ بریں عہد موریہ کے جتنے ستون اس وقت تلک دریافت ہوئے ہیں انکی امتیازی خصوصیت یہ ہے کہ انکی سطح نہایت صاف اور ہموار از آسپرنہایت چمکدار جلا ہوتی ہے، حالانکہ ستون زیر بحث کی سطح اس قسم کی جلا سے بالکل معرہ ہے۔

میں جو تاج کی مدور کرسی کے رخ پر بنی ہوئی
ہیں - ان تصویروں میں مختلف قد و قامت کے
پرند اور کنول کے پھول نہایت بے ترتیبی کے ساتھ
بنے ہوئے ہیں اور ان کی ساخت میں اُس توازن
اور تناسب کا لحاظ نہیں کیا گیا جو قدیم ہندی صنعت
کی خصوصیت تھی - جنوبی پھاٹک کے بعد
مضحکہ انگیز شیروں کی مانند ان شیروں کے بھی
ھر پنچے میں پانچ پانچ ناخن بنے ہوئے ہیں اور دیگر
امر میں بھی ان کی بذات میں مشابہت بالاصل
اور صنعتی مراعات کا بہت ہی کم لحاظ رکھا گیا ہے -

ستون کلان کے شمالی پھاٹک کے قریب جو ستون
استادہ ہی ، وہ بھی عہد گیتا ہی میں تعمیر ہوا تھا -
اس ستون کی نسبت (زمانہ حال کی تصنیفات میں)
اکثر بیان کیا گیا ہے کہ اشوک کی لاثہ کا جواب اور
اُسکا ہم عصر ہے - لیکن اس کے سرسری معاینے سے
ہی واضح ہو جائیگا کہ اسکو عہد موریہ سے منسوب کرنا
سخت غلطی ہے - حقیقت یہ ہے کہ اس ستون کی
طرز ساخت ، اس کے اجزاء کی ترتیب ، اور اُن کا اصطلاحی

ستون کا جمشیدی تاج اور اُسکے اوپر کی مربع کرسی جو کٹھرے کے ابھران نقش سے آراستہ ہی ' درنوں ایک پتھر سے تراش کر بنائے گئے ہیں ۔ یہی کیفیت اُس مجسمے کی ہی جو کنگنہم اور میسی کو اس تاج کے قریب پڑا ہوا ملا تھا اور اصل میں غالباً اس ستون کے اوپر قائم تھا (دیکھو پلٹیت ۱۰ - ب - Plate X, b) - یہ مجسمہ (رجوا پانی)

بردھی ستوا کا ہی جو ایک سادہ دھرتی باندھ کھڑا ہی - اسکے ہانہوں میں کنگن ' کانوں میں مرکیان ، گلے میں جزائر ہیکل اور سر پر مرمع پگڑی ہی - پشت اور شانوں پر گھونگریالے بال اور بالوں کے نیچے پیٹھ پر دو فیڈوں کے سرے لٹک رہے ہیں - تصویر کی ایک دلچسپ خصوصیت یہ حالہ ہی جس کے کنارے کے گرد مساری فاصلوں پر بارہ چوڑے چھوٹے

[فوٹ نوٹ بسلسلہ صفحہ گذشتہ]

ان اعداد کے ساتھ چندرا کی لوہ کی لائے (واقع قطب ، دہلی) کے تجربہ کا مقابلہ کرنا خالی ار دلچسپی نہ ہوگا جو ذیل میں درج ہی :—

کاربن - سلفر - سیلیکن - فاسفورس - میڈگنیٹ - لوہا

0.08 .006 .046 .111 ندارد 99.72

اب رہی اس ستون کی بنیاد (جو ایک مضبوط چار دیواری کے بیچ میں بہاری بہاری پتھر جما کر بنائی گئی ہے) ، سرہمارے پاس ابھی اور مقامات سے اتنا کافی مصالحہ جمع نہیں ہوا ہے کہ اسکو زمانہ تعمیر کے تعین کا صحیح اور معتبر معیار قرار دے سکیں ، تاہم اتنا ضرور ہے کہ اشوک کی لاٹھ کی نسبت اس ستون کی بنیاد کا نقشہ زیادہ صاف اور باقاعدہ ہے ۔ عہدہ بریں اس ستون کی کرسی کے گرد جو پتھر کا چبوترہ بنا ہوا تھا اُس کا نقشہ اور طرز تعمیر عہد گپتا کے مخصوص طرز کے مطابق ہے اور وہ لوہے کے فائے جو ستون مذکور کو صحیح عمر دی حالت میں قائم رکھنے کی غرض سے اسکے نیچے دئے ہوئے ہیں اُن کے کیمیائی امتحان سے بخسنہ رہی اجزاء برآمد ہوئے ہیں جو عہد گپتا کی دیگر آہنی اشیاء کے تجزیہ سے (۱) -

(۱) اس تجزیہ کے لئے مین سر رابرٹ ہیڈ فیلڈ (Sir Robert Hadfield) کا مفروضہ ہوں ۔ اسکے اعداد حسب ذیل ہیں :-

کڑن - سلفر - سلین - فاسفورس - میگنیز

.05 .09 .009 .303 .09

انہیں سے ایک تکرے میں جرس نما تاج بنا ہوا ہے جسکے اوپر (گردن پر) ڈھری نما آرائش اور نیچے عمود کا ایک قلیل حصہ ہے۔ دوسرے تکرے میں ایک گول کرسی بنی ہوئی ہے جسکے اوپر شیر کا مجسمہ قائم ہے۔ ان چیزوں کی صنعت سے صاف ظاہر ہے کہ وہ عہد گپتا کی بنی ہوئی ہیں لیکن اگر ان کا اسی زمانے کی اور یادگاروں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ انکی ساخت بہت بھدی اور ناتراشیدہ ہے اور دھرا تاج تو بالکل ہی ناموزن اور نہایت ہی ادنیٰ درجے کی صنعت کا نمونہ ہے۔

سوراخ بنے ہوئے ہیں ۔ ظاہر ہی کہ اپنی موجودہ حالت میں یہ حالہ مجسمے کے قدر قامت کے لحاظ سے بہت چھوٹا ہی ، - اور معلوم ہوتا ہی کہ کنارے کے سوراخ ، حالے کے گرد شعاعیں لگانے کے لئے بنائے گئے تھے جو غالباً ملمع شدہ تانے کی تھیں اور باقی تمام تصویر پر شاید سنہری یا کوئی دوسرا رنگ کیا گیا تھا ۔ کڈنگھم اور میسی کے اس بیان میں کہ یہ مجسمہ اس ستون کے اوپر استادہ تھا ، مجھے شک و شبہ کی قطعی گنجائش نظر نہیں آتی اور جو شخص ہندی سنگتراشی کی تاریخ سے واقفیت رکھتا ہی وہ بغیر کسی مزید دلیل کے تسلیم کریگا کہ مجسمہ مذکور عہد گپتا کی یادگار ہی ۔

ستون نمبر ۳۴

پانچوان اور آخری ستون نمبر ۳۴ ہی جو کسی وقت ستوپہ دلاں کے مشرقی پہاٹک کے (جنوبی) پہلو میں قائم تھا ۔ جنرل میسی نے اپنی کتاب میں اس ستون کی ایک تصویر اُس وقت کی دی ہی جب وہ سنہ ۱۸۵۱ء میں بالکل صحیح رسالہ کھڑا تھا ۔ اب اسوقت اصلی جگہ پر تو اس ستون کا کوئی نشان نہیں ملتا مگر اُس ملے میں جو ستوپہ دلاں کے گرد جمع ہو گیا تھا اسکے دو ٹکڑے دستیاب ہوئے ہیں ۔

اب ہمارے پاس اس امر کی تحقیق کا کوئی ذریعہ نہیں کہ کھڑکیاں کس طرح ترتیب دی گئی تھیں، آنکلی پیمائش کیا تھی اور وہ تعداد میں کتنی تھیں - لیکن یہ قیاس کچھ زیادہ غلط نہ ہوگا کہ پہلو کی ہر دیوار میں آٹھ آٹھ اور پشت کی دیوار میں شاید چار کھڑکیاں تھیں جو ایک دوسرے سے مساوی فاصلوں پر بنی ہوئی تھیں - قوس کی اندرونی اور بیرونی دیواریں حسب معمول پتھر کی ہیں، آنکلی چٹائی خشک اور عہد وسطی کے ان ستونوں سے ملتی جلتی ہی جن کا ذکر پہلے آچکا ہے - وسطی کمرے کے قدیم ستون اور نیم ستون سب سترہ سترہ فیت لمبے اور چوکور مگر اوپر کی جانب کو ذرا گارڈم ہیں اور ہر ستون ایک ڈال پتھر کا بنا ہوا ہے - انکے زبڑیں حصے زمین میں گڑے ہوئے نہیں ہیں بلکہ اوپر ہی پتھر کی سلون پر قائم کئے گئے ہیں جو خود بھی کچھ ایسی مضبوط اور پائدار نہیں ہیں - معام ہوتا ہے کہ اس عمارت کے مهندس کو اعتماد تھا کہ چھت کے چوٹی شہتیر ان ستونوں کو ایک دوسرے ساتھ اس طرح مربوط کر دیں گے کہ یہ اپنی جگہ پر بخوبی قائم رہ سکیں گے - اسمیں شک نہیں کہ جب قلع

باب ۷

وسطی رقبے کے مندر

مندر نمبر ۱۸

وسطی رقبے پر جو چند مندر بنے ہوئے ہیں انمیں دلچسپی اور شان و شوکت کے لحاظ سے مندر نمبر ۱۸، جو ستوپہ کلان کے جنوبی پھاٹک کے سامنے ایک پست سی کرسی پر واقع ہے، سب سے اہم ہے (دیکھو پلینٹ ۱۱ - الف - Plate XI, a)۔ اس مندر کا سطحی نقشہ، جو کھدائی کرنیسے آشکار ہوا ہے، ان چیتیا مندروں کے نقشے سے مشابہ ہے جو کارلی اور دیگر مقامات کے پہاڑوں میں چٹانوں کو تراش کر بنائے گئے تھے۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہاڑوں میں ترشے ہوئے مندروں کے قوسی ضلع کے گرد ستون ہوتے ہیں اور اس مندر میں ستونوں کی بجائے ایک دیوار بنی ہوئی ہے۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ یہ عمارت چاروں طرف سے کھلی تھی اور اس لئے اس کے اندر روشنی پہنچانے کا انتظام بیرونی دیوار میں کھڑکیاں بنا کر کیا جاسکتا تھا۔ اس دیوار کا موجودہ حصہ اندرونی فرش کی سطح سے کچھ کم در فیت بلند ہے اس لئے

کئے گئے نیز اُن قدیم عمارات کے کھنڈروں سے جو موجودہ مندر سے قبل اس مقام پر تعمیر ہوئی تھیں، اس تاریخ کی بخوبی تائید و تصدیق ہوتی ہے۔ ما بعد کے اضافوں میں ایک تو پتھر کی رہ بھرائی ہے جو گول کمرے کے اندر ملی ہے اور دوسرے اندرونی دروازے کی سنگی چوکھٹ جس کا شرقی بازو چند سال قبل تک اپنی جگہ قائم تھا مگر اب زمین پر پڑا ہوا ہے۔ چوکھٹ کے اس بازو کی ساخت میں جو پتھر استعمال ہوا ہے وہ اندرونی ستونوں کے پتھر سے بالکل مختلف ہے اور اس پر کچھ ابھراؤں تصویریں بنی ہوئی ہیں جنکی طرز ساخت سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بازو دسویں یا گیارھویں صدی عیسوی میں طیار ہوا تھا۔

کسی زمانے میں گول کمرے کے اندر ایک ستوپہ بنا ہوا تھا جس کے کھنڈر سنہ ۱۸۵۱ء میں جنرل میسنر نے دریافت کئے تھے۔ اس کھنڈر میں سنگ صابون کی ایک شکستہ قبیلا ملی تھی اور قیاس یہ ہے کہ اس قبیلا میں کبھی تبرکات رکھے ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ستوپہ گول کمرے میں عقبی دیوار کے بالکل قریب بنا ہوا تھا اور مندر کی دیواروں کی طرح

شہتیر موجود رہے یہ ستون بھی اپنی جگہ پر قائم رہے
لیکن شہتیروں کی شکست و ریخت کے بعد مغربی
جانب کا نیم ستون اور شمال مغربی کونے کے تین ستون
تو بالکل گر گئے اور باقی خطرناک طور پر مختلف
اطراف میں جھک گئے اور اگر ان کے اوپر پتھر کی
بھاری بھاری سردلیں نہ ہوتیں تو کب کے گر گئے ہوتے۔

وہ دلچسپ اور عجیب و غریب نقش جو ان ستونوں
کے چاروں پہلوؤں پر کندہ ہی اور بظاہر نامکمل حالت
میں چھوڑا ہوا معلوم ہوتا ہی ساتویں صدی عیسوی
میں سانچی کے صناعتوں کا منظور نظر تھا اور اس زمانے
کی اور عمارات میں بھی پایا جاتا ہی جو سانچی سے
نہایت دور دراز مسافت پر واقع ہیں، مثلاً دکن میں
بمقام الورا اور احاطہ بمبئی میں بمقام آیہولی (ضلع
دھاروار) ، لیکن جہانگیر کے عہد میں علم ہی ساتویں صدی
سے بعد کی کسی عمارت میں یہ نقش نظر نہیں آتا۔
پس ان ستونوں سے صاف ظاہر ہوتا ہی کہ یہ مندر
نخميناً سنہ ۶۵۰ء کے قریب تعمیر ہوا تھا، - اور بعض
دیگر شواہد سے بھی، خصوصاً دیواروں کی طرز تعمیر
سے، اور ان اضافوں سے جو اس عمارت پر بعد میں

ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی کے حروف میں بودھ مذہب کا کلمہ منقوش ہے - اوپر والی مہر یا تو گول ہی یا بیضوی شکل کی ہے اور اُس میں بھی یہ کلمہ لکھا ہوا ہے -

اس مندر یا چیتیا ہال کی تاریخ تعمیر کا ذکر کرتے ہوئے میں نے اشارہ کیا تھا کہ اسکی تعمیر سے قبل اس مقام پر کچھ قدیم عمارات بنی ہوئی تھیں - ان عمارات کے بقیہ آثار میں حسب ذیل چیزیں ملتی ہیں :- (۱) گول کمرے کے موجودہ فرش کے نیچے چند اور قدیم فرش جنکو ملبہ کی تھیں ایک دوسرے سے جدا کرتی ہیں (۲) اُن دیواروں کے نیچے جو گول کمرے اور بغلی رستوں کے عقب میں ہیں چند قدیم دیواروں کی بنیادیں اور (۳) چار دیواری کے گرد مضبوط پختے کی دیواریں جو عہد موریا کی بنی ہوئی ہیں -

قدیم فرش تعداد میں تین ہیں اور اگر سانچی کے دیگر آثار کے حالات سے اندازہ کیا جائے تو سب سے اوپر والا فرش (جو چوڑے اور کفکر کا بنا ہوا ہے ،

اسکی بنیاد بھی کچھ ایسی گہری نہ تھی کیونکہ
اب اس کا کہیں نشان بھی نہیں ملتا -

چھوٹی چھوٹی قدیم اشیاء جو اس چیتیا مندر سے
برآمد ہوئیں انمیں صرف (پختہ) مٹی کی چند
چھوٹی چھوٹی تختیاں قابل ذکر ہیں جو ساتویں
یا آٹھویں صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہیں اور
گول کمرے کے مشرق میں جو بغلی رستہ ہی اُسکے
فرش پر اکٹھی ایک ہی جگہ پڑی ہوئی ملی تھیں -
یہ تختیاں مختلف ناپ کی ہیں مگر نمونہ قریب قریب
ایک ہی ہی یعنی ہر تختی پر درمہرین ثبت ہیں
اور کنارے صدف نما آرائش سے مزین ہیں - نیچے
والی مہر ذرا بڑی اور شکل میں پیپل کے پتے سے
مشابہ ہی اس میں بدھ کی ایک تصویر بنی ہوئی
ہی جو بھومی سپرسا (۱) وضع میں کنول کے تخت
پر بیٹھا ہی - بدھ کے سر کے قریب دونوں طرف
درستروپے ہیں اور نیچے جسم کے دونوں طرف

(۱) (भूमि स्पर्श मुद्रा) یعنی بدھ چار زانو بیٹھا ہی اور
دائیں ہاتھ سے زمین کی طرف اشارہ کر رہا ہی (مترجم)

درر تلک بنی ہوئی ہی - بات یہ ہی کہ میدان مرتفع کے اس پہلو پر پہاڑی کی سطح یکایک جنوب کی طرف دھالو ہو گئی ہی اسلئے عہد موریہ کے معماروں کو اپنی عمارتوں کے لئے ایک ہموار کرسی حاصل کرنے کی غرض سے بہاری بہاری پُشتے کی دیواریں بنائی گئیں جنکے درمیانی خلا کو بعد میں مٹی اور بڑے بڑے پتھر بھر کر مسطح کر لیا گیا - یہ دیواریں درر اور تین فیت کے درمیان موٹی ، بارہ تیرہ فیت اونچی اور اسی قسم کے نیم تراشیدہ پتھروں کی بنی ہوئی ہیں جیسے بعد کے زمانے میں ستوپہ کلان کی توسیع کے وقت استعمال کئے گئے - معلوم ہوتا ہی کہ پُشتے کی وہ دیوار ، جو اس حال کے پاس جنوب میں واقع ہی ، دبار کے مقابلے کے لئے ناکافی ثابت ہوئی کیونکہ اسکی بیرونی جانب تھوڑے ہی زمانے کے بعد ایک اور دیوار تعمیر کی گئی اور دروں کے درمیانی خلا کو انگوٹھ پتھروں سے بھر دیا گیا - اس دوسری دیوار بی بنیاد بھی چٹان ہی پر رکھی گئی ہی ، موٹائی چار فیت سے کچھ زیادہ ہی اور بیرونی جانب نگر چھوڑے ہوئے ہیں - اس دیوار کا بالائی حصہ ضائع ہو چکا ہی اس لئے

پانچويں يا شايد چھٹی صدي عيسويءَ سے تعلق رکھتا هي، اس سے نيچے والا پہلي يا دوسري صدي قبل مسيح سے اور تيسرا يعني سب سے نيچے والا فرش همد موريا سے منسوب ڪيا جاسکتا هي (۱)۔ بجريءَ آس قديم فرش کي مائند جو اشڪ کي لائے گرد بنا هرا هي، اس زيرين فرش کے نيچے بهي پيلے چٿان کي سطح تک گول گول پتھر جمائے کٽے هيں جو گريا اسکي بنياد کا کام ديتے هيں، - ليکن چونکہ يه فرش ايک مسقف عمارت کے اندرني حصے ميں باديا گیا تما اس لئے ان پتھروں کے اوڀر موٽي موٽي بجري بچھانے کي بجائے صرف تهرزي سي مٽي ڌال کر خرب کرت دي گئي اور اسکے اوڀر چوٽے کا صندله کر ديا گیا۔ جس زمانے سے اس زيرين فرش کا تعلق هي اسي زمانے کي ره پشته کي ديوارين بهي هيں جو اس چيتيا کے مشرق، جنوب، اور مغرب ميں نظر آتي هيں اور نيز ره ديوار جو اسکے مغرب ميں وسطي سطح مرتفع کے جنوبي کنارے کے ساتھ ساتھ

(۱) جس کهدائي ميں يه فرش آشکار هوئے هي آس کو

درباره بهرو ديا گیا هي -

اگلے حصے کے نیچے واقع ہی ، لیکن اصل میں مصنف ہذا سے پہلے کسی اور محقق نے اسکو آشکار کیا تھا اور چونکہ اس کے متعلق کوئی تحریر نہیں ملتی اس لئے اس کا تصفیہ مشکل ہی کہ جس جگہ یہ چوکا ہمیں ملا رہی اسکی اصلی جگہ بھی تھی یا نہیں ۔ علاوہ برین اسکی ظاہری وضع قطع سے یہ پتا لگانا بھی دشوار ہی کہ اس سے کیا کام لیا جاتا تھا ، لیکن پتھر کی خاص قسم اور چوڑے کی طرز ساخت سے ایسا پایا جاتا ہی کہ وہ غالباً عہد وسطی کا بنا ہوا ہی ۔

دوسرے باب میں ، جہاں ہندی صنعت کے ارتقاء کا ذکر کیا گیا ہی ، یہ بیان ہوچکا ہی کہ کپتائی صنعت کی اصلی خصوصیت اُسکا ذوق سلیم کے موافق ہونا ہی جسکو دیکھ کر یونان کی بہترین صنعت کا نقشہ آنکھوں میں پھر جاتا ہی ۔ اس خصوصیت کے اظہار کی عمدہ مثال وہ چھوٹا سا مندر ہی جو چیتیا ہال نمبر ۱۸ سے چند قدم مشرق کو واقع اور پانچویں صدی عیسوی کے آغاز کا تعمیر شدہ ہی ۔

یہ مندر نہایت سادہ ہی اور اس میں صرف

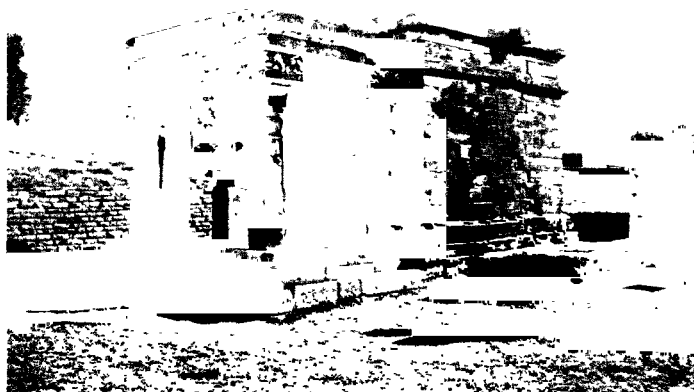
اب یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ آیا اونچائی میں پہلی دیوار کے برابر ہی تھی یا کچھ کم ریش۔

جس مقام پر میدان مرتفع کے جنوبی ضلع کی پشتے کی دیوار اُس محافظ دیوار سے، جو ہال کے مغربی پہلو میں واقع ہے، زاویہ قائمہ بناتی ہوئی کمر ملی ہے، وہاں ملیہ کا ایک عظیم انبار جمع تھا جس کا اکثر حصہ ضرور اُس اوپر والے چبوترے سے گرا ہوا جسپر موجودہ ہال واقع ہے۔ اس ملیہ کے اندر سے، تہ کے قریب، پختہ مٹی کے بہت سے کھپڑوں کے علاوہ پتھر کا ایک شکستہ پیالہ بھی دستیاب ہوا جو قدیم صنعت کی ایک نفیس یادگار ہے۔ یہ کھپڑے غالباً موریا کی عمارت کی چھت سے گرے ہوئے جسکی بنائے فوقانی، اُس زمانے کی دیگر عمارات کی طرح، غالباً لکڑی کی تھی۔

ہال یا مندر کے مندر حصے کے سامنے ایک بڑا چوکور پتھر رکھا ہے جو چار فیت مربع اور بیچ میں (اڑکھلی کی طرح) مجوف بنا ہوا ہے۔ یہ چوکا کھدائی کے زمانے میں عہد موریا کی اُس سنگی دیوار کی کرسی پر رکھا ہوا ملا تھا جو گول کمرے کے



a. TEMPLE 18.



b. TEMPLE 17.

ايڪ ڪمره اور اسڪم سامن ۾ ستونون ٻيڙيڪ سائبان هي -
 ڏرون کي ڇهين مسطح هيٺن - مگر بارڇوڊيڪه
 يه عمارت مختصر سي هي اور اس نفاست اور وضاحت
 ۾ جو يوناني فن تعمير کي امتيازي خصوصيات
 هيٺن 'معرا بهي هي' ٿاهم اس ۾ انڪار نهين هو سڪتا
 كه اس عمارت کي طرز ساخت مين 'آرائش کي
 مرزومت مين' اور جزئيات ۽ صحيح تناسب مين
 يوناني تعميرات کي سي مشابيهت ضرور پائي جاتي
 هي (ڏيڪه پليت ۱۱ ب - Plate XI, b) -

ايڪ لمحہ ۽ لئس اس عمارت کا ستوبہ کلان ۽
 بعائتون ۾ مقابلہ کيچئ ۾ جو عهد اندھرا ۽ بنہ هوئ
 هيٺ اور ڏيڪهئ ۾ كه پهاڻون کي چوٽي طرز تعمير کي
 بجائ ۾ جو بالڪل غير معقول اور ناموزون بلڪه مضحڪه
 انگيز هي' اس مدر مين پٿر کي سب چيزين
 سنگي طرز تعمير ٻيڙ بني هوئي هيٺ جو بهت معقول
 هي' - عمارت کا هر جزو خواه ڪرسي يا ستون' پرڪاله
 يا ڇهجه' ايڪ معقول فرض ادا ڪر رها هي جو بالڪل
 راضع اور سنگي تعمير کي ضروريات ۽ عين مطابق
 هي' - اور آرائش وزيبالش مين بهي نسبة اعتدال
 اور سادگي آڱئي هي -

دوسری طرف اس مندر کا رنگ لس رنگری (۱) کے مندر واقع قلعہ آیتھنز جیسی کسی یونانی عمارت سے مقابلہ کیجئے۔ دونوں عمارتیں ایک دوسرے سے اس قدر مشابہ ہیں کہ خواہ مخواہ سوال پیدا ہوتا ہی کہ یہ مندر اور اس زمانے کی دیگر ہندی تعمیرات کہیں مغربی نمونوں سے تو نقل نہیں کی گئیں؟ اس سوال کا جواب یقیناً نفی میں ہی - گو اس میں کلام نہیں کہ عہد گپتا کی صنعت بعض مضامین اور خیالات کے لئے مغربی دنیا، بالخصوص ایشیائے کوچک اور مصر، کی شرمندہ احسان ہی، تاہم اس مندر کی اور اس زمانے کی دیگر عمارات کی مستند وضع کسی اندھا دھند تقلید کا نتیجہ نہیں ہی بلکہ اس کے اسباب کچھ اور ہی ہیں اور، جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہی، اس واقعہ سے تعلق رکھتے ہیں کہ عہد گپتا میں اہل ہند کی ذکارت اور خیالات میں قریب قریب ریسی ہی ہمہ گیر اور فوری نشر و نما ظاہر ہوئی جیسی پانچویں اور چوتھی صدی قبل مسیم

(۱) "Wingless Victory" - ۶ پر کی فتح (کی دہلی) -

جگہ پر قائم ہی بلکہ اُسکے بھی روزگار کے پتھر ضایع ہو چکے ہیں اور صرف اندرونی ناتراشیدہ پتھروں کی چنائی باقی رہ گئی ہے۔ لیکن کرسی کے اوپر جو ملبہ پڑا تھا اُس میں، اور بہت سے عمارتی اجزا کے علاوہ، پتھر کے دو بڑے اور دو چھوٹے نیم ستون برآمد ہوئے ہیں جنکی وضع قطع سے پایا جاتا ہے کہ یہ عمارت بھی اوائل عہد گپتا کی یادگار ہے۔ ان ستونوں کے عمود، نیچے مربع، وسط میں ہشت پہلو اور اوپر شانزدہ پہلو ہیں۔ گردنوں پر ”دَورِی“ کے نمونے کی آرائش اور سرورں پر ”کمرکی گلدان“ بنے ہوئے ہیں۔

اس رقبہ میں چوتھا مندر نمبر ۳۱ ہے جو ستوپہ نشان ہ کے عین پس پشت، شمال مشرقی گوشے میں، واقع ہے۔ اس میں صرف ایک سادہ، مسطح چھت کا، ستون دار کمرہ ہے جو ایک بہت چوڑے چبوترے پر بنا ہوا ہے۔ کمرے کے اندر، دروازے کے بالکل سامنے، بدھ کا ایک مجسمہ کرسی پر رکھا ہے جو کنول کی گلکاریوں سے آراستہ ہے۔

مندر کا یہ چبوترہ اصل میں کسی اور قدیم مندر کے لئے تعمیر ہوا تھا جو اسی مقام پر بنایا گیا تھا

میں یونانی دل و دماغ میں رونما ہوئی تھی -
 پس اگر، ہندی تخیل کی طرح، ہندی صنعت
 میں بھی وہی عقل سلیم کا اتباع، حسن کا صحیح
 امتیاز، اور اظہار و اتمام مقصد کا احساس نظر آئے
 جو یونانی صنعت میں پایا جاتا ہے تو کچھ تعجب
 کا مقام نہیں ہے - حقیقت یہ ہے کہ جس زمانے
 میں یہ مندر تعمیر ہوا وہ زمانہ تقلید کا نہیں بلکہ
 ایجاد و اختراع کا زمانہ تھا اور اس چھوٹی سی عمارت
 کے ایک ایک پتھر میں اُس زمانے کے مذاق اور
 اُسکے بنانے والوں کے میلان طبع کا سچا عکس نظر آتا
 ہے اور اگر ہم اس عمارت کو عہد اندھرا کی عمارت سے
 مقابلہ کرنے کی تکلیف گوارا کریں تو معلوم ہو جائیگا
 کہ یہ مندر اُس انقلاب کی بھی مکمل فہرست ہے
 جو سنہ عیسوی کی پہلی چار صدیوں کے دوران میں
 ہندوستان کے تمدن و تہذیب میں رونما ہوا -

مندر نمبر ۹

جس مندر (نمبر ۱۷) کا ابھی ذکر ہو چکا ہے
 اُس سے کسی قدر بڑا اور قریباً اُسی زمانے کا ایک
 اور مندر، چیتیا ہال نمبر ۱۸ کے شمال مغرب میں بنا ہوا
 تھا - اس وقت اس مندر کی صرف کرسی الہی

اس تصویر کے ہاتھ کھنپوں تک ضائع ہو چکے ہیں ، مگر چونکہ سینے پر شکستگی کے دو نشان موجود ہیں اسلئے ظاہر ہوتا ہی کہ دونوں ہاتھ سینے کے سامنے اٹے ہوئے تھے اور اس تصویر میں بدھ کر دھرم چکر مَندرا یعنی تلقین کی وضع میں دکھایا گیا تھا - یہ مجسمہ جس قدیم چوکی پر رکھا ہوا ہی اسی کا ہم عصر یعنی چھٹی ساتویں صدی عیسوی کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہی لیکن چونکہ یہ اس چوکی پر تھیک نہیں بیٹھتا اس لئے ماننا پڑیگا کہ مندر کے بعض ستونوں کی طرح یہ بت بھی کسی دوسرے مندر سے لے کر اس چوکی پر رکھ دیا گیا ہی -

ناگی کا مجسمہ

ایک دلچسپ یادگار جو کھدائی کے دوران میں اس مندر کے چبوترے کے قریب ہی برآمد ہوئی وہ ناگی کا وہ مجسمہ ہی جو زینہ کی مغربی جانب ، چبوترے اور زینہ کے درمیانی گوشے میں قائم ہی - یہ مجسمہ ، نیچے کی چوڑی سمیت ، سات فیت چھ انچ بلند ہی اور چوتھی یا پانچویں صدی عیسوی کا بنا ہوا ہی ، اور چونکہ ابھران نہیں بلکہ چاروں طرف سے مکمل ہی اسلئے اصل میں ضرور کسی ایسی کھلی

اور وہ چوکی بھی جسپر بدھہ کا کنول والا تخت رکھا ہوا
 ہی سابقہ مندر ہی سے تعلق رکھتی ہی اور موجودہ
 مندر کی سطح فرش سے کسی قدر نیچے اب تک
 اپنی اصلی جگہ پر موجود ہی ۔

قدیم مندر کی تعمیر ضرور چھٹی یا ساتویں صدی
 عیسوی میں عمل پذیر ہوئی ہوگی اس لئے گمان
 غالب ہی کہ موجودہ عمارت کے ستونوں میں سے
 وہ دو نیم ستون جو رضع قطع میں چیتیا ہال نمبر ۱۸ کے
 ستونوں سے مشابہ اور بوجہ مشابہت اُسی زمانے کے
 بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں، سابقہ مندر سے تعلق رکھتے تھے ۔
 باقی ستونوں میں سے در ستون اوائل عہد گپتا کے بنے ہوئے
 ہیں ۔ یہ ضرور کسی دوسری عمارت سے لئے گئے ہونگے
 اور ممکن ہی کہ جن منہدم شدہ عمارتوں کی کرسیاں
 حال ہی میں مشرقی جانب رالی پُشتے کی دیوار کے
 نیچے آشکار ہوئی ہیں اُنہی عمارتوں میں سے کسی
 کے یہ ستون ہوں ۔ بدھہ کا وہ مجسمہ جو اس مندر میں
 رکھا ہی سرخی مائل بھرے رنگ کے ریتلے پتھر کا
 بنا ہوا ہی اور اس میں بدھہ کو کنول کے شگفتہ
 پھول پر چار زانو بیٹھا ہوا دکھایا ہی ۔ سوء اتفاق سے

اُن عمارات کا جنکے آثار اس دیوار کے نیچے برآمد ہوئے ہیں ، کچھ ذکر کر دیا جائے -

اُس کشادہ رقبے کے تذکرے میں جو ستونہ کلن کے گرد واقع ہی اور جس میں پتھر کی سلون کا فرش لگا ہوا ہی ، میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ سنگی فرش ابتداءً اِس محافظ دیوار کے مشرق میں بہت دور تک پھیلا ہوا تھا - یہ کیفیت پہلی صدی قبل مسیح میں تھی اور غالباً اُسکے بعد بھی تین سو سال یا اس سے کچھ زیادہ زمانے تک اس فرش پر کسی قسم کا ملبہ جمع نہیں ہوا ، - لیکن جب مشرقی حصے کی عمارتیں بوسیدہ ہو کر گرنی شروع ہوئیں تو رفتہ رفتہ اُن کا ملبہ اس فرش پر جمع ہونے لگا - ان قدیم منہدمہ (عمارات کے آثار پر اور نئی عمارتیں بنیں اور مرور ایام تباہ ہو گئیں - غرض ساتویں صدی عیسوی کے قریب تک شکست و ریخت کا یہی عالم برابر رہا در آخر اس ملبے کے اجتماع سے ایک پانچ فیت اونچا قیلہ سا بن گیا جس کا طول محافظ دیوار کے موجودہ طول کے برابر تھا -

عمارات نمبر ۱۹ و ۲۱ اور سڑک نمبر ۲۰

عمارات نشان ۱۹ ، ۲۱ و ۲۳ اور نیز سڑک نمبر ۲۰ جو عمارت ۱۹ کے شمال کی طرف واقع ہی سب کی سب

جگہ قائم کیا گیا ہوا کہ ہر طرف سے بخوبی دیکھا جاسکے۔ اس کے نیچے کی جانب ایک بڑی چول ہی جو ابتداءً کسی سنگی چوکی میں بٹھالی ہوئی تھی۔ لیکن عہدِ وسطیٰ کے اواخر میں جب مجسمہ کو اس جگہ منتقل کیا گیا جہاں وہ اسوقت قائم ہی تو چوکی کو غیر ضروری سمجھکر وہیں چھوڑ دیا گیا اور مجسمہ کی بنیادی کرسی کو پتھر کی خشک چٹائی میں چن دیا گیا۔ بعد میں کسی وقت یہ مجسمہ تختوں کے اوپر سے ٹوٹ کر درگزرے ہو گیا چنانچہ اس کا زیریں حصہ تو اپنی اصلی جگہ اور بالائی حصہ اس کے قریب ہی ذرا فاصلہ پر پڑا ہوا ملا ہی۔ مندر کے چبوترے کی چٹائی میں بعض نشان ایسے پائے جاتے ہیں جن سے گمان ہوتا ہے کہ غالباً اس تصویر کے جراب میں زینے کی مشرقی جانب ناگا یا ناگی کا ایک از بھی مجسمہ قائم تھا۔

وسطی رقبہ کا بیان ختم کرنیسے قبل مذاہب معلوم ہوتا ہے کہ اُس طویل پُشتے کی دیوار کا جو وسطی میدان کے مشرقی پہلو پر بنی ہوئی ہے، اور نیز

وسطی اور مشرقی رقبوں کے درمیان بختے کی دیوار

بلند ہو گیا تھا اور گیارہویں صدی عیسوی سے پہلے کی بنی ہوئی نہیں بلکہ اغلب تو یہ ہی کہ مندر نمبر ۴۵ کی ہم عصر ہو۔ اس کی تعمیر کے وقت ضرور کچھ ملبہ اسکی مغربی جانب بھی جمع ہوگا کیونکہ اسکی بنیاد مشرقی میدان کی سطح سے نیچے نوفیت سے زیادہ نہیں جاتی۔ دیوار کے وسط میں ایک پختہ زینہ ہی جس کے ذریعہ سے وسطی رقبہ سے مشرقی میدان پر چڑھتے ہیں۔ کچھ زمانے کے بعد جب اس دیوار کی مرمت کی گئی تو اس کے اُس حصے کے نیچے، جو موجودہ زینے کے شمالی جانب ہی، پتھر نکی خشک چٹائی کرے، اس کے ساتھ مٹی کا پُشتہ بنا دینا کافی سمجھا گیا لیکن باقی دیوار کو تَرز کر، اور اسکی بنیاد کو اور سات فیت نیچے لے جا کر، از سر نو بنایا گیا۔

غالباً ساتویں صدی عیسوی کی بنی ہوئی ہیں - سرک صرف نو فیت چوڑی ہی اور قریباً $\frac{1}{4}$ کی نسبت (رتار) سے مشرق کی جانب بلند ہوتی چلی گئی ہی - اس کے فرش میں گول گول پتھر لگے ہوئے ہیں جنکی فرسودگی سے اندازہ کیا جاتا ہے کہ یہ سرک مدتوں تک مستعمل رہی ہوگی -

عمارت نمبر ۲۳ کا صرف دروازہ برآمد ہوا ہے جسکی دھلیز کے سامنے نصف دائرے کی شکل کا ایک بڑا پتھر جمایا ہوا ہے - عمارت نشان ۱۹ کی موجودہ دیواریں صرف ایک اور در فیت کے درمیان بلند ہیں اور انکی خشک اور بھدی چٹائی میں معمولی نیم تراشیدہ سے پتھر لگے ہوئے ہیں - بخلاف اسکے عمارت ۲۱ کی تعمیر میں کوہ اردے گری کے بھاری بھاری پتھر استعمال کئے گئے ہیں اور کرسی کے دامن پر بطور آرائش چاروں طرف ” زناری گولہ “ بنا ہوا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ عمارت مذکور عہد گپتا کی تعمیر ہی -

پشتے کی دیوار جو ان عمارات کے اوپر سے گذرتی ہے اُس وقت بنائی گئی تھی جب مشرقی رقبہ ملیے کے اجتماع کے باعث (چودہ فیت کے قریب

اور اندر زنی دیوار اسی کی ہم شکل تھی - ان دیواروں کی چٹائی محض بھدی تھی اور ان سے صرف بنیادوں کا کام لیا جاتا تھا مگر ان بنیادوں کے نقشے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ ان کے اوپر ضرور ایک چیتیا ہال بنا ہوا تھا جو اپنی وضع قطع میں بھاجا اور مغربی ہند کے دیگر مقامات کے اُن بڑے بڑے چیتیاروں سے ملتا جلتا تھا جو پہاڑ کاٹ کر بنائے گئے ہیں - اگر کوئی نمایاں فرق تھا تو صرف یہ کہ ان پہاڑی چیتیاروں میں قوسی حصے کے سامنے ایک یا زیادہ دروازے ہوتے ہیں اور سانچے کے اس عمارتی چیتیا میں صرف پہلورن کی لمبی دیواروں میں ایک ایک دروازہ تھا - اس کی اس خصوصیت کو دیکھ کر غار سداسا اور عہد موریہ کے دیگر غاری مندر یاد آتے ہیں جو کوہ برابر میں واقع ہیں -

اس عمارت کا بالائی حصہ زیادہ تر لکڑی کا بنا ہوا تھا اور ایام قدیم ہی میں آگ کی نذر ہو گیا تھا کیونکہ لکڑیوں کے چند سرخندہ اجزا کے سوا جو اس عمارت کے قدیم کچے فرش پر دستیاب ہوئے اور کڑی نشان بالائی عمارت کے ملیے کا نہیں ملا -

اس آتشزدگی کے زمانے کا کچھ پتہ اُن ستونوں سے چلتا ہی جو بعد میں اس کرسی پر قائم کئے گئے - یہ

باب ۸ جنوبي رقبہ

مندر نمبر ۴۰

جنوبي سلسلہ عمارات کے آثار ميں رہ بڑا مندر سب سے اہم ہي جو نقشے ميں نشان ۴۰ سے تعبير کيا کيا ہي اور اس حصے کي اور عمارات کي طرح کچھ دنوں قبل تک ملے ميں چھپا ہوا تھا - اصل ابتدا ميں يہ مندر ايک قوسي چيتيا ھال (Chaitya-hall) تھا اور اس نمونے کا يہ قديم ترين چيتيا ہي جسکے کچھ آثار اب تک باقِي ھيں -

قديم عمارت کي اب صرف ايک مستطيل سنگي کوسي رھگئي ہي جس کے مشرقی اور مغربي پہلوؤں پر ايک ايک زيفہ ہي - اس کوسي کي ظاهري وضع قطع سے يہ معلوم نہيں ہوتا کہ بالائي عمارت مدور شکل کي تھي يا کيا - مگر اسکے وسطی حصے ميں ، جو بظاہر تھوس معلوم ہوتا تھا ، کھدائي کرنيسے اسکے اندر دو جداگانہ ديواروں ميں جنم درمياني خلا ميں ملے بھرا ہوا تھا - بيدروني ديوار کے جنوبي سرے کا اندروني رخ ذرا قوسي شکل کي گولائي لگے ہوئے تھا

بڑے منبٹ کار اور سادہ پتھر بھر دئے گئے جو غالباً قدیم عمارت ہی سے لئے گئے تھے - (ان بھرائی کے پتھروں میں ہاتھی کا ایک شکستہ مجسمہ بھی برآمد ہوا جسکی صنعت نہایت اعلیٰ ہی) - ان توسیع سے کرسی کا طول ۱۳۷ فیت اور عرض ۹۱ فیت ہو گیا - اسکے ساتھ ہی عمارت کا فرش بھی ایک فٹ چار انچ اونچا کر کے اُسپر چہرے آٹھ فیت تک لمبی اور سارے تین تین فیت چوڑی سلوں کا فرش لگا دیا گیا -

اس جدید کرسی کے تین جانب یعنی شمالی ، جنوبی اور مغربی پہلوؤں میں مختلف جسامت کے تین برج ہیں اور خیال ہی کہ مشرقی جانب بھی غالباً اس قسم کا برج تھا لیکن اسطوف کہدائی نہیں کی گئی - ان میں سے شمالی اور مغربی برج تو پشتے کی دیوار کے ہم عصر ہیں مگر جنوبی پہلو کا برج بعد کا بنا ہوا معلوم ہوتا ہی اس لئے کہ اس کا سطحی نقشہ بے ترتیب ہی اور چٹائی بھی پشتے کی دیوار کی چٹائی کے ساتھ وصل نہیں بلکہ اُس سے علیحدہ ہی - وہ دیواریں جو اس برج کے مشرقی اور جنوبی پہلوؤں پر پیرنی جانب بنی ہوئی ہیں اس سے بھی بعد کی تعمیر معلوم ہوتی ہیں -

ستون 'دس دس ستونوں کی' پانچ قطاروں میں مرتب
 ہیں لیکن انکی ترتیب میں قدیم عمارت کی بنیادوں کے
 نقشہ کا مطلق لحاظ نہیں رکھا گیا - اس سے ظاہر ہوتا
 ہے کہ جسوقت ان ستونوں کی تعمیر عمل میں آئی
 اس وقت قدیم عمارت کا سطحی نقشہ کسی کو یاد
 نہیں رہا تھا - مگر چونکہ ستونوں پر قدیم براہمی رسم خط
 میں کچھ کتبے کندہ ہیں (۱) اس لئے وہ پہلی
 صدی قبل مسیح سے بعد کے نہیں ہوسکتے بلکہ ممکن
 ہے کہ اس سے بھی بہت پہلے کے بنے ہوئے ہوں - ان
 وجہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ قدیم (چیتیا کی)
 عمارت غالباً عہد مروری میں تعمیر ہوئی تھی - چنانچہ
 عمارت کی طرز ساخت اور نیز اُسکی بنیادوں اور اصل
 چٹان کے مابین کسی ملے وغیرہ کی عدم موجودگی سے
 ہمارے اس خیال کی پوری تائید و تصدیق ہوتی ہے -

ان ستونوں کو قائم کرتے وقت پرانی کرسی کو
 بڑھا کر بڑا کر لیا گیا - وہ اس طرح کہ کرسی کے چاروں
 طرف اس سے کچھ فاصلے پر ایک مستحکم
 پستے کی دیوار بنا کر دونوں کے درمیانی خلا میں برے

(۱) یہ تحریریں ابتدائی نمونے کے رسم خط میں کندہ ہیں -

ملیے میں جو عمارت کے چاروں طرف جمع تھا، بہت سے شکستہ ستون دستیاب ہوئے ہیں جو وضع قطع میں سراسر ان ستونوں سے مشابہ ہیں جو اب تک اپنی جگہ پر قائم ہیں۔ پس یہ قیاس قرین عقل معلوم ہوتا ہے کہ شاید اصل میں یہ شکستہ ستون بھی توسیع یافتہ گرسی کے اوپر قائم تھے اور جب بعد کے زمانے کی محافظ دیوار کا بالائی حصہ گرا اور اپنے ساتھ چھ سات فیت پیچھے تک کی پتھروں کی بھرتی کر، جو اس کے عقب میں بھری ہوئی تھی، لے کر نیچے آ رہا تو یہ ستون بھی اُسکے ساتھ ہی گر گئے۔ لیکن اس قیاس میں اعتراض کی بھی گنجائش ہی اور وہ یہ ہے کہ ملیے سے ستونوں کے جسقدر عمود برآمد ہوئے ہیں وہ سب کے سب بلا استثناء ٹوٹے ہوئے ہیں اور اکثر ٹکڑے لمبائی میں تین چار فیت سے زیادہ نہیں۔ پس عجب نہیں کہ یہ ٹکڑے دراصل ان ستونوں کے اوپر کے حصے ہوں جو اسوقت اپنی جگہ پر قائم ہیں اور انکے جن نا تراشیدہ حصوں کو ہم نیچے کے سرے خیال کرتے ہیں وہ اصل میں ستونوں کے نامکمل اوپر کے سرے ہوں۔ اس دوسری صورت کا ذکر مینے اسلئے نہیں کیا کہ میں اسکو یقینی یا کم از کم اغلب خیال کرتا ہوں، بلکہ صرف

قدیم کرسی کی توسیع سے وہ دونوں زینہ جو اُسکے مشرقی اور مغربی پہلوؤں میں بنے ہوئے تھے جدید تعمیر میں چھپ گئے اور اُنکی بجائے پشتے کی شمالی دیوار کے عرض کو المضاعف کر کے اُسکے ساتھ ایک دھرا زینہ بنا دیا گیا - موضع سناری (ریاست بہاول) کے مندر میں بھی 'جو اسی توسیع کا ہم عصر ہی' سرے والی دیوار کے ساتھ اسی قسم کا دھرا زینہ بنا ہوا ہے -

ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس ہال کے ہشت پہلو ستون 'جو سب کے سب پتھر کے بنے ہوئے ہیں' دس دس کی پانچ قطاروں میں مرتب تھے اور یہی ترتیب ہم نے نقشے میں بھی دکھائی ہے - جہاں تک ان پچاس ستونوں کا تعلق ہے انکی ترتیب میں کلام نہیں ہو سکتا 'کیونکہ اکثر ستونوں کے شکستہ عمود اپنی اصلی جگہ پر موجود ہیں - مگر یہ بھی ممکن ہے کہ اصل میں ان ستونوں کی تعداد پچاس سے بہت زیادہ ہو اور ستونوں کی ایک یا زیادہ قطاریں موجودہ سلسلے کے پہلوؤں یا سروں پر ترتیب دی گئی ہوں - فی الحقیقت باء النظر میں ایسا ہی معلوم ہوتا ہے (کہ انکی تعداد پچاس سے زیادہ تھی) کیونکہ اُس

اسلئے کہ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ ان چھوٹے ستونوں کی تعمیر اور انکی موجودہ ترتیب بڑے ستونوں کی شکست و ریخت کے بعد عمل میں آئی تھی۔ باقی رہی ان ستونوں کی اصلی جائے قیام، تو اسکی نسبت محض قیاس سے کام لیا جاسکتا ہی۔ ممکن ہی کہ ستون دار ہال کے گرد کوئی برآمدہ بنا ہو جسکی چھت ان ستونوں پر قائم کی گئی ہو۔ اور یہ بھی ممکن ہی کہ ہال کے جنوبی پہلو پر کسی حاشیہ کی عمارت میں استعمال کئے گئے ہوں۔ بہر حال کہیں بھی لگے گئے ہوں اتنا تو ان کے حصص زیریں کی ناہموار تراش سے صاف ظاہر ہی کہ وہ کسی زیریں منزل کے فرش پر قائم تھے، بالائی منزل پر نہیں تھے۔

ایک اور سوال، جسکی نسبت یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جاسکتا، یہ ہی کہ یہ ستون دار ہال کبھی مکمل بھی ہوا تھا یا نہیں؟۔ بڑے ہشت پہلو ستون ایک دوسرے سے سات سات فیت کے فاصلے پر قائم ہیں اور اگر اس فاصلے سے اندازہ کیا جائے تو خیال ہوتا ہی کہ غالباً ان ستونوں کے اوپر لکڑی کی بجائے پتھر کے شہتیر رکھنے مقصد تھے۔ لیکن سوال ان ستونوں کے نہ تو شہتیروں یا پرکاروں ہی کا کوئی

اسلمے کہ جو شہادت ہمارے پاس موجود ہی اُس سے ستونوں کے پچاس سے زیادہ ہونے کا یقینی ثبوت نہیں ملتا۔ اور یوں ثبوت کی عدم موجودگی میں نقشے میں صرف وہی ستون دکھانے مناسب سمجھے گئے جو فی الواقع ابھی جگہ پر قائم اور موجود ہیں۔

ان بڑے ہشت پہلو ستونوں کے علاوہ (ہال میں) اور بہت سے چھوٹے ستون بھی برآمد ہوئے ہیں جو قریب قریب انہی کے ہم عصر ہیں۔ یہ ستون نیچے مربع اور اوپر ہشت پہلو ہیں اور بعض پر براہمی رسم خط میں مختصر نذری (۱) کتبہ بھی کندہ ہیں۔ انہیں سے کچھ ستون قدیم کرسی کے مشرقی پہلو پر ایک قطار میں مرتب ہیں لیکن یہ جگہ رہ نہیں ہی جہاں یہ اصل میں قائم کئے گئے تھے کیونکہ کھدائی کرنیسے معلوم ہوا ہے کہ ان کے عمودوں کے صاف حصے عمارت کے قدیم تروں (کچھ) فرش سے بھی کسی قدر نیچے جاتے ہیں اور بڑے ستونوں کے شکستہ ٹکڑے انکی بنیادوں میں استعمال کئے گئے ہیں۔ آخر الذکر واقعہ نہایت اہم ہے

(۱) Donatory inscriptions - ان کتبوں میں صرف نذر

کدوانے والے کا نام اور بعض اوقات نذر کا ذکر ہوتا ہے (مترجم)

نقشے میں نشان 8 دیا گیا ہے - اب اس عمارت کی صرف کرسی رہ گئی ہے جو شکل میں مربع، سراسر ٹھوس بنی ہوئی اور شمالی پہلو پر اس وقت بھی چٹان سے بارہ فیت بلند ہے - کرسی کے سامنے، مشرقی پہلو کے وسط میں، ایک پُشتہ یا دمدمہ سا باہر کو نکلا ہوا ہے جس کے نیچے کے سرے پر صرف چند سیڑھیاں موجود ہیں اور باقی سیڑھیاں اور اُنکے نیچے کی چٹائی چیتیا ہال نمبر ۴۰ کی چٹائی سے ملتی جلتی ہے مگر فرق یہ ہے کہ اس کرسی کا تمام اندرونی حصہ سراسر ٹھوس اور ناتراشیدہ پتھروں سے بھرا ہوا ہے اور اس کے اندر بنیادی دیواروں نہیں ہیں -

جنرل کننگھم نے اس کرسی کے وسط میں ایک عمیق گڑھا کھدوایا تھا اور اسمین انگھڑ پتھروں کی بھرائی دیکھ کر، عمارت کا نقشہ دریافت کئے بغیر ہی، خیال کر لیا تھا کہ یہ بھی کوئی قدیم ستوپہ ہوگا - لیکن جس زمانے کی یہ عمارت بنی ہوئی ہے اُس زمانے میں ستوپوں کی کرسیاں مربع نہیں ہوتی تھیں اور کوئی وجہ نہیں کہ عمارت زیر بحث اس عام رواج سے مستثنیٰ ہو - میرے خیال میں اس کرسی پر

نشان ملا، نہ کوئی اور عمارتی اجزا دستیاب ہوئے
 اور نہ بالائی فرش پر چھت کی جلی ہوئی لکڑیوں
 ہی کے نشانات پائے گئے۔ یہ سب باتیں دلالت کرتی
 ہیں کہ اس دوسری عمارت کی تعمیر ستونوں کے
 قائم کرنے کے بعد موقوف کر دی گئی تھی۔ کچھ
 دنوں کے بعد یعنی ساتویں یا آٹھویں صدی عیسوی کے
 قریب کرسی کے مشرقی جانب ایک اور مندر تعمیر
 ہوا جس کا دروازہ اور دیوڑھی مغرب کو تھے اور غالباً
 اسی وقت وہ چھوٹے چوکور ستون بھی، جن کا ذکر اوپر آیا
 ہے، اپنی موجودہ جگہ پر نصب کئے گئے۔ اس نئے
 مندر کی دیوڑھی کے سامنے تین سیڑھیاں کا زینہ بنایا
 گیا جو قدیم چیتیا کے مشرق میں، بغلی رستے کے اوپر،
 واقع ہے۔ زینے کے سامنے چند ستونوں کے حصص
 زیریں قائم تھے جنکو کات کر فرش کے برابر کر دیا گیا کہ
 آمد و رفت میں مزاحم نہ ہوں۔ خود دیوڑھی کی
 اندرونی پیمائش شمالاً جنوباً ۲۴ فیت اور شرقاً غرباً
 ۹ فیت ہے۔ اس کے عقب میں مندر کی دیواروں کے
 کچھ نشانے ملتے تھے۔

ایک زائد کمرہ بھی ہی - آمد و رفت کا رستہ خانقاہ کے کسی پہلو کے درمیانی حجرے میں سے گذرتا ہی اور اس کے دونوں پہلوؤں پر بیرونی جانب ایک ایک برج بنا ہوا ہی - نیچے کی منزل میں پتھر کی خشک چٹائی ہی مگر بالائی منزل کا اکثر حصہ غالباً لکڑی کا بنا ہوا تھا - سب سے پہلے خانقاہ نمبر ۳۶ بنی تھی جو اس رقبہ کے وسط سے قریب تر ہی - اس کے بعد نمبر ۳۸ اور اخیر میں نمبر ۳۷ -

خانقاہ نمبر ۳۶

اس خانقاہ کی چٹائی ناہموار ہی اور بہت بے اعتنائی سے کی گئی ہی - صحن کے وسط میں جو مربع چبوترہ ہی اُس پر اینٹ کی رزئی اور چوڑے کی کوئی تین انچ موٹی تہ جمائی گئی ہی - چبوترے کے بیرونی کناروں کے گرد ایک پست سی دیوار تھی جس پر برآمدے کے ستون قائم تھے - بالائی منزل پر چائیکے لئے شمال مغربی گوشے میں ایک زینہ بنا ہوا تھا جسکی صرف ایک سیرہی رہ گئی ہی اور وہ بھی کثرت استعمال سے بہت فرسودہ ہو گئی ہی - بارش کا پانی صحن میں جمع ہو کر ایک زمین دوز نالی کے ذریعے سے باہر جاتا تھا ' جسپر پتھر کی

ایک مربع (شکل کا) مندر بنا ہوا تھا جس کی بالائی عمارت غالباً لکڑی کی تھی - اس قسم کی عمارتیں ستویہ کلان کے منقش پہاڑوں پر کئی مرقعون میں نظر آتی ہیں -

جس مقام پر زینہ والے دھڑے کا جنوبی پہلو اور کرسی کا مشرقی پہلو آکر ملتے ہیں اُس جگہ زمانہ مابعد میں ایک مستطیل قطعہ زمین دیوار بنا کر گھیر لیا گیا تھا - معلوم ہوتا ہے کہ یہ محاط کی دیوار عہد وسطی میں تعمیر ہوئی ہوگی -

جنوبی رقبہ میں جو اور عمارتیں برآمد ہوئی ہیں وہ تین خانقاہیں نمبر ۳۶، ۳۷، ۳۸ ہیں - یہ تینوں خانقاہیں قریب قریب ایک ہی نقشے کے مطابق بنی ہوئی ہیں اور یہ بھی نقشہ ہی جس سے ہم پہلے بھی ہندوستان کے دیگر مقامات میں آشنا ہو چکے ہیں - یعنی ہر خانقاہ کے وسط میں ایک مربع صحن ہے جس کے چاروں طرف چھوٹے چھوٹے حجرے، اور حجروں کے سامنے صحن کے گرد ایک ستون دار برآمدہ ہے اور صحن کے وسط میں ایک چبوترہ ہے - کسی کسی خانقاہ میں باہر کی جانب

خانقاہیں نمبر ۳۶ -

۳۸ - ۳۷

یہ خانقاہ ، نمبر ۳۶ سے تھوڑے ہی دنوں کے بعد تعمیر ہوئی تھی - اور اسکی چٹائی بھی نمبر ۳۶ کی چٹائی کی طرح نہایت بھدی اور ناہموار ہی - معلوم ہوتا ہی کہ اس جگہ پہلے کوئی اور عمارت بنی ہوئی تھی جسکی پختہ بنیادوں کے کچھ حصے اب تک موجود ہیں - علاوہ ازیں شمالی پہلو کے درمیانی حجرے میں ایک خشتی دیوار بھی بنی ہوئی ہی جو بعد میں اضافہ کی گئی تھی ، - لیکن جو اینٹیں اسکی تعمیر میں لگائی گئیں وہ کسی قدیم عمارت سے لی گئی تھیں - اُس مربع چبوترے کی بجائے جو دوسری خانقاہوں میں عموماً ملتا ہی ، اس خانقاہ کے صحن میں ایک مربع نشیب ہی جیسا کہ اکثر قدیم رومی مکانات میں پایا جاتا ہی اور نشیب کے گرد چاروں طرف برآمدہ ہی جو کسی قدر بلند کرسی پر قائم ہی - بالائی منزل پر جانے کا زینہ جنوب مغربی گوشے میں بنا ہوا ہی -

اس عمارت کے اُس پاس کھدائی نہیں کی گئی لیکن خیال ہی کہ نمبر ۳۶ و ۳۷ کی طرح غالباً اسکے سامنے بھی رَمنا یا احاطہ بنا ہوا ہوگا اور چونکہ

سلیں پٹی ہوئی تھیں - یہ نالی اُس تگ رستے کے نیچے سے گذرتی تھی جو عمارت کے جنوب مغربی گوشے میں بنا ہوا ہے - خانقاہ کا دروازہ مشرقی پہلو میں ہے اور دروازے کے سامنے ایک بد قطع سا احاطہ تھا جسکی دیواروں کے آثار اب تک موجود ہیں -

خانقاہ نمبر ۲۷

سطحی نقشے کے لحاظ سے یہ خانقاہ مذکورہ بالا خانقاہ کی نسبت زیادہ وسیع اور مکمل ہے اور اسکی چٹائی بھی نسبتاً صاف اور بہتر ہے - ساتویں صدی عیسوی کے بنے ہوئے مربع ستونوں کی طرح اس خانقاہ کی دیواروں میں بھی بیرونی جانب کسے چھوڑے ہوئے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمارت بھی ساتویں صدی عیسوی میں تعمیر ہوئی ہوگی - صحن کے وسط میں جو چبوترہ ہے اُس کے چاروں گوشوں پر پتھر کے چار مربع چوے لگے ہوئے ہیں جو چٹائی کو مستحکم کرنے کے علاوہ برآمدے کے ستونوں کی کرسیوں کا بھی کام دیتے تھے - حجرروں کی جنوبی اور مغربی قطاروں کے عقب میں بھی چند کمرے بنے ہوئے ہیں جو ذرا غیر معمولی سی بات ہے - مگر کچھ صاف پتہ نہیں چلتا کہ ان کمروں سے خاص کام کیا لیا جاتا تھا ۔

خانقاہ کا دروازہ مغربی جانب ہی اسلئے یہ رہنا بھی
غالباً مغربی جانب ہی ہوگا۔

عمارت نمبر ۴۲

یہ عمارت مندر نمبر ۴۰ کے شمال میں واقع اور
اسوقت قریباً چھ فیت بلند ہی - اس کے چر حصے
کھدائی کرنیسے آشکار ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہی
کہ یہ بھی کسی مندر کی عمارت ہی جو شاید
مندر نمبر ۴۴ سے مشابہ ہوگا۔

بَاب ۹

مشرقي رقبہ

مندر در خانقاہ
نمبر ۳۵

اب ہم مشرقی رقبہ کی جانب متوجہ ہوئے ہیں جسکے سب سے بلند حصے پر مندر اور خانقاہ نمبر ۳۵ واقع ہیں (دیکھو پلیٹ ۱۲ - Plate XII) - مندر مذکور دسویں یا گیارہویں صدی عیسوی کا بنا ہوا ہے اس لئے سانچہ کی اُن عمارات میں سے ایک ہے جو سب کے بعد تعمیر ہوئیں - اس سے دو یا تین صدی قبل اسی مقام پر ایک اور مندر بنا تھا جس کے سامنے ایک کشادہ چوکور صحن ، صحن کے گرد بہکشورن کے رهنے کے لئے حجروں کے سلسلے اور بیچ میں چند ستوپے تھے - اس قدیم مندر کے آثار مابعد کی عمارات سے کسی قدر پست سطح پر واقع ہیں اور باسانی پہچانے جا سکتے ہیں -

بعد کے زمانے کی تعمیر ایک تر وہ (در منزلہ) مندر ہے جو صحن کے مشرقی پہلو میں ایک بلند چبوترے کے پچھلے حصے پر واقع ہے اور دوسرے وہ حجرے



GENERAL VIEW OF MONASTERIES 45, 47, AND OF STUPA 3, FROM S.E.

سامنے جو برآمدہ تھا وہ آٹھ فٹ سے کچھ زیادہ چوڑا اور سطح صحن سے آٹھ انچ کے قریب اونچا تھا اور ایک سنگی حاشیہ آسکر صحن سے جدا کرنا تھا - اس حاشیہ میں برابر برابر فاصلے پر پتھر کے مربع چوکے لگے ہوئے ہیں جنہیں برآمدے کے ستون قائم تھے - انہیں سے ایک ستون صحن کے جنوب مشرقی گوشے میں نمونے کے طور پر دوبارہ اپنی اصلی جگہ پر قائم کیا گیا ہی - یہ چھ فٹ نو انچ بلند ہی اور اس کے گوشے کسی قدر ترشے ہوئے ہیں جس سے عمود ہشت پہلو سا (۱) ہو گیا ہی - ستون کے عریض پہلوؤں کو آرائشی کندہ کاری سے مزین کرنا مقصود تھا -

قدیم صحن کے سنگی فرش میں پتھر کی مختلف شکل اور پیمائش کی بہاری بہاری بے تول سلین لگی ہوئی ہیں - ان تین ستونوں میں سے جو صحن میں اس فرش کے اوپر بنے ہوئے تھے، در تو موجودہ مندر کی تعمیر سے پیشتر منہدم ہو چکے تھے اور بجڑ کرسیوں کے ان کا کوئی نشان باقی نہ رہا تھا اور تیسرے ستون کا کچھ حصہ معلوم ہوتا ہی کہ نئے مندر کے فرش کی خاطر

(۱) یعنی آٹھون پہلو یکساں نہیں - کونے والے چار پہلو نسبتاً تنگ ہیں اور سامنے والے چار پہلو ذرا چوڑے ہیں (مترجم) -

اور برآمدے جو اس مندر کے شمالی اور جنوبی پہلوؤں پر بنے ہوئے ہیں -

باقی رہا حجرن کا وہ سلسلہ جو صحن زیرین کے شمالی، جنوبی اور مغربی پہلوؤں پر بنا ہوا ہے، نیز اُن تین ستونوں کی کرسیاں جو اسی صحن میں الگ الگ واقع ہیں اور پتھر کا وہ حاشیہ جو حجرن کے سامنے والے برآمدے کی حد بندی کرتا ہے، تو یہ سب قدیم زمانے سے تعلق رکھتے ہیں -

قدیم مندر اور خانقاہ پرانی خانقاہ کے حجرن میں چھوٹے چھوٹے پتھرن کی خشک اور صاف ستھری چٹائی ہے جو اُس زمانے میں رائج تھی اور ان کی بنیادیں پورے نو فیت فیچے لے جاکر خاص چٹان پر رکھی گئی ہیں - کونے کے حجرے میں داخل ہونیکے لئے عموماً متصلہ حجرے کے اندر سے ہو کر جانا پڑتا تھا لیکن اس خانقاہ میں ایسا نہیں کیا گیا بلکہ (متصل سلسلوں کے سرورن والے) در حجرن کے درمیان ایک گلی چھوڑ کر کونے والے حجرے کا دروازہ گلی کی جانب بنا دیا گیا ہے - اسی طرح خانقاہ کے دروازے سے صحن میں داخل ہونے کے لئے بھی مغربی پہلو کے بیچ میں ایک اور گلی بنا دی گئی ہے - حجرن کے

موتی تہ سے جو اُسکے اوپر جمع ہو گئی تھی ، اس خیال کی بخوبی تائید و تصدیق ہوتی ہی -

بظاہر تو یہ خیال ہوتا ہی کہ جب اہل بردہ نے اس عمارت کی دوبارہ تعمیر شروع کی تو اُن کا پہلا کام یہ ہونا چاہئے تھا کہ تمام پرانے ملے کو ایک طرف کرے جہاں تک ہوتا قدیم عمارت کا مصالحہ ہی استعمال کرتے - لیکن مذہبی یا دیگر وجوہ کی بنا پر انہوں نے اس ملے کو ہموار کر کے قدیم فرش سے ڈھائی فیت اوپر ایک نیا فرش لگانا اور صحن کے مشرق میں ازسرنو ایک بالکل جدید مندر بنا کر اُسکے دونوں طرف حجرے تعمیر کرنا زیادہ مناسب خیال کیا - اس کے ساتھ ہی انہوں نے صحن کے باقی ماندہ تین پہلوؤں کے پرانے حجروں کی مرمت بھی نئے سرے سے کر دی اور اُنکی دیواروں اور چھتوں کو پانچ چھ فیت اونچا کر کے اُنکے سامنے اُنڈا ہی بلند برآمدہ بنا دیا جو نئے صحن کے فرش سے قریباً تین فیت اونچا ہو گیا -

نئے مندر میں صرف ایک عبادت گاہ ہی جسکے اندر ایک پیش دالان ہو کر داخل ہوتے ہیں - عبادت گاہ کے اوپر ایک خالی شکر (शिवर) یعنی مخروطی شکل

قصداً گرا دیا گیا تھا۔ اس ستوپے کا نقشہ صلیبی شکل کا
 ہی اور صلیب کے چاروں سرورں کے رزکاروں پر چند طاق بنے
 ہوئے ہیں جن میں بلا شبہ کسی زمانے میں بت رکھے
 ہوئے تھے۔ قدیم مندر اور ملحقہ حجروں کے آثار جو صحن
 کے مشرقی پہلو پر واقع تھے سراسر عمارات متاخرہ کے نیچے
 دب چکے ہیں مگر قدیم مندر کے سامنے جو چبوترہ تھا
 اُس کا کچھ حصہ موجودہ مندر کے چبوترے کے نیچے
 ملبہ وغیرہ ہٹا کر برآمد کیا گیا ہی۔ یہ قدیم چبوترہ
 اگرچہ اوپر والے چبوترے سے کسی قدر چھوٹا ہی لیکن
 بظاہر دونوں ایک ہی طرز پر بنے ہوئے تھے (۱) اور قیاس
 کیا جاتا ہی کہ غالباً سابقہ مندر کا نقشہ بھی جدید
 عمارت کے نقشے سے بہت کچھ مشابہ تھا۔

معلوم ہوتا ہی کہ سالچی کی اور بہت سی
 عمارات کی طرح یہ قدیم مندر بھی آگ کی نذر ہو گیا
 تھا اور زمانہ دراز تک اسی بربادی کی حالت میں پڑا
 رہا۔ چنانچہ اُس سوختہ ملبے سے جس کی کثیر مقدار
 صحن کے فرش پر ملی ہی، اور نیز مٹی کی اُس

(۱) قدیم چبوترے کے حصہ پائین پر ”غلطہ اور گولا“ کی

آرائشی ہی جسپر ”کنول اور تیر“ کی کندہ کاری ہی۔

عبادت گاہ کے چاروں کونوں میں ایک ایک مربع نیم ستون ہی جس کے بالائی نصف حصے کے دونوں رخ ”گلدستہ“ کے نمونے کی نہایت خوبصورت کندہ کاری سے مزین ہیں۔ ”گلدستہ“ کے نیچے ایک ایک کپڑتی مکہ اور اوپر پھول پتی کی منبعا کاری اور سب سے اوپر ”پامت (۱)“ کی سنجانی آرایش ہی۔ تاجوں پر ابھراں دھاریاں بنی ہوئی ہیں اور انکی تنگ گردنوں پر ”بدھی“ کے نمونے کی رسمی آرایش ہی۔ تاجوں کے اوپر ہندوئی وضع کی سادہ بریکٹیں (brackets) ہیں۔ ان نیم ستونوں کے نقش و نگار کی طرز ’سنگتراشی کے بعض اُن قدیم نمونوں سے بہت مشابہ ہی جو بار (واقع ریاست گوالیار) کے مندر میں پائے جاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ یہ نیم ستون آٹھویں یا نویں صدی عیسوی سے تعلق رکھتے ہیں اور اصل میں اس مندر کے لئے نہیں بنائے گئے تھے۔ اس خیال کی تائید خود ان نیم ستونوں کی کورن کی ناہموار تراش سے بھی ہوتی ہی کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہی کہ اصل میں انکے کچھ حصے دیواروں کی چنائی میں دبے ہوئے تھے۔

(۱) Palmette - کھجور کے چھوٹے درخت کے مشابہ ایک آرایش جو یونانی اور دیگر قدیم عمارات میں پائی جاتی ہی (مترجم)۔

کا گنبد ہی جس کا بالائی حصہ ضائع ہو چکا ہی - مندر
ایک بلند چبوترے کے پچھلے یا شرقي حصہ پر قائم ہی -
چبوترے پر چڑھنے کے لئے مغربی پہلو میں پختہ زینہ
ہی - مندر کے تین جانب طواف گاہ یا پردہنا اور اُسکے
گرد ایک بلند دیوار بنی ہوئی ہی -

اس زمانے کے دوسرے مندروں کی طرح اس مندر
کی تعمیر میں بھی بڑے بڑے پتھر استعمال کئے گئے
ہیں - یہ پتھر ایک دوسرے کے ساتھ اچھی طرح پیوست
نہیں ہیں اور گو اُن کے بیرونی رخ صاف ہیں مگر باقی
رخ ناہموار ہیں - مندر کے عمارتی مسالے کا اکثر حصہ
بلا شبہ کچھ تو اُس مندر سے لیا گیا تھا جو اس سے پہلے
اس جگہ قائم تھا اور کچھ اور قدیم عمارات سے - لیکن
منبت کاری اور آرائشی تصاویر زیادہ تر عہد وسطی کے
اواخر کی بنی ہوئی ہیں اور غالباً اسی مندر کی خاطر
بنائی گئی تھیں - اس طرح دروازے کے منقش بازو،
عبادت گاہ کی منقش چھت اور اس کے بیرونی طاقچروں کی
مورتیں، نیز چبوترے اور شہر کی آرائشی کلدہ کاری
سب کی سب مندر کی ہم عصر ہیں - لیکن کورنوں کے
نیم ستون (اور غالباً بدھ کا وہ مجسمہ بھی جو عبادت گاہ
میں رکھا ہوا ہی) قدیم زمانے سے تعلق رکھتے ہیں -

پلے کسی اونچی کرسی پر قائم ہو، یا کوئی اور بڑا مجسمہ تھا جسکی بجائے بعد میں موجودہ مررت کو یہاں رکھ دیا گیا۔ موجودہ مجسمہ جس کرسی پر رکھا ہوا ہے اس پر ٹھیک نہیں بیٹھتا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اصل میں یہ مجسمہ اس کرسی کے لئے نہیں بنایا گیا تھا۔ علاوہ بریں عبادتگاہ کی عقبی دیوار اور منقش ستونوں کے ایک حصے کو اس چٹائی میں پوشیدہ کرنا بھی مقصود نہ تھا جو مجسمے کو قائم رکھنے کی غرض سے اس کے اور دیوار کے درمیانی فاصلے میں کرنی پڑی۔ مگر اس مجسمے کی طرز ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ مقرر سے بہت پہلے کا بنا ہوا ہے اس لئے ممکن ہے کہ اصل میں موجودہ کرسی کے اوپر ایک اور تین چار فیت اونچی کرسی رکھ کر اس کے اوپر مجسمہ کو رکھا گیا ہو اور بعد میں کسی وقت اسکی اونچائی کم کر دی گئی ہو۔

اس تصویر میں بدھ کنول کے تخت پر، جس کے نیچے ایک اور شیریں والا سنگھاسن ہے، بھومی سپرشا وضع میں بیٹھا ہے۔ کنول کے پتوں کی زبردست قطار پر

عبادتگاہ کی چہت حسب معمول بتدریج چھوٹے ہونے والے مربع کے نمونے کے مطابق بنی ہوئی ہی (۱) اور چار شہتیروں پر قائم ہی جنکے سرے ستونوں کے اوپر والی بریکٹوں پر رکھے ہوئے ہیں - شہتیروں کو زیادہ مستحکم کرنے کی غرض سے اُن کے نیچے ہر دیوار کے وسط میں اسی طرح کی اور بریکٹیں لگادی گئی ہیں - ن بریکٹوں اور شہتیروں کے متعلق دو باتیں بالخصوص قابل ذکر ہیں - ایک تو یہ کہ عقبی دیوار والی بریکٹ نامکمل حالت میں ہی دوسرے یہ کہ آسکے اوپر والے شہتیر کی نچلی کور، غالباً شہتیر کے سامنے کسی اور چیز کے لئے جگہ بنانے کی غرض سے، قریباً دو فیت تک تھوڑی تھوڑی کٹی ہوئی ہی - اب یہ قیاس کچھ بے جا نہیں معلوم ہوتا کہ جس چیز کی خاطر اس شہتیر کو کاٹا گیا وہ غالباً بدھ کے مجسمے کا ہالہ ہوگا - لیکن یہ سوال ابھی فیصلہ طلب ہی کہ آیا وہ مجسمہ بھی تھا جو اس وقت مندر میں موجود ہی اور شاید

(۱) اس چہت کا نقشہ یہ ہی :— (مترجم)



سے یہ سترن لئے گئے تھے وہ خود بھی مکمل نہیں ہوئی تھی -

دروازے کی چوکھٹ پر کثرت کے ساتھ آرائشی کندہ کاری ہی - دھلیز کے پتھر کا وسطی حصہ کسی قدر ابھرا ہوا ہی اور اُس پر کنول کی بیل بنی ہوئی ہی جس کے پھولوں پر پرندے بیٹھے ہیں - کنول کے دونوں طرف دھلیز پر آدھے آدھے کپڑے مکھ ، پھر چھوٹی چھوٹی انسانی تصویریں جنکے ہاتھوں میں برتن ہیں ، انکے بعد رسمی طرز کے مطابق بنے ہوئے شیر ، اور سرورں پر کبیر کی بھاری بھر کم تصویریں بحالت نشست بنی ہوئی ہیں - بائیں بازو کا اکثر حصہ اور سردل ضائع ہو چکے ہیں - لیکن دایان بازو قریب صحیح رسالہ موجود ہی - چوکھٹ کے دونوں جانب جر کندہ کاری ہی اُس میں ایک حسین عورت ایک درخت کے نیچے کھڑی ہوئی دکھائی دیتی ہے اور اُس کے اوپر ”عربی رضع“ کی بیل بنی ہوئی ہے - چوکھٹ کے دائیں بازو کے روکار پر نیچے چار تصویریں ہیں اور انکے اوپر بالائی حصے کی آرائش چار عمودی پتھروں میں منقسم ہے - نیچے والے موقع میں بڑی تصویر جمنا (دریائے جمنا) کی ہی جس

قریباً دسویں صدی عیسوی کے حررف میں بودھ مذہب کا کلمہ تحریر ہی جو مجسمہ کی طیاری کے بعد لکھا گیا تھا - سنگھاسن کے وسط میں کرسی کا ایک حصہ آگے کو بڑھا ہوا ہی جس پر در انسانی تصویریں شکستہ حالت میں ہیں - انمیں ایک شخص چاروں شانے چسپ پڑا ہی اور دوسرا فاتحانہ انداز سے اُسے سینے پر کھڑا ہی - بالکل اسی قسم کی تصویریں مقام الورا کی غار نمبر ۱۱ میں بودھ کے ایک اور مجسمہ کی کرسی پر بھی بنی ہوئی ہیں جو ساتویں صدی عیسوی کی ساخت ہی - میرا خیال ہی کہ ان تصویروں میں بودھ کی اُس فتح کا اظہار کیا گیا ہی جو اُسکو بودھی درخت کے نیچے مارا کی شیطانی فوجوں پر حاصل ہوئی تھی -

پیش دالان کے دونوں نیم ستون ، عبادتگاہ کے نیم ستونوں سے ذرا مختلف ہیں - انکی آرائشی منبت کاری بہدی ہونے کے علاوہ نامکمل حالت میں چھوڑ دی گئی ہی اور شمالی ستون بیچ سے کٹا ہوا ہی - غالباً اس کو موجودہ جگہ پر قائم کرتے وقت ایسا کیا گیا تھا جس سے ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ جس عمارت

جو حصہ اسوقت موجود ہی اُس کے نقش و نگار سراسر دائیں بازو کے نقش و نگار سے ملتے ہیں - فرق صرف یہ ہی کہ نیچے والے مربع میں بجائے جمنائے گنگا (یعنی دریائے گنگا) کی اور اُسکے راہن، گہریال کی تصویر بنی ہوئی ہی -

باہر کی طرف مندر کی دیواریں بالکل سادہ ہیں - صرف شمالی جنوبی اور مشرقی جانب اُن کے بیچ میں تین طاقچے بند ہوئے ہیں - جنوبی طاق میں ایک دیوتا جو شاید میور دیا راجہ ہی بائیں ہاتھ میں کنول کی شاخ لئے کنول کے تخت پر بیٹھا ہی، تخت کے نیچے دیوتا کا راہن یعنی مور بنا ہوا ہی اور دونوں طرف ایک ایک پرستار کھڑی ہی - مشرقی طاقچے میں بدھ کی مررت رکھی ہی جس میں بدھ کو بحالت استغراق کنول کے تخت پر بیٹھا ہوا دکھایا ہی جو دو شیریں کے اوپر قائم ہی، - بدھ کے دونوں طرف ایک ایک خادم ہی جسکے دائیں ہاتھ میں چوڑی اور بائیں میں کنول کی شاخ ہی - شمالی طاقچہ خالی ہی -

مندر کی دیواروں کے بعض پتھروں پر کچھ نام بھی کندہ ہیں جو غالباً سنگتراشوں کے نام ہیں - انمیں سے

۱. پازن کے قریب ایک کچھرا بنا ہوا ہے جو اُسکی سواری ہے۔ جمن کے پیچھے ایک خواص اُسکے سر پر چھتری لگائے کھڑی ہے۔ جمن اور خادمہ کے پیچ میں ایک اور چھوٹی تصویر ہے جو شاید کسی بچے کی ہے اور اس سے بھی چھوٹی تصویر لوح کے بائیں گوشے میں جمن کے دائیں پازن کے قریب بیٹھی ہوئی نظر آتی ہے۔ جمن کے سر سے ذرا اوپر کسی ناکا کا اوپر کا دھڑ بنا ہوا ہے اور خادمہ کے سر کے اوپر کنول کا پھل ہے جس میں بدھ کی چھوٹی سی تصویر بھومی سپر سا رضع میں بنی ہوئی ہے۔ اوپر کی عمودی پٹریوں میں سب سے اندر والی یعنی بائیں جانب کی پٹری پر مرغولہ نما گلکاری ہے۔ دوسری پٹری میں 'جسکو ایک پستہ قد دیو اُٹھائے ہوئے ہے' ہاتھیرن کے اوپر سیمرغ کھڑے ہیں اور اُن کی پشت پر سوار بیٹھے ہیں۔ تیسری پٹری 'کہ وہ بھی ایک پستہ قد دیو پر قائم ہے' تین حصوں میں منقسم ہے اور ہر حصے پر ایک ایک مرد اور در در عورتوں کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ چوتھی پٹری ایک منقش نیم ستون کی شکل کی ہے۔ بائیں بازو کا

یہ بے شمار اجڑا آپس میں ایسے گدمد ہو گئے ہیں کہ انکی مدد سے شکھر کی بلندی کا صحیح اندازہ لگانا اور اُسکو اُس بلندی تک مرمت کرنا محض ناممکن ہی - شکھر کا جو حصہ زمانے کی دستبرد سے بچا ہی اور اپنی جگہ پر قائم ہی رہا ایک تر رہ چھوٹا سا کمرہ ہی جو عبادت گاہ کی چھت پر واقع ہی اور دوسرے اُسکے سامنے ایک چھوٹی سی دیوڑھی کے کچھ نشان ہیں جس کا ایک حصہ نیچے والے پیش دالان کی چھت پر بٹا ہوا تھا -

اُس پیدرینی دیوار میں، جو طواف گاہ (پردکھنا) کے گرد واقع ہی، درخوش تناسب کھڑکیاں بنی ہوئی ہیں جنمیں پتھر کی بھاری بھاری جالیاں لگی ہیں - یہ جالیاں منقش پھولوں اور پری چکروں سے مزین ہیں اور انکی چوکھٹوں پر کنول کے پتروں کی رسمی طرز کی منبت کاری ہی -

مندر کے سامنے جو بلند چبوترہ ہی اُسکی فرش بندی میں متعدد قدیم عمارتوں کے پتھر استعمال کئے گئے تھے اور ستویہ نمبر ۳ کے بہت سے ٹوٹے ہوئے ستون اور کٹھرے کے ٹکڑے بھی انمیں شامل تھے - چبوترے کی

بعض ناموں کے حروف الٹے ہیں جس سے ثابت ہوتا
ہی کہ یہ کتبہ، جو دسویں صدی عیسوی کے رسم
خط میں لکھ ہوئے ہیں، مندر کی تعمیر سے قبل
ان پتھروں پر کندہ کئے گئے تھے (۱) -

شکھر یا مخروطی گنبد جو عبادت گاہ کے اوپر بنا ہوا تھا
اُسی منحنی طرز کا تھا جیسے شمالی ہند کے منادر کے
شکھر عام طور پر بنائے جاتے ہیں - اسکی چوٹی پر
معمولی رُضع کا ایک بھاری آملک (۲) اور اُسکے اوپر
کلس بنا ہوا تھا جسکے بہت سے شکستہ ٹکڑے مندر کے
قریب ہی شمال مغربی جانب پڑے ہوئے ملے ہیں -
علاوہ برین شکھر کے بے شمار آرائشی اور عمارتی پتھر
بھی ملے ہیں دستیاب ہوئے ہیں - جن سے ظاہر
ہوتا ہی کہ شکھر کے بیرونی رخ کی کندہ کاری میں
کثرت کے ساتھ آملک کی تصویریں بنی ہوئی تھیں
جنکے بیچ میں ایک خاص رُضع کے چہیتیا کندہ تھے لیکن

(۱) یعنی یہ پتھر کسی قدیم عمارت سے لئے گئے ہیں (مترجم) -

(۲) آملہ کی ٹٹھلی کی شکل کا ایک بہت بڑا پتھر جو
ہندی منادر کی چوٹی پر قائم کیا جاتا ہی - اسکا وزن کم رہنے سے
اکثر شکھر خرد بخرد گر جاتے ہیں (مترجم) -

سے بالکل مختلف ہی - اسکی وجہ غالباً یہ ہی کہ مندر اور حجرن کی تعمیر بعض نامعلوم اسباب کے باعث دفعۃً رک گئی تھی اور کچھ عرصہ تک دوبارہ شروع نہیں کی جا سکی -

ان حجرن کے برآمدے کی تعمیر میں جو ستون استعمال کئے گئے وہ اُس قدیم خانقاہ سے لئے گئے تھے جس کا ذکر اوپر ہو چکا ہے اور یہ امر دلچسپی سے خالی نہیں کہ ان میں سے ایک ستون کے نقش و نگار غیر مکمل حالت میں چھوڑ دئے گئے تھے اور ستون مذکور کو اس جگہ قائم کرتے وقت اُن کا اوپر کا حصہ کاٹ دیا گیا تھا - ستونوں کی کرسیاں اور تاج گلدستے کی صورت میں ہیں اور درمیان کے مربع حصوں پر تین تین کیرتی تھکے بنے ہوئے ہیں جنکی طرز ساخت عبادتگاہ کے نیم ستونوں کی منبت کاری سے بہت مشابہ ہے -

مشرقی میدانوں کا
نظارہ

مندرجہ نمبر ۴۵ کے شمال میں ایک کشادہ جگہ ہے - یہاں سے اُن زبردین میدانوں کا دلغریب منظر دیکھنا چاہئے جو دریائے بیس اور بیتوا کے کنارے واقع ہیں - اگر ریل کی لائن کے ساتھ ساتھ نظر دوڑائی جائے تو سانچی سے پانچ چھ میل کے فاصلے پر بہیلے کی وہ بلند اور تنہا

دیواروں پر طاقچروں کے علاوہ بے شمار آبہار، دُبار، ارور گہرے افقی حاشیہ بنے ہوئے ہیں جن سے سایہ ارور روشنی کا اثر ویسا ہی غیر معین ہوتا ہی جیسا بالعموم چالوکی تعمیرات میں پایا جاتا ہی۔ ہر طاقچے میں ایک یا زیادہ مرتبہ ہین جنمیں بعض عشقیہ بھی ہین۔ یہ مرتبہ اُس زمانے کی رسمی طرز کے مطابق بنی ہوئی ہین، ارور طاقچروں کے اوپر کی زیبائشی منبت کاری میں، جو چہت کے نمونے کی ہی، نڈز افقی حاشیوں پر کنول کی گلکاری ارور دیگر پھول پتی کے کام میں بھی رسم کی پابندی ویسی ہی نمایان ہی جیسی کہ ان تصاویر میں۔

مندر کے شمالی ارور جنوبی پہلوؤں میں تین تین حجرروں کی در قطار ہین جڈکے سامنے برآمدے بنے ہوئے ہین۔ وہ دروزں حجرے جو مندر کے متصل واقع ہین، اُنکی چوکھٹروں کے بازو بالکل اُسی قسم کے نقش و نگار سے مزین ہین جیسے خود مندر کے دروازے پر کندہ ہین۔ علاوہ ازیں مندر کے دروازے کی سردل کی طرح ان حجرروں کی سردلین بھی زمانہ مابعد کی بنی ہوئی ہین ارور انکی طرز ساخت چوکھٹروں کی ساخت

مذکورہ بالا مندر کے جنوب میں عمارت نمبر ۴۴ واقع
 ہی یہ عمارت غالباً آٹھویں یا نویں صدی عیسوی میں
 تعمیر ہوئی تھی اور اسکی بنیادوں کے نقشے سے پایا جاتا
 ہی کہ یہ ایک چھوٹی سی ، مگر غیر معمولی طرز کی ،
 خانقاہ تھی ۔ اس کے عرض میں ایک پیش دالان اور اس کے
 پیچھے ایک بڑا مستطیل ہال تھا ۔ [دالان عمارت کے
 تمام عرض میں بنا ہوا تھا یعنی اسکا طول عمارت کے
 عرض کے برابر تھا] ہال میں پتھر کا فرش تھا جسے
 نشان اب تک موجود ہیں اور اس کے بیچ میں ایک ستونہ
 تھا ۔ اس ہال یا بڑے کمرے کے دونوں جانب کچھ
 بنیادیں ملی ہیں جن کے نقشے سے ظاہر ہوتا ہی کہ غالباً
 ان کے اوپر چھوٹے چھوٹے حجرروں کے در سلسلے تعمیر کئے گئے
 تھے ۔ لیکن اگر بنیاد کے نقشے سے بالائی عمارت کے نقشے کا
 صحیح صحیح اظہار ہوتا ہی تو یقیناً یہ حجرے
 بھکسروں کی رہائش کے لئے بہت ہی چھوٹے ہیں اور
 ممکن ہی کہ ان میں صرف بت رکھے جاتے ہوں جیسا
 کہ صوبہ سرحدی میں اہل بودھ کے بعض قدیم مندروں
 اور اہل چین کی عبادتگاہوں میں اکثر دیکھا گیا ہی ۔

یہ خانقاہ پتھر کی چار فیت اونچی کرسی پر قائم

پہاڑی نظر آئیگی جو (آجکل لوہانگی کے نام سے مشہور
 ہی اور) شاہان گیتا کے رقت سے بھیلسوامن یعنی
بھیلسہ کے ارک قلعہ کا کام دیتی آئی ہی (دیکھو
 صفحہ ۶۰ گذشتہ) - بھیلسہ سے قریباً دو میل جاذب
 شمال مغرب کوہ اردے گری ہی - اس میں بہت
 سے برہمنی مندر (۱) ہیں جو عہد وسطی کے ارائل
 میں پہاڑ کو کات کر بنائے گئے تھے - ان مندروں پر بہت
 سی ابھروان تصویریں بنی ہوئی ہیں اور کچھ کتبے
 بھی کندہ ہیں -

ان دو پہاڑوں کے مابین ایک وسیع قطعہ زمین ہی
 جو قدیم شہر رودیشا کے کھنڈرات سے پتا پڑا ہی - اس
 مدفون شہر کے ایک حصے پر ریس نگر کا چھوٹا سا گاؤں
 آباد ہی جس میں ہیڈیوڈرس کی لاٹھ کھڑی ہی -
 کچھ دن ہوئے اس رقت میں کھدائی کی گئی تھی -
 کھدائی سے دلچسپی کی بے شمار چیزیں دستیاب
 ہوئی تھیں جنمیں سے اکثر لاٹھ کے قریب ہی ایک
 سایبان کے نیچے رکھی ہوئی ہیں -

(۱) یعنی ان مندروں کا برہہ یا جین مذہب والوں سے کوئی
 تعلق نہیں ہی (مترجم) -

ستون دار برآمدہ اور مندر ہی اور آنکے پیچھے ایک دالان اور پانچ حجرے بنے ہوئے ہیں - اس چوک میں آمد و رفت کا بڑا دروازہ مغربی دالان کے شمالی سرے پر ہی اور ایک اور چھوٹا دروازہ ، (جسکے سامنے دوسیزھی کا زینہ ہی) ، شمالی برآمدے کے مشرقی سرے پر بھی ہی - اس دروازے سے چھوٹے چوک (نمبر ۴۶) میں داخل ہوتے ہیں جو کسی قدر بلند سطح پر واقع ہی - بترے صحن کی طرح اس کے بھی تین پہلوؤں پر حجرے بنے ہوئے ہیں -

یہ خانقاہ نسبتاً اچھی حالت میں ہی :- چمتوں کے بعض حصے اور بہت سے ستون اب تک بدستور اپنی اصلی جگہ پر قائم ہیں - دیواروں کی چٹائی بھی اکثر صاف اور باقاعدہ ہی ، لیکن جنوبی پہلو کے برآمدے اور کمرن اور چھوٹے صحن کی بعض اندرونی دیواروں کی چٹائی نسبتاً کھٹیا ہی - ممکن ہی کہ یہ بعد میں اضافہ کئے گئے ہوں - غالباً ان دیواروں اور ستونوں پر استرکاری کی بھی تجویز تھی مگر گچ کا کہیں کوئی نشان نہیں ملتا اس لئے گمان یہ ہی کہ اس تجویز پر عمل درآمد نہیں ہوا -

خانقاہ کے درون صحنوں میں پتھر کی بڑی بڑی

ہی جسکے مغربی پہلو کے وسط میں ایک زینہ ہی - دیواروں کی اندرونی چٹائی نا تراشیدہ پتھروں کی ہی ، صرف رخ پر دونوں جانب ترشے ہوئے چوکور پتھر استعمال کئے گئے ہیں - کرسی کے اوپر ، دیواروں کے بیرونی جانب ، کسکے چھوٹے دوئے ہیں -

خانقاہ نمبر ۴۶، ۴۷ مندر نمبر ۴۵ کے سامنے جو حجروں والا صحن ہی اُسکی شمالی اور مغربی دیواروں کے عقب میں ایک اور خانقاہ ہی جو نسبتاً زیادہ وسیع اور شاندار ہی - یہ خانقاہ مندر مذکور کی تعمیر ثانی کے بعد بنائی گئی تھی ، اسلئے بارہویں صدی عیسوی سے قبل کی تعمیر نہیں ہوسکتی - نقشہ (پلیٹ ۱۵) دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس خانقاہ میں در چوک ہیں جنکو نقشے میں نشان 46 اور 47 سے تعبیر کیا گیا ہی - بڑا چوک (نمبر ۴۷) مع اُن برآمدوں اور حجروں کے جو اسکے تین جانب واقع ہیں ، شمالاً جنوباً ۱۰۳ فیت اور شرقاً غرباً ۷۸ فیت ہی - اس کے جنوبی پہلو پر ایک ستون دار برآمدہ اور برآمدے کے پیچھے دو کمرے ہیں ایک بالکل چھوٹا اور دوسرا بہت لاتبا مگر تنگ - مغربی جانب صرف ایک سایبان سنہی ستونوں پر قائم ہی - اور شمال میں سامنے ایک

دیوار اس کے اوپر بنی ہوئی تھی - یہ دیوار سات فٹ بلند تھی اور اس کی چٹائی کچھ ایسی مضبوط نہیں تھی - اس کے جنوبی سرے کے قریب بعد میں ایک چھوٹی سی عمارت (نمبر ۴۹) تعمیر کی گئی تھی جس کی صرف کرسی باقی رہ گئی تھی - ایک اور عمارت جو (اس دیوار کے قریب) بعد میں طیارہ رنی رہے جو نقشے میں نشان (50) سے ظاہر کی گئی تھی - اس کی تعمیر کے لئے احاطہ کی دیوار کا کچھ حصہ منہدم کرنا پڑا تھا - اب اس عمارت کی صرف دیواریں ، ستونوں کی کرسیاں اور چند سنگی فرش باقی رہ گئے ہیں ، مگر ان سے بھی صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ عمارت کوئی خانقاہ تھی اور قریب قریب اسی زمانے میں بنائی گئی تھی جبکہ خانقاہ نمبر ۴۷ تعمیر ہوئی -

اس خانقاہ کے قریب ہی ایک چھوٹا سا مندر (نمبر ۳۲) ہے جو بظاہر اس کے صحن میں بنا ہوا معلوم ہوتا ہے - یہ مندر عہد وسطی کے اخیر کی تعمیر ہے اور سطح زمین سے آٹھ فٹ بلند ہے - اس میں تین چھوٹے چھوٹے کمرے ہیں جن کے سامنے ایک پیش کمرہ اور وسطی کمرے کے نیچے تہ خانہ ہے - مندر میں داخل ہونے کا دروازہ پیش کمرے کے

سلون کا فرش لگا ہوا تھا جو چار سے آٹھ آنچ تک موٹی اور اُن سلون سے کہیں زیادہ رزنی تھیں جو مندر نمبر ۴۰ کے فرش میں یا قدیم ستوپوں کے ملحقہ فرش میں استعمال کی گئی تھیں۔ بڑے صحن کی فرش بندی کے نیچے (کھدائی کرنیسے) قدیم زمانے کے بے شمار عمارتی اجزا دستیاب ہوئے جن میں ایک گپتائی رُض کا ستون بھی تھا۔ اس سے نیچے، سطح فرش سے کوئی تین فیت گہرائی پر، کسی قدیم عمارت کا سنگی فرش ملا، اس سے نوانچ نیچے ایک ”کچا“ فرش تھا اور اس سے بھی در فیت تین انچ نیچے ایک اور فرش نکلا جو چوڑے اور کنکر کا بنا ہوا تھا۔ یہ سب فرش اُن قدیم خانقاہوں سے تعلق رکھتے ہیں جو موجودہ عمارت سے قبل اس جگہ تعمیر ہوئی تھیں لیکن چونکہ سب سے نیچے والا فرش عہد گپتا سے قبل کا نہ تھا اس لئے کھدائی کو جاری رکھنا مناسب نہ سمجھا گیا۔

عمارات نمبر ۳۹ - ۵۰

۳۲ ر

احاطے کی رہ طویل دیوار جو عمارات نمبر ۳۹ ر ۵۰ کے عقب میں ہی اور خانقاہ نمبر ۴۷ کے شمال مشرقی گوشے سے آکر ملتی ہی خانقاہ مذکور سے بہت پلے کی تعمیر معلوم ہوتی ہی، اسلئے کہ خانقاہ کی مغربی

اس عمارت کي چار ديواربي اور برجون کي تعمير
ميدن بترے بترے ، مختلف جسامت ے ، پتھر استعمال
کئے گئے هين۔ ان ميدن بعض پتھر گيارهوين يا بارهوين
صدي عيسوي کي شکسته عمارات سے لگے هوئے معلوم
هوئے هين مگر چونکہ يہ پتھر ديوارزن ے بالائي حصون
ميدن لگے هوئے هين اسلئے ممکن هى کہ کسی بعد کي
مرمت سے تعلق رکھتے هون۔

اس عمارت ے اندر کھدائي کړني سے وسط ے قريب
چند حجرے آشکار هوئے جنکے شمال ميدن ايک صحن
هى۔ يہ کسی قديم خانقاه ے آثار هين جو غالباً
ساتوين يا آٹھوين صدي عيسوي ميدن اس جگہ
تعمير هوئي تهي۔ اس خانقاه کا فرش ، بالائي فرش سے
بارہ فیت نيچا هى اور اس کي پتھر کي ديوارين
جنکي چنائي خشک اور معمولی هى ، اسوقت بهى
چہہ ارسات فیت ے درميان بلند هين۔ اس طرح
انکے بالائي حصے سطح زمين سے صرف يانچ چہہ فیت
نيچے هين۔

مشرقی پہلو میں ہی ، - اسکے سامنے ایک اور دروازہ ہی جس سے گذر کر وسطی کمرے میں پہنچتے ہیں لیکن یہ عجیب بات ہی کہ پہلوؤں کے کمرے میں صرف کھڑکیاں بنائی گئی ہیں اور جو شخص ان کمرے میں داخل ہونا چاہے اُسکو گھنٹوں کے بل جانا پڑتا ہی -

عمارت نمبر ۴۳

۴۳ نمبر مورتی دیواروں والی عمارت (نمبر 43) جس کا کچھ حصہ مشرقی سطح مرتفع پر اور کچھ اُسکے جنوب کی طرف پست زمین پر واقع ہی ، سانچی کے آخری دور تعمیر کی یادگار ہی - یہ عمارت شاہ کنشک کے مشہور و معروف ستوپہ واقع پشاور سے بہت مشابہ ہی کیونکہ اسکا سطحی نقشہ صلیب کی شکل کا ہی اور چاروں کونوں پر چار مدور برج بنے ہوئے ہیں - لیکن چونکہ بالائی عمارت کا کوئی نشان نہیں ملا اسلئے یہ بات مشتبہ ہی کہ کبھی اسپر کوئی ستوپہ بھی تھا یا نہیں - عمارت کی موجودہ کیفیت یہ ہی کہ ایک بلند صحن کے گرد پسمت سی چار دیواری بنی ہوئی ہی اور کہیں کہیں چند اندر زنی دیواروں کے نشان بھی ملتے ہیں - یہ دیواریں زمانہ مابعد کی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہیں اس لئے نقشے میں نہیں دکھائی گئیں -

مَڑ جاتا تھا - آجکل یہ رستہ ستوپے سے ذرا اوپر
جدید رستہ میں مل جاتا ہی -

قدیم رستے کے نزدیک
کھنڈرات

قدیم رستے کے درون جانب بہت سی پرانی
عمارتوں کے آثار پائے جاتے ہیں جن میں ایک قوسی
مندر کی شکستہ کرسی بالخصوص قابل ذکر ہی -
اس مندر کا دروازہ مشرقی جانب تھا اور اسکی کرسی
۶۱ فٹ لمبی اور ۳۲ فٹ چہ انچ چوڑی ہی -
باقی آثار محض چند شکستہ چبوترے ہیں جنکی
چنائی بھدی اور ناہموار ہی اور بالائی عمارتیں
بالکل ضائع ہوچکی ہیں - ان میں سے تین چبوترے
قوسی مندر کے مغرب و شمال مغرب میں واقع ہیں ،
چوتھا اُسکے مشرق میں ، اور پانچواں قدیم رستہ کی
دوسری جانب چوتھے چبوترے سے کوئی ستر گز شمال کو
ہی - پانچویں چبوترے سے قریباً اسی گز اوپر کی طرف
در اور چبوترے قریب قریب نظر آتے ہیں - ان کے
شمال میں شکستہ ایٹنوں اور پتھروں کے ملبے کا وسیع
انبار ہی جس میں عہد وسطی کی ایک خانقاہ کے
کھنڈر مدفون ہیں (جدید رستہ ملبہ کے اس ٹیلے کے
بیلچوں بیچ سے گذرتا ہی) - اسکے قریب ہی مغربی

باب ۱۰

ستوپہ نمبر ۲ و دیگر آثار

پہاڑی کی چوٹی پر جس قدر آثار و عمارات واقع ہیں ان سب کے حالات بیان ہو چکے۔ اب ہم پہاڑی کے اُس مسطح حصے کی طرف جالینگے جس پر ستوپہ نمبر ۲ بنا ہوا ہے اور پہاڑی کی مسطح چوٹی سے قریباً ۳۵۰ گز نیچے پہاڑی کے مغربی پہلو پر واقع ہے۔ ستوپہ کلان کے مغربی پہاٹک کے سامنے، چار دیواری کے ساتھ لگا ہوا، ایک پختہ زینہ ہے۔ اس زینے سے اتر کر ہم اُس پگڈنڈی پر پہنچتے ہیں جو فی زمانہ ستوپہ نمبر ۲ کی طرف جاتی ہے۔ یہ زینہ اور پگڈنڈی دونوں زمانہ حال کے بنے ہوئے ہیں۔ قدیم رستہ (جس میں پتھر کی بڑی بڑی سلون کا فرش لگا ہوا تھا) موجودہ پگڈنڈی سے جنوب کو واقع تھا اور نسبتاً زیادہ چکدار تھا۔ یہ رستہ ستوپہ نمبر ۷ کے جنوب سے شروع ہو کر پتھر کی ایک قدیم کان کے برابر سے (جسکو بعد میں تالاب بنا لیا گیا) گذرتا ہوا اور درر تک چکر کھاتا ہوا ستوپہ نمبر ۲ کی جانب

اپنی اپنی جگہ قائم تھے - بڑا فرق ان دونوں ستوپوں میں یہ ہی کہ ستوپہ نمبر ۲ کے چاروں دروازن میں سے ایک کے سامنے بھی تورنا یا منقش پھاٹک نہیں ہے - لیکن اس کمی کو اس کا فرشی کٹہرہ جو مسلم موجود اور بے شمار دلچسپ تصاویر سے آراستہ ہے ، بخوبی پورا کر دیتا ہے -

سنہ ۱۸۲۲ع میں کپتان جانسن نے اس ستوپے میں کھدائی کر کے اسکو بہت نقصان پہنچایا تھا - لیکن ”تبرکات“ کی دریافت اور ساتھ ہی گنبد کی مکمل تباہی ، جنرل کننگھم کے حصے میں آئی جب کہ انہوں نے اس میں سنہ ۱۸۵۱ع میں دوبارہ کھدائی کی - تبرکات کا خانہ ستوپے کے ٹھیک وسط میں ہونے کی بجائے مرکز سے درفیت مغرب کو عدا ہوا تھا اور چبوترے کے فرش سے سات فیت بلند تھا - اس خانے میں سفید پتھر کی ایک (گیارہ انچ لمبی ۹ ۱/۲ انچ چوڑی اور اتنی ہی اونچی) صندرقچی رکھی ہوئی ملی جس میں سنگ صابون کی چار ڈبیاں بند تھیں اور ہر ڈبیا میں انسانی ہڈی کے چند ذرا ذرا سے ٹکڑے محفوظ تھے (۱) - صندرقچی کے اوپر ایک طرف

(۱) ”دی بھیلہ ٹریس“ مصنفہ کننگھم کے صفحات ۲۸۵

تا ۲۹۴ پر اس دریافت کا مفصل حال تحریر ہے -

جانب ایک اور چھوٹا سا ٹیلہ ہی جسکے اوپر پتھر کا ایک بہت بڑا پیالہ رکھا ہوا ہے۔ اس پیالے کا بیرونی قطر آٹھ فیت آٹھ انچ ہی اور جنرل کنگھم صاحب کا خیال ہے کہ اس میں نیٹل (Nettle) کا وہ متبرک پودا لگا ہوا تھا جسکی بابت مشہور ہے کہ خود بدھ نے اُسکی قلم اپنے دانتوں سے کاٹ کر لگائی تھی۔ لیکن میری رائے میں ایسا خیال کرنے کی کوئی وجہ نہیں، کیونکہ جنرل موصوف کی یہ رائے سانچی اور شاچی کو (جس کا ذکر فاحیان نے کیا ہے) ایک سمجھنے پر مبنی ہے، حالانکہ یہ تعین خود غلط ہے۔ میرا خیال ہے کہ یہ پیالہ غالباً ایک بہت بڑا کسکرل تھا جس میں اہل بودہ نذرانے، چڑھارے، وغیرہ ڈال دیا کرتے تھے۔

ستویہ نمبر ۲

یہ ستویہ اپنی جسامت، نقشے اور طرز تعمیر کے لحاظ سے، ستویہ نمبر ۳ کے ساتھ بہت مشابہت رکھتا ہے اور حال کی تجدید و ترمیم کے بعد ستویہ نمبر ۳ کی جو شکل صورت نکل آئی ہے اُس سے ستویہ نمبر ۲ کا اسوقت کا نقشہ ناظرین کی آنکھوں میں پھر جائے گا جب اسکی چھتری اور کٹھرے صحیح و سالم

- (۱) کاشپ گوت } تمام ہمارے قبایل کا معلم
 کاسپگوت (کاشپگوت) }
 2. مامم (مध्यम) } (۲) مہم
 3. ہاریتیپوت } (۳) ہاریتیپوت
 (ہاریتیپوت)
 4. وچھی-سویجیوت } (۴) وچھی سوی جیوت
 (واچھی-سویجیوت ؟)
 5. مہاوناہ } (۵) مہاوناہ
 6. آپ گیر } (۶) آپ گیر
 7. کودنیپوت } (۷) کودنیپوت
 (کودنیپوت)
 8. کوسکیپوت } (۸) کوسکیپوت
 (کوسکیپوت)
 9. گوتیپوت (گوتیپوت) } (۹) گوتیپوت
 10. موگلیپوت } (۱۰) موگلیپوت
 (موگلیپوت)

(فوت نوت بسلسلہ صفحہ گذشتہ)

جو سانچی اور سناری سے دستیاب ہوئی ہیں (دیکھو رسالہ
 جرنل رائل ایشیائی سوسائٹی بابہ سنہ ۱۹۰۵ء صفحہ ۶۸۳
 و آئندہ، فرگسن صاحب کی تالیف ”انڈین اینڈ ایسٹرن
 آرکی ٹیکچر“ مطبوعہ سنہ ۱۹۱۰ء جلد اول صفحہ ۶۸-
 ٹیگر صاحب کی ”مہارنس“ کا دیباچہ صفحہ XIX)

قدیم براہمی حروف میں ایک کتبہ کندہ تھا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہی :—

”رشی کاشپ گوت ارر رشی راجھی سَری جِیت
معلم سے لے کر تمام معلموں کے (تبرکات)“

سنگ صابون کی چاروں دبیرن پر بھی کتبہ ہے -
ان سے معلوم ہوا کہ ان دبیرن میں بودھ مذہب کے
دس رشیوں اور مبلغوں کے ”تبرکات“ محفوظ ہے
جن میں سے بعض تو اہل بودھ کی تیسری ”مجلس“
میں شامل ہوئے تھے جو شہنشاہ اشوک کے زمانے میں
منعقد ہوئی تھی اور باقی اُن عقائد کی نشر و تبلیغ
کے لئے جو اس مجلس میں طے پائے تھے کو ہمالہ کے
علاقے میں بھیجے گئے تھے (۱) - ذیل میں وہ دس نام
درج کئے جاتے ہیں جو ان دبیرن پر کندہ تھے :—

(۱) کتاب ”دیپ ونس“ میں اُن چار مبلغوں کے نام
دئے ہوئے ہیں جو کاشپ گوت کوئی پتر کے ہمراہ علاقہ ہمارنٹ
میں قبیلہ یکھا کو بودھ مذہب کی دعوت دینے گئے تھے - یہ نام
حسب ذیل ہیں :—

مَجھم، دَ دَ بھسر، سہدیو اور مَولک دیو - انہیں سے خود کاشپ
گوت اور مَجھم اور دَ دَ بھسر کے نام اُن دبیرن پر لکھے ہوئے ہیں

اس ستوپے کے کٹھروں کے بہت سے شکستہ ٹکڑے حال کی کھدائی میں زمین سے برآمد ہوئے ہیں۔ یہ سب کٹھرے اُسی نہونے کے ہیں جیسے ستوپہ کلان اور ستوپہ نمبر ۳ کے کٹھرے ہیں، اسلئے انکی ساخت کے متعلق کچھ لکھنا غیر ضروری ہی۔ چھوٹے کٹھروں کی آرائشی مذبت کاری بھی دوسرے ستوپوں کے کٹھروں کے نقش و نگار سے بہت مشابہہ ہی۔ لیکن برے یعنی فرشہ کٹھرے پر جو اہوران نقش بنے ہوئے ہیں وہ نہایت دلچسپ اور ہندوستان میں اس قسم کے کام کی واحد مثال ہیں، اسلئے کہ چند مابعد کے مرقعون کے سوا، جنکا ذکر آگے کیا جائیگا، ان مرقعون میں ہندی صنعت کی قدیم حالت اور وہ خالص ملکی خصوصیات نظر آتی ہیں جو ابتدائی مدارج طے کرنیسے قبل اس میں پائی جاتی تھیں۔ مناظر و واقعات تو انمیں بھی بالعموم رہی دکھائے گئے ہیں جو ہم ستوپہ کلان کے پھانکوں کی تصویروں میں دیکھ چکے ہیں لیکن ان کے طریق ساخت میں بہت سادگی اور خامی پائی جاتی ہی اور تصویروں میں خالص آرائشی خوبصورتی پیدا کرنے کا خیال زیادہ رکھا گیا ہی۔ ان مرقعون میں بدھ کی زندگی کے چار اہم واقعات یعنی اُسکی ولادت،

مہامرگلانہ اور شاري پُترا جن کے تبرکات ستريہ نمبر ۳ سے دستیاب ہوئے تھے ، کوتم بدھ کے چیلے اور رفيق تھے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ ستريہ بھی بدھ کے زمانے کا بنا ہوا ہی ۔ اسی طرح جن مبلغوں کے ” آثار “ ستريہ نمبر ۲ میں محفوظ تھے ان سب کا یا ان میں سے بعض کا شہنشاہ اشوک کے ہم عصر ہونے سے بھی یہ لازم نہیں آتا کہ یہ ستريہ عہد موريا ہی میں تعمیر ہوا تھا ۔ برخلاف ازیں ، چونکہ یہ ممکن نہیں کہ ان سب مبلغوں کی وفات ایک ہی وقت میں واقع ہوئی ہو اسلئے ضرور ہی کہ یہ ” تبرکات “ پہلے کسی اور جگہ دفن ہوئے ہوں اور بعد میں وہاں سے لاکر اس ستريے میں رکھ دئے گئے ہوں ۔ تبرکات کے مدفن کی یہ تبدیلی غالباً عہد شنکا میں ہوئی ہوگی کیونکہ بعض ایسی شہادتیں موجود ہیں جنکی بنا پر وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہی کہ یہ ستريہ اسی عہد میں تعمیر ہوا تھا (۱) ۔

(۱) جنرل کننگہم کی رائے ہی کہ اصل میں یہ ستريہ صرف کاشپ گوت اور وچھی سوي جیت کے ” آثار “ کی خاطر بنایا گیا تھا کیونکہ پتھر کی صندوقچي پر صرف انہي دونوں کے نام کندہ ہیں (” دي ہیسلہ ٹریس “ صفحہ ۲۶۱)

نہیں گذرے مثلاً ”اسپ سر ماہی دم انسان“ اور
 ”انسان چہرہ گھوڑے“ جنکی پشت پر عورتیں سوار
 ہیں۔ یہ فرضی تصویریں ہندی الاصل نہیں ہیں بلکہ
 انکا خیال مغربی ایشیا سے ہندوستان آیا تھا۔ نباتی
 نمونوں میں کدو، سانچی کے سنگتراشوں کا منظور نظر
 ہی۔ اسکے بعض نقش تو بالکل سادہ ہیں اور بعض
 نہایت پر تکلف اور پیچیدہ بنے ہوئے ہیں۔ پرندوں میں
 بالخصوص مور، راج ہنس، اور سارس نظر آتے ہیں۔ اور
 ان نشانات میں جو بودھ مذہب میں خصوصیت کے ساتھ
 متبرک سمجھے جاتے ہیں، پھدا، تری رتن یا ترشول،
 اور دھال یا ناگ کی علامات نظر آتی ہیں۔

طرز ساخت اور اصطلاحی خصوصیات کے لحاظ سے جو
 بات ان مرقعوں میں نہایت عجیب معلوم ہوتی ہی
 وہ یہ ہی کہ حیوانی اور انسانی تصویروں میں تو
 غیر معمولی بہدہن اور خامی پائی جاتی ہی مگر آرائشی
 کام نہایت زوردار اور اعلیٰ درجے کا ہی۔ ہندوستانی
 کاریگروں نے آرائشی کندہ کاری میں عموماً اور پھول پتی
 کے کام میں خصوصاً، ہمیشہ ذوق سلیم اور اعلیٰ درجے
 کی قابلیت کا ثبوت دیا ہی اور اس قابلیت کا بہترین

حصول معرفت ، وعظ اول ، اور وفات کے مناظر فوراً شناخت ہو سکتے ہیں کیونکہ یہاں بھی ان واقعات کو انہیں علامات سے ظاہر کیا ہی جو ہم مابعد کے (یعنی ستوبہ کلان کے) مرقعون میں دیکھ چکے ہیں ۔ پھر یکشنی یا محافظ پری کی آشنا صورت بھی یہاں موجود ہی ، کئی پہن والا ناگ بھی دکھائی دیتا ہی اور بے شمار حقیقی اور خیالی جانور بھی نظر آتے ہیں جن میں بعض کوتل ہیں اور بعض پر سوار بیٹھے ہیں ۔ یہ جانور ان جانوروں سے بہت مشابہ ہیں جو ستوبہ کلان کے پہاٹکون (۱) میں مربع تھرنیوں پر بنے ہوئے ہیں ۔ علامہ برین ہاتھی ، گھوڑے ، بیل ، ہرن ، پردار شیر ، گھڑیال ، سیمرغ اور بعض ایسے فرضی اور خیالی جانور بھی ان مرقعون میں بنے ہوئے ہیں جو پہلے ہماری نظر سے

(۱) بعض سرازوں کی تصویر میں رکابوں کے نسے بھی نظر آتے ہیں ۔ رکاب کے استعمال کی دنیا میں یہ سب سے پہلی مثال ہی اور تمام معلومہ مثالوں سے قریباً پانسر سال قدیم تر ہی ۔ ایران میں رکاب کا رواج ساسانی زمانے سے قبل نہیں ہوا ۔ پروفیسر گالز کی سند پر مسٹر سیوکنگ مجمع اطلاع دیتے ہیں کہ چین میں رکاب کا ذکر کتاب فن شہ میں آیا ہی جو پانچویں چھٹی صدی عیسوی کی تصنیف ہی ۔ یونان اور روم کے قدیم لٹریچر میں رکاب کا کہیں نام تک نظر نہیں آتا اور معلوم ہوتا ہی کہ یورپ میں غالباً عہد وسطی کے اوائل سے پہلے رکاب نہیں آئی ۔

کو قریباً ایک ہی سطح میں رکھا گیا ہی اور نس بات کی عملاً کوئی کوشش نہیں کی گئی کہ ان میں (عمق اور فاصلے کے اختلاف سے) تفارّت مکانی کی کیفیت دکھائی جائے۔ ہر تصویر ایک ابھروان سِلہت (Silhouette) یا خاکا سا ہی جسکی زمین کی سطح بالکل علیحدہ ہی اور پیکر سازی کا جو تھوڑا بہت ہنر کہیں نظر آتا ہی وہ خائے کی حدوں یا اندرونی جزئیات میں کسی قدر گولائی پیدا کرنے تک محدود ہی - تصویروں بھی چوڑی چپٹی اور کاراک سی ہیں اور (بھروٹ کے اکثر بتوں کی طرح) ابتدائی صنعت کی یقینی علامت یعنی صنّاع کی حد درجے کی خام توجہی، تصویروں کے پاروں کی بناوٹ میں نظر آتی ہی جن کی ساخت میں تشریحی تطابق کا خیال مطلق نہیں رکھا گیا یعنی پاروں کو کچھ پہرے ہوئے بنا کر انکا فراخ ترین پہلو دکھایا گیا ہی -

ابتدائی صنعت کی یہی صفات ان نصف دائروں کی مثبت کاری میں بھی نظر آتی ہیں جو پلیٹ ۱۳ پر سترن نشان (c) کے اوپر اور نیچے اور سترن نشان (d) کے زبوں حصے میں بنے ہوئے ہیں - لیکن ان سترنوں کے

اظہار جیسا کنول کی اُن تصویروں سے ہوتا ہے جو اس کٹہرے پر بنی ہوئی ہیں (اور جنکا ایک خوبصورت نمونہ پلیٹ ۱۳ - الف میں دکھایا گیا ہے) ، ریسہ اور کہیں نہیں پایا جاتا - برخلاف اسکے انسانی تصویر کے بنانے میں قدیم ہندی صنایع ایسے ہوشیار نغمے ، بلکہ ابھران تصویروں یا کامل مجسموں کی ساخت میں معمولی دسترس بھی انہیں اُسوقت تک حاصل نہیں ہوئی جب تک وہ یونانی صنعت کی تعلیم سے فیضیاب نہ ہوئے - اس فیضیابی کے بعد جو نمایاں ترقی ہندی سنگتراشی نے کی اسکا صحیح اندازہ اس کٹہرے کی ابتدائی سنگتراشی کا اُن چند تصویروں کے ساتھ مقابلہ کر نیسے ہوسکیگا جو بعد میں اسکے مشرقی دروازے پر کندہ کی گئیں - پرانی تصویروں کے دو نمونے پلیٹ نمبر ۱۳ (Plate XIII) پر اشکال a و d میں اور جدید مرقعوں کی دو مثالیں اُسی پلیٹ پر اشکال c و d میں دکھائی گئی ہیں - قدیم تصویروں میں عموماً آرائش بہت زیادہ ہے اور اگرچہ جس مقصد سے وہ بنائی گئی ہیں اُس کے لئے بہت مرزوں میں تاہم صنعتی نقطہ خیال کے وہ ایک حد تک ابتدائی حالت میں ہیں اور ان میں بہت سی خامیاں پائی جاتی ہیں مثلاً: — تمام تصویروں

ہند کے سنگتراشوں کے بنائے ہوئے ہیں جو یونانی صنعت اور خیالات سے متاثر ہو چکے تھے اور اس وقت، جبکہ ریشا کی مقامی صنعت ابھی ابتدائی مدارج ہی طے کر رہی تھی، ان کی صنعت نسبتاً کمال کے زینے تک پہنچ چکی تھی۔ اگر یہ درست ہی تو یہ قیاس کچھ بے جا نہ ہوگا کہ ان مرقعون اور قدیم تصویروں کے درمیان غالباً کچھ زیادہ وقفہ نہیں گذرا ہوگا۔

ستوپہ نمبر ۲ کے
قریب دیگر آثار

ستوپہ نمبر ۲ سے گوشہ شمال و شمال مغرب کی طرف اور پہاڑی کے مغربی پہلو پر ایک مستطیل سنگی چبوترہ بنا ہوا ہے۔ اس چبوترے پر قدیم زمانے میں ایک ستون استادہ تھا جس کے زاج کا شیر (۱) اور عمود کے چند شکستہ ٹکڑے چبوترے کے قریب ہی پڑے ہوئے منہ ہیں۔ عمود کا زبریں حصہ ہشت پہلو ہی اور بالائی حصہ شانزدہ پہلو۔ ہر پہلو کسی قدر مقعر ہے۔ ستون کی طرز ساخت سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دسویں صدی عیسوی کے قریب نصب کیا گیا تھا۔ چبوترے پر ایک چھوٹے سے سنگی کتھرے کی چند پٹریاں ملیں۔ اور

(۱) یہ شیر عجائب خانے میں ہے۔

بقیہ نقرش بالکل مختلف طرز کے ہیں - یہ اُن صناعتوں کے کمال کا نمونہ ہیں جو قدرت سے براہ راست اخذ کرتے تھے اور ”ذہنی تصویر“ کی بندشوں سے قریب قریب آزاد ہو چکے تھے - یہ نقش نرہی آرائش نہیں بلکہ تصویر معلوم ہوتے ہیں - پیکروں کی بنیاد علم تشریح الاعضاء ہی رز سے بالکل صحیح اور درست ہے - تصویروں کے انداز اور اُنکی ترتیب میں نسبتاً آزادی اور بے تکلفی پائی جاتی ہے - صناعت نے کیفیت مکانی دکھانے میں کافی مہارت حاصل کر لی ہے اور تصویروں میں باہم فریبی ربط اور یگانگی پیدا کرنے کی قصداً کوشش کی ہے -

یہ مابعد کے مرقعے کس وقت اس کٹھن پر کندہ کئے گئے اور اس وقت قدیم تصویروں کو بنے ہوئے کس قدر زمانہ گذر چکا تھا، یہ ایک ایسا سوال ہے کہ اس کا صحیح جواب دینا سردست ممکن نہیں - البتہ اتنا تو صاف ظاہر ہے کہ یونانی صنعت کا جتنا اثر ان مرقعوں میں پایا جاتا ہے اتنا سانچہ کے منقش پہاڑوں یا کٹھنوں کی سنگتراشی میں اور کہیں نظر نہیں آتا - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ یہ مرقعے غالباً شمال مغربی

ہی ایک ناگی کا چھوٹا سا مجسمہ ہی جو صرف تین فیت تین انچ بلند ہی - یہ درنون مجسمہ ایک ہی زمانے کے بنے ہوئے ہیں اور درنون کی طرز ساخت بھی یکساں ہی -

مذکورہ بالا مجسموں کے علاوہ اس پہاڑی پر دلچسپی کی ایک اور چیز گھوڑے کا رہ نامکمل مجسمہ ہی جو اس نواح میں دنگ کی گھوڑی کے نام سے مشہور ہی ، اور گاؤں سے جنوب مغرب کی طرف پہاڑی کے دامن اور بستی کے بیچ میں قائم ہی - اسکی ساخت کے زمانے کا تعین ذرا دشوار ہی مگر اغلب یہ ہی کہ عہد وسطی میں بنایا گیا ہوگا -

رہ درنون مستحکم بند ، جو سانچی کی پہاڑی کو ناگوری کی پہاڑی سے اور آخرالذکر کو مغربی پہاڑوں سے ملائے ہیں ، سنہ عیسوی کے اجراء سے قبل کے بنے ہوئے معلوم ہوئے ہیں - ان کا مقصد غالباً یہ تھا کہ پہاڑی کی دوسری جانب (پانی رک کر) ایک بہت بڑی جھیل بنائی جائے -

آخری یادگار وہ چار سنگی ستون ہیں جو ڈاک بنگلے سے قریباً سرگرم شمال مشرق کی طرف کھڑے ہیں - یہ ستون

آس سے ذرا شمال کی جانب کسی سترپے کی شکستہ
کرسی کے آثار پائے جاتے ہیں ۔

اب ، ختم کتاب سے پیشتر ، اُن چند دلچسپ قدیم
اشیاء کا مجمل حال بیان کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہی
جو سانچی کے قرب و جوار میں پائی جاتی ہیں ۔

سانچی کے نواح میں
دلچسپی کی اور اشیاء

سانچی کی پہاڑی کے جذبہ میں ایک اور چھوٹی
سی پہاڑی ہی جسکی چوٹی پر موضع ناگوری آباد
ہی ۔ اس پہاڑی کے دامن سے ذرا اوپر گاؤں کے شمال مغرب
میں کسی ناکا کا مجسمہ چٹان پر کھڑا ہی جو غالباً
کسی اور جگہ سے لایا گیا ہی ۔ نیچے کی کرسی شامل
کرے یہ مجسمہ سات فیت ایک انچ بلند ہی اور سفیدی
مائل بھورے رنگ کے پتھر سے بنا ہوا ہی ۔ اس کے بائیں
ہاتھ میں مراہی ، دائیں ہاتھ میں شاید نذر یا
کوئی اور چیز اور سر پر سات پہن ہیں ۔ طرز ساخت سے
ظاہر ہوتا ہی کہ یہ تیسری یا چوتھی صدی عیسوی
کی صنعت کی یادگار ہی ۔ اس مجسمہ کا ایک طرف
تو ستوپہ کلان کے پھانگن پر بلے ہوئے محافظ یکساڑوں سے
اور دوسری طرف عہد گپتا کی مابعد کی مورتوں سے
مقابلہ کرنا خاص دلچسپی رکھتا ہی ۔ ناکا کے قریب

ضمیمہ

بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات (۱)
 خصوصاً جہاننگ اُنکا تعلق سانچی کی
 تصاویر سے ہی

گوتہ بدھہ غالباً سذہ ۵۶۲ قبل مسیم میں نیپال
 قرائی کے قدیم شهر کپل رست ے قریب پیدا هوا اور
 بدھہ گیا میں پیپل کے درخت ے نیچے گیان یا معرفت
 حاصل کرنے کے بعد بدھہ بعنی ”عارف کامل“ کے رتبہ کو
 پہنچا۔ اس سے پہلے وہ بودھی ستوا (یعنی بدھہ بالقوہ)

(۱) کرن صاحب کی کتاب ”میزول آف بدھزم“ میں صفحات ۱۲
 تا ۳۶ پر بدھہ کی مختصر سوانح عمری نہایت پر لطف پیرایے میں
 بیان کی گئی هی۔ اور ہر قصے یا واقعے کی تصدیق میں
 قدیم کتابوں کے مفصل حوالے بھی دئے ہوئے ہیں۔ میں
 کرن صاحب کی کتاب سے، اور نیز اے۔ ایس۔ جیڈن کے
 بیش قیمت مضمون سے جو زیر عنوان ”بدھہ“ ہیسننگز صاحب
 کی ”انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن اینڈ ایٹھکس“ میں شائع هوا هی،
 دل کھل کر مدد لی هی۔

غالباً عہد وسطیٰ میں نصب کئے گئے تھے اور ان عورتوں کی
بادشاہین جو ستی ہو گئی تھیں - انپر کچھ منبت
کاری بھی ہی جس میں ذیل کے چار منظر دکھائے
گئے ہیں :-

(۱) میان بیڑی لنگ کی پوجا کر رہے ہیں -

(۲) خاوند پلنگ پر لیٹا ہی اور بیڑی اُسکے پاؤں
دبا رہی ہی -

(۳) خاوند میدان جنگ میں اپنے دشمن سے لڑ
رہا ہی -

(۴) چاند اور سورج - (ان سے غالباً یہ ظاہر کرنا
مقصود ہی کہ جب تک چاند اور سورج قائم
ہیں ، ستی ہونیوالی عورت کی محبت ،
وفاداری اور خدمت گذاری کی شہرت بھی
برقرار رہیگی)

ان میں جو ستون ڈاک بنگلے سے قریب تر واقع ہی
اُس پر ناگري رسم خط میں سنہ ۶۵ - ۱۲۶۴ م کا ایک
کتبہ کندہ ہی جسکے حروف ایسے فرسودہ ہو گئے
ہیں کہ پڑھ نہیں جاتے -

ختم شد
بفضلہ تعالیٰ

دنیا میں اُس کا ظہور کب اور کس جگہ ہو؟
 کس نسل اور خاندان سے اُسکا تعلق ہو؟ کرنسی عورت
 اُسکو حمل میں رکھے؟ اور کس رقت اُسکی والدہ کا
 انتقال ہو؟ - ان باتوں کا خیال کرتے ہوئے اُس نے دیکھا
 کہ ظہور کا مناسب رقت اب آپہنچا ہی اور تمام گذشتہ
 بدھوں کی طرح اُسکو بھی ملک جمبو دُریپ
 (= ہندوستان) کے صوبہ مَدھیا دیش (۱) میں کسی
 برہمن یا چھتری کے گھر پیدا ہونا چاہئے چنانچہ اُس نے
 فیصلہ کر لیا کہ کپل رست کے شاکیا قبیلے کا سردار راجہ
 شُدھو دُن، اُسکا باپ اور (شُدھو دُن کی رانی) مایا
 یا مہامایا اُسکی ماں بنے جو اُسکی پیدائش کے
 سات دن بعد انتقال کر جائے۔ پس یہ فیصلہ کر کے
 وہ تَشیتا سُرگ سے اُترا اور سُنہ کی حالت میں
 مایا رانی کے بطن میں داخل ہوا یعنی مایا نے
 خواب میں آئندہ بدھہ کو سفید ہاتھی کی شکل
 میں آسمان سے اترتے اور اپنی دائیں کوکھ میں داخل
 ہوتے ہوئے دیکھا (صفحہ ۱۳۷) - صبح کو رانی نے

تھا - علاوہ بودھی ستوا کے گوتہ بدھ حسب ذیل
القاب سے مشہور تھا :-

(۱) شاکیا مونی یعنی شاکیا قبیلے کا رشی

(۲) سدھارتھ - وہ شخص جس نے اپنا مقصد حاصل
کر لیا ہو -

(۳) تتھا گت - وہ شخص جس نے حقیقت کو
پالیا ہو (۱)

لیکن بدھ ہمیشہ اپنے آپ کو آخری لقب سے
یاد کیا کرتا یعنی تتھا گت کہتا تھا -

راجہ شدھوئن کے محل میں پیدا ہوئے سے پہلے
بودھی ستوا، تشیٹا سرگ میں ظاہر ہوا جہاں دیوتارن
نے اُس سے درخواست کی کہ وہ بنی نوع انسان کا
نجات دہندہ بن کر دنیا میں ظاہر ہو مگر اس
درخواست کو منظور کرنے سے پہلے بودھی ستوا کو
چند باتوں کا تصفیہ کرنا ضروری تھا، - وہ یہ کہ
(۱) یا وہ شخص جو اُسی طرح آیا جیسے اُسکے پیشرو آئے تھے -

بدھ کی زندگی کے مختصر حالات ۲۸۳

معاظ دیوتارن نے اسکو اپنے ہاتھوں میں لیا - بچے کے بدن پر چھوٹی نشانیں (انریجن انریجن) کے علاوہ بتیس بڑی نشانیاں (مہاریجن - مہاریجن) بھی تھیں جسے اُسکی آئندہ عظمت ظاہر ہو رہی تھی - پیدا ہوتے ہی لڑکا سیدھا کہڑا ہو گیا ، سب طرف رخ کیا اور سات قدم چل کر بولا کہ ” میں دنیا میں سب سے برتر ہوں “ -

ٹھیک جس وقت شہزادہ پیدا ہوا ، اُسی وقت اُسکی آئندہ بیوی یسودھرا ، یعنی اُسکے بیٹے راجا کی ماں ، اُسکا سائیس چھنڈا ، اُسکا گھوڑا کنتھک ، اُسکا ہم چولی کالد لین اور اُسکا عزیز ترین چیلہ آندہ بھی دنیا میں پیدا ہوئے -

بردھی سترا کی پیدائش پر تینتیس دیوتارن کی بہشت میں بڑا جشن منایا گیا - جب اُسیتا رشی کو اس اظہار شادمانی کا اصلی باعث معلوم ہوا تو اُس نے پیشین گوئی کی کہ ” یہ بچہ ضرور بدھ بنیگا “ - یہی پیشین گوئی ایک نرجوان برہمن کوندنیا نے بھی کی تھی اگرچہ دوسرے برہمن نجرمیرن کو شک تھا اور وہ کہتے تھے کہ یا تو یہ لڑکا

یہ عجیب و غریب خواب راجہ کے سامنے بیدار کیا جس نے اسی وقت برہمن نجومیوں کو بلوا کر جواب کی تعبیر دریافت کی - نجومیوں نے کہا کہ رانی حاملہ ہیں اور اُن کے بطن سے جو لڑکا پیدا ہوگا وہ با تو چکرارتی راجہ یعنی ہفت اقلیم کا بادشاہ بنیگا یا بدھ کا رتبہ حاصل کریگا -

ایام حمل میں چار آسمانی محافظ بودھی ستوا اور مایا رانی کی حفاظت کرتے رہے - آخر کار کپل رست کے قریب باغ لمبینی میں یہ بچہ پیدا ہوا (۱) - آسوتھ مایا ایک سال کے درخت کے نیچے کھڑی تھی جس کی ایک شاخ خود بخود نیچے جھک آئی تھی کہ مایا اسکو پکڑ کر سہارا لے سکے (صفحہ ۹۰) - پیدائش کے وقت راجہ اندر اور تمام بڑے بڑے دیوتا حاضر تھے - بچہ مان کے دائیں پہلو سے برآمد ہوا اور چار اطراف عالم کے

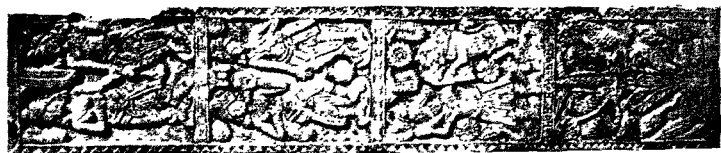
(۱) اس باغ کی جائے وقوع کا تعین سنہ ۱۸۹۵ء میں آشوک کی ایک لائٹ کے دریافت ہونے سے ہوا - اس لائٹ پر ایک کتبہ کندہ ہے جس میں لکھا ہے کہ راجہ آشوک نے یہ لائٹ اُس مقام پر نصب کروائی تھی جہاں گوتم بدھ پیدا ہوا تھا -



(a)



(b)



(c)



(d)

STUPA 2: RELIEFS ON THE GROUND BALUSTRADE.

تمام دنیا کا بادشاہ بنیگا یا بدھ۔ خود راجہ کی خواہش تھی کہ بدھ ہونے کی بجائے اُسکا بیٹا ساری دنیا کا بادشاہ بنے۔ چنانچہ اُس نے نجرمیرن سے دریافت کیا کہ کیا چیز شہزادے کو ترک دنیا پر آمادہ کرے گی۔ نجرمیرن نے جواب دیا کہ کسی بوڑھے، بیمار، مردے، انسان اور تارک الدنیا فقیر کو دیکھنا۔ اُس وقت سے راجہ شدھرن نے اس بات کی بڑی احتیاط کی کہ ان چاروں میں سے کوئی بھی شہزادے کی آنکھوں کے سامنے نہ آنے پائے اور اُسکو دنیا اور دنیا کی لذتوں کی طرف مائل و راغب کرنے کی مقدور بھر کوشش کی۔

اہل بدھ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ بدھ کی صغرنی میں ایک دن راجہ شدھرن ”قلبہ رانی“ کے تہوار میں شہر سے باہر گیا اور شہزادے کو بھی اپنے ساتھ لیتا گیا جسکو اُس نے ایک جامن کے درخت کے نیچے پلنگ پر لٹادیا۔ جب شہزادے کی آنکھیں وغیرہ ادھر ادھر ہو گئیں تو وہ اٹھ کر چار زانو ہو بیٹھا اور دھیان میں محو ہو گیا۔ یہ گوتم کا پہلا دھیان تھا۔ لکھا ہے کہ جب تک شہزادہ اس دھیان میں محو رہا درخت کا

۲۸۹ بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات

سایہ (خلافِ عادت) اُس جگہ سے نہیں کھسکا اور اُسی طرح اُس کے اوپر قائم رہا (صفحہ ۱۳۱) -

اُن آئے دن کی خانہ جنگیوں کا خاتمہ کرنیکی غرض سے، جو کولیا اور شاکیا قبائل میں زمانہ دراز سے چلی آتی تھیں، سدھارتھ کی شادی، سولہ سال کی عمر میں، کولیا خاندان کے راجہ سپرا بدھا کی بیٹی یشودھرا سے کی گئی۔ رایترن میں مذکور ہی کہ سدھارتھ نہایت طاقتور نوجوان تھا، تیر اندازی میں اپنا ثانی نہیں رکھتا تھا اور ہر فن میں ماہر تھا۔

راجہ شدھوڈن کو رہ پھشین گوتی یاد تھی جو شہزادے کے مستقبل کے متعلق کی گئی تھی۔ اُس نے شہزادے کیلئے ہر طرح کے عیش و عشرت اور آرام و آسائش کے سامان بہم پہنچانے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا اور برابر کوشش کرتا رہا کہ وہ چار منظر کبھی اُس کے سامنے نہ آئیں جنکو دیکھ کر شہزادہ راہبانہ زندگی اختیار کر نیوالا تھا۔ لیکن (شدنی بات ہو کر رہتی ہی)، بارہا ایسا اتفاق ہوا کہ جب

اور بیٹے (راہول) کو سوتا چھوڑ کر چپ چاپ محل سے نکل گیا - اسوقت سدھارتہ کی عمر ۲۹ سال کی تھی اور یہ واقعہ مہا بہنشکرمن (” - ترک دنیا “) کے نام سے مشہور ہی (دیکھو صفحہ ۱۲۹) -

محل سے نکل کر سدھارتہ اپنے گھوڑے کنٹھک پر سوار ہوا اور راتوں رات کپل رست سے نکل گیا - اس سفر میں چند دیوتا بودھی سترا کے ساتھ تھے جنہوں نے گھوڑے کو ہنہانے سے باز رکھا اور اُسکے سُم زمین سے اڑ پر اپنی ہتھیلیوں پر اُٹھائے رکھے کہ شہر کے باشندے اُن آوازوں کو سنکر بیدار نہ ہو جائیں - علاوہ برہمن اُسکے ساتھ مارا یعنی شیطان بھی تھا جو ” تمام دنیا کی بادشاہت “ کے وعدے کر کے گوتم کو اُسکے ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا دریاے انوما کے پار جا کر گوتم نے اپنے زیورات اپنے وفادار سالیس کے حوالے کئے - اُسکے بعد تلوار کی ایک ہی ضرب سے سر کے بال کاٹ کر پگڑی سمیت اڑ پر آسمان کی طرف پھینک دئے اور کہا کہ اگر بدھہ ہونا میرے نصیب میں ہی تو یہ بال اڑ پر ہی رہیں ورنہ

شہزادہ گازی میں سوار ہو کر محل کے باغات کی سیر کرنے جاتا تو دیوتا ایسا انتظام کرتے کہ کسی پرزے یا بیمار یا لاش کا (خیالی) منظر اُسکے سامنے آ موجود ہوتا۔ ان مناظر سے نوجوان سدھارتھ بہت متاثر ہوا۔ اُس نے انکا مطلب دریافت کیا اور جب اُسکو بڑھاپے، بیماری اور موت کی حقیقت معلوم ہوئی تو متفکر رہنے لگا۔ کچھ دنوں کے بعد چوتھا نظارہ یعنی ایک تارک الدنیا فقیر دکھائی دیا۔ اس فقیر کی مقدس صورت نے اُسکے دلپر اور بھی گہرا اثر کیا اور اُسکو یقین ہو گیا کہ دنیاری علائق کو ترک کر دینے سے وہ بھی اُن آفتوں اور مصیبتوں پر غالب آسکتا ہی جنکا مشاہدہ وہ پہلے کرچکا تھا۔ اُس نے گھر بار چھوڑ کر تنہائی اور گیان دھیان میں عمر بسر کرنے کا تہیہ کر لیا۔ اتفاقاً اُنہی ایام میں شہزادے نے محل کی خراصوں اور خد متگار عورتوں کو جو خواب غفلت میں مدھوش پڑی سو رہی تھیں، ایسی نازیبہ حالت میں دیکھا کہ اُسکی طبیعت (عورتوں کی طرف سے) بالکل متغیر ہو گئی۔ اس واقعہ نے اُسکے ارادے کو اور بھی مستقل کر دیا اور آخر کار ایک شب وہ اپنی بیوی

گیا - متواتر چھ سال تک بودھی سترا یہ ریاضتیں کرتا رہا مگر انجام کار اُسکو یقین ہو گیا کہ نور معرفت صرف لاغری سے حاصل نہیں ہو سکتا ، - چنانچہ اُس نے دوبارہ اپنا رھی پرانا طریقہ اختیار کیا اور بہکشورون (= دریوزہ گزرن) کی زندگی بسر کرنے لگا - اس تبدیلی سے اُس کے پانچون ہمراہی اُس سے منحرف ہو گئے اور اُسکو چھوڑ کر بنارس کے قریب مرغزار آہر میں چلے گئے -

ایک دن بودھی سترا پھرتا پھرتا (صبح کے وقت)

دریائے نیرنچنا کے کنارے جا نکلا - یہاں ایک دیہاتی لڑکی سُجاتا نے اُسکو کھانا لاکر دیا (۱) (دیکھو صفحہ ۱۱۸) کھانا کھانے کے بعد گوتم نے اُس سونپکی تھالی کو جس میں سُجاتا کھانا لائی تھی دریا میں پھینک دیا اور کہا کہ اگر میں آج بدھہ ہونے والا ہوں تو یہ تھالی اُلٹی یعنی دھارے کے مخالف بہہ ورنہ بہاؤ کے رخ چلی جائے - (خدا کی شان کہ) تھالی اوپر کو چڑھنے لگی اور ناگ راجہ کالہ کے محل کے قریب جا کر غرق ہو گئی -

(۱) دراصل سُجاتا یہ کھانا اُس درخت پر چڑھانے کے لئے لائی تھی جس کے نیچے گوتم اسوقت بیٹھا تھا - سُجاتا نے گوتم کو درخت کا دیوتا سمجھ کر کھانا اُس کے سامنے رکھ دیا (ملاحظہ)

نیچے زمین پر گر جائیں - بال اوپر ہی چڑھتے چلے گئے
اور آخر دیوتا انہیں ایک سونے کے طشت میں رکھ کر
تُریش ترنسا بہشت میں لیگئے اور وہاں انکی پرستش
کرنے لگے (دیکھو صفحات ۱۰۹ - ۱۱۰) -

اسکے بعد بودھی ستوا نے اپنا شاہانہ لباس گھٹی کار
نام ایک فرشتے سے تبدیل کیا جو اُسکے سامنے شکاری کے
بھیس میں ظاہر ہوا تھا اور سائیس کو گھوڑا دیکر
کپل رست کو واپس کیا (۱) اور اُسکو حکم دیا کہ
کپل رست پہنچکر اعلان کر دے کہ شہزادہ تارک الدنیا
ہو گیا - اسکے بعد وہ تن تنہا ، پاپیادہ ، راجگیر کی طرف
رزانہ ہوا - یہاں راجہ بمبی سارا والدے راجگیر نے شہر سے
باہر نکلکر بودھی ستوا سے ملاقات کی اور اپنا تاج و تخت
پیش کیا - بودھی ستوا نے تخت قبول کر نیسے
انکار کیا اور بدھ ہونے کے بعد دوبارہ اُسکے ملک میں
آنے کا وعدہ کیا - یہاں سے بودھی ستوا شہر گیا کے
نزدیک موضع آرولوا (پالی - آرولا) میں پہنچا اور
وہاں پہنچکر ایسی سخت ریاضتیں شروع کیں کہ چند
ہی روز میں اُسکا جسم لاغری کے انتہائی درجے کو پہنچ
(۱) بعض روایات کے مطابق گھوڑے نے گونم سے رخصت
ہونے ہی میں دیدیا -

بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات ۲۹۱

نہایت استقلال کے ساتھ جما ہوا بیٹھا رہا ۔
 اُس نے نہ تو اُن تیز و تند آندھیرن کی پُراہ کی جو مارا
 کے حکم سے چلنے لگی تھیں ، نہ اُن بڑے بڑے پتھروں
 اور ہتھیاروں سے ڈرا اور نہ جلتی ہوئی بھول اور انگاروں سے
 خوفزدہ ہوا جنکی بوچھاڑ اُس پر کی گئی ۔ یہ پتھر اور
 انگارے وغیرہ اُس تک پہنچنے سے پہلے ہی بھول بھجائے تھے
 اور چونکہ گوتم کو اپنی فتح کا کامل یقین تھا (جو
 ہمیشہ جلد اُسکو حاصل ہونے والی تھی) اُس نے زمین سے
 کہا کہ اِسکی تصدیق کرو کہ مجھکو اس جگہ بیٹھنے کا
 حق حاصل ہے ۔ اُس پر زمین کی دیوی پرتھوی نے
 ایسی مہیب آواز میں تصدیق کی کہ شیطانی فوج کے
 دل دھل گئے اور وہ نہایت سراسیمگی کی حالت میں
 فرار ہو گئی (دیکھو صفحات ۱۴۷-۱۴۸) - اُنکے بھاگتے ہی
 دیوتا یہ شور مچاتے ہوئے آ موجود ہوئے کہ ” شیطان
 مغلوب اور سدھارتھ غالب ہوا “ - اور تہذیبی دیر کے
 بعد ناگ اور اور جانور بھی گوتم کی فتح کے ترانے گاتے
 ہوئے آہنچے ۔

بدھمی ستوا نے اپنے دشمن (شیطان) پر عروب

اُسی دن شام کو گوتہ، بودہ گیا کے اُس پیدل کے پاس پہنچا جسکی قسمت میں اُسدن کے بعد سے بودہی درخت (یعنی شجر معرفت) منظر ہونا لکھا تھا (دیکھو صفحات ۹۲، ۱۱۸ وغیرہ) - رستے میں اُسکو سوسنگ (سوتھیا) نامی ایک گھسیارا ملا جس سے اُس نے آٹھ مٹھی گھاس لی اور پیدل کے نیچے کھڑے ہو کر چاروں طرف نظر دوڑائی اور پورب طرف گھاس کو بچھا دیا - پھر اُس گھاس پر بیٹھ کر گوتہ نے کہا کہ خواہ میری جلد، میری رگیں اور پتھے اور میری ہڈیاں ایک ایک کر کے گل جائیں، خواہ میرے جسم کا خون بھی خشک ہو جائے مگر میں اس جگہ سے اُسوقت تک نہ اٹھوں گا جب تک کہ مجھے کامل معرفت حاصل نہ ہو جائے -

اب شیطان کے حملے اور ترغیبات شروع ہوئیں جسنے بودہی ستوا کو اپنے مقصود کی تکمیل سے باز رکھنے کے لئے ہر ممکن ترغیب و تشدد سے کام لیا (دیکھو صفحات ۱۱۸، ۱۴۷ وغیرہ) - مارا کی شیطانی فوج کے یہ حملے ایسے خوفناک تھے کہ وہ دیرتا بھی جو بودہی ستوا کی خدمت کے لئے آئے ہوئے تھے دھشت زدہ ہو کر بھاگ گئے - صرف تھاکس (یعنی گوتہ) ثابت قدم اور اپنی جگہ پر

کی (۱) - اسکے بعد بدھہ کچھ دن تک مچلندا درخت کے نیچے بیٹھا رہا جہاں ناگ راجہ مچلندا نے بدھہ کے اوپر اپنا پہن پھیلا کر بارش سے اُسکی حفاظت کی (دیکھو صفحات ۱۳۲ - ۱۳۳) - اس طویل روزے کا آخری حصہ راجایتن کے درخت کے نیچے (دیکھو صفحہ ۱۵۱) بسر ہوا جہاں روزے کے آخری دن گپوسا ان بھلوکا نامی در سوداگروں نے جو کی روٹی اور شہد بدھہ کی خدمت میں پیش کیا -

اس نذر کو لینے کے لئے بدھہ کے پاس اُسوقت کوئی برتن نہ تھا - چنانچہ چار اطراف عالم کے محافظ دیوتا اُسکے پاس پتھر کے چار پیالے لیکر حاضر ہوئے - تنہاگت کے حکم سے ان چاروں پیالوں کا ملکر ایک پیالہ بن گیا اور اس نئے کراہٹی پیالے میں بدھہ نے کھانا لیکر کھایا - سوداگروں نے اپنی عقیدتمندی کا اظہار کر کے درخواست کی کہ بدھہ اُنکے اپنے پیروں میں داخل کر لے - اُنکی درخواست منظور کی گئی اور وہ بدھہ کے سب سے پہلے آبا سکہ (- دنیا دار) چیلے بنے -

(۱) تبتی روایت کے مطابق مارا کی بیٹیوں نے بودھی درخت کے نیچے اُسی وقت بدھہ کو بھگائے کی کوشش کی تھی جب مارا کی شیطانی فوج نے بدھہ پر حملہ کیا تھا - معلوم ہوا ہے کہ سانچی کے سنگتراش اسی تبتی روایت کو معتبر مانتے تھے (دیکھو صفحہ ۱۱۸)

آفتاب کے وقت (۱) فتم پائی اور اسی رات وہ بدھ یعنی "عارف کامل" ہو گیا۔ رات کے پہلے حصے میں اُسکو اپنی گزشتہ پیدائشوں کا علم ہوا۔ دوسرے حصے میں ہستی کے تمام موجودہ شعبوں کے حالات منکشف ہوئے۔ تیسرے حصے میں سلسلہ علت و معلول کی حقیقت سے آگاہی ہوئی اور پو پھٹنے کے قریب وہ ہر چیز (کی ماہیت) سے کامل طور پر واقف ہو گیا۔

معرفت حاصل کرنے کے بعد بدھ نے اُنچاس دن تک روزہ رکھا۔ اس طویل زمانے میں اُس نے مطلقاً کوئی غذا نہیں کھائی اور صرف اسی کھانے پر زندہ رہا جو سچاٹا نے اُسکو حصول معرفت سے قبل کھلایا تھا۔ یہ سات ہفتے بدھ نے اس طرح صرف کئے کہ پہلے ترہ شجر معرفت کے نیچے یا اُس کے قریب بیٹھ کر اپنی آزادی (۲) پر دل ہی دل میں خوش ہوتا رہا اور کتاب ابھی دھرم پٹک شروع سے آخر تک ختم کی۔ اسکے بعد چند روز چرواہے کے برگد کے نیچے گزارے جہاں مارا کی تین بیٹیوں، خواہش، طمع اور شہوت نے اُسکو بہکانے کی کوشش

(۱) بعض کتابوں میں "طلوع آفتاب کے وقت" لکھا ہے۔

(۲) یعنی تلاش کے جنجال سے اُسکو اب بدھ ہونیک بعد

آزادی ہوئی (محرّم)۔

اس وعظ میں بدھہ نے سامعین کو انراط و تفریط سے بچنے کی نصیحت کی اور کہا کہ نہ تو دنیاوی عیش و آرام اور لہو و لعب میں ہمہ تن منہمک ہو اور نہ سخت ریاضتوں سے اپنے آپ کو ناعق مشقت میں ڈالو بلکہ میانہ روی اختیار کرو کہ اسی طریقہ سے معرفت اور نجات حاصل ہوسکتی ہے۔ اس طریق کی آسنے آٹھ شاخیں بتائیں: — سچے خیالات، سچی آرزو، راستگوئی، راست روی، سچی زندگی، سچی کوشش، سچی آگاہی، اور سچا دھیان۔ اسکے علاوہ آسنے چار اور حقیقتوں کی بھی تصریح کی یعنی یہ کہ غم کیا چیز ہے؟ غم کا وجود کیونکر ہوتا ہے؟ رفع غم کیا ہے؟ اور وہ کونسا طریق عمل ہے جو غم سے (ہمیشہ کیلئے) بچا سکتا ہے؟

ان باتوں کے علاوہ بدھہ نے اپنے چند اور خیالات کی بھی تصریح کی اور آخر کار وہ اُن پانچوں جوگیوں کو اپنا ہم خیال اور پیرو بنانے میں کامیاب ہوا۔ یہ جوگی جنہوں نے اس نئی تعلیم کا ”اجازہ“ پایا، بدھ مذہب کی جماعت (شنگھا) کے اول اول راہب بنے۔

اسوقت بدھہ کی عمر ۳۵ سال کی تھی اور آسنے

راجايتن درخت ۽ نيچي ۾ اُٿڪر بدھ ٻيهر چرواھ ۽ برگد ، کي طرف آيا اور اسڪي نيچي بيٺڪر غور ڪرڻ لگا ڪه جن دقيق اور غامض حقائق کي ته ڪو ره اسقدر محنت اور غور ر خوض ۽ بعد پهنچا هي اُنڪي عام اشاعت اور تبليغ کي ڪوشش ڪهين محض تضييع اوقات اور سعي لاحاصل تر نهوگي ؟ - بدھ ڪو اس حالت ميڻ ڏيکھ ڪر ٻرھما اور دوسري ديوتا اور فرشته اُسڪي خدمت ميڻ حاضر هون اور اسڪي محبت اور همدردي انساني ڪا واسطه ڏيکار اُس ۾ عرض ڪيا ڪه ره لوگون ڪو نجات ڪا رسته ضرور ڏيکائڻ ورنه تمام نسل انساني گمراه رتياه هوجائينگي (ڏيکھو صفحات ۱۵۳ - ۱۵۴) - بدھ ۽ ديوتارن کي اِس درخواست ڪو مان ليا اور سرچڻ لگا ڪه سب ۾ پيل کس ڪو اچي نئي مذهب کي تلقين ڪري - بالاخر اُس ۽ فيصله ڪيا ڪه اُسڪو اُن پانچ جوگيون کي تلاش ڪرڻي چاهيئي جو حصول معرفت ۾ قبل اُسڪي رفيق تيه - چنانچه ره بنارس کي مرغزار آهو (اِسي پٿڻ) کي جانب روانه هوا ، وٽن پهنچڪر اُن جوگيون ۾ ملا ، اور اُنڪي سامهه اپنا ٻهلا رخط بيان ڪيا يعني بامطلاح پيروان بدھ ” مذهبي قانون ۽ پيٽ ڪو چڪر ڏيا “ (ڏيکھو صفحات ۹۳ - وغيره)

بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات ۲۹۷
 ”اثر“ سانچی میں سترہ نمبر ۳ کے اندر سے برآمد
 ہوئے ہیں (دیکھو صفحات ۱۷۰ - ۱۷۱)

اب بدھہ نے شاہی درباروں میں آمد و رفت شروع
 کی۔ یہاں اسکا نہایت گرمجوشی سے خیر مقدم ہوا اور
 سانچی میں چند مرقعے ایسے موجود ہیں جنمیں
 پراسنجیت رائے کوشلہ اور بھبی سارا اور اسکا جانشین
 اجاسترو رالیان مکدھ اپنے شاہی حشم و خدمت کے ساتھ
 بدھہ کی ملاقات کو جاتے ہوئے دکھائے گئے ہیں
 (صفحات ۱۲۶ - ۱۲۸ - ۱۴۰)۔

بدھہ کی ذاتی سکونت کیلئے یا راہبوں کی برادری
 (شگھا) کے استعمال کے واسطے جسکا وہ بانی اور سردار
 تھا، بہت سے باغ، چمن اور خانقاہیں بھی بطور نذر
 وقف کر دی گئی تھیں۔ انمیں سے بعض عطیہ بہت
 مشہور ہیں مثلاً شراستی کا جیتارن باغ (اور خانقاہ)
 جسکو ایک شخص اناتھ پنڈک نامی نے اتنی طلائی
 اشرفیوں کے عوض خرید کر بدھہ کی نذر کیا تھا جتنی
 باغ کی سطح کو دھانپ سکتی تھیں (دیکھو
 صفحہ ۱۲۶)۔ دیشالی کا آمرن کا باغ جو امر پالی نام

اپنی عمر کے بقیہ ۴۵ سال مکدہ دیس میں جا بجا سفر کرنے اور اپنے پیروں کی تعداد بڑھانے میں صرف کئے۔ برسات کے دن وہ عموماً اُن باغوں یا خانقاہوں میں بسر کرتا جو وقتاً فوقتاً اُسکو نذر دی گئی تھیں، برسات کے ختم ہوتے ہی وہ اور اُسکے چیلے ملک میں پھیل جاتے، جا بجا دورہ کرتے، اور لوگوں کو اس پاکیزہ اور اعلیٰ طریق زندگی کی تلقین کیا کرتے۔

آرلوا کے تین جڈیلے آتش پرست سنیا سی، جو کاشپ برادران کے نام سے مشہور ہیں، بدھ کے ارلین پیروں کی فہرست میں شامل ہیں۔ انکو اپنا ہم خیال بنانے کیلئے تنہا گت کو بہت سی کرامتیں دکھائی پڑیں، مثلاً پانی پر چلنا، آتشیں مندر میں اڑھ کو مغلوب کرنا، وغیرہ وغیرہ۔ ان کرامتوں کے دلکش مناظر (سانجھی کے) مشرقی بھاگل کے بعض مرقعوں میں دکھائے گئے ہیں (دیکھو صفحات ۱۳۹ تا ۱۴۴)۔

تھوڑے دنوں کے بعد راجگیر کے در مشہور شخص بدھ کے پیروں میں داخل ہوئے جو جلد ہی بدھ کے بہترین چیلے شمار ہونے لگے۔ یہ ساری پترا اور مرگلانہ تیر جنم

بدھہ کے سامنے آیا تو نہایت عاجزی سے اُسکے قدموں پر گر پڑا۔ راجگیر ہی کے ایک پہاڑ پر غار اندر شال میں اندر دیوتا نے بدھہ کی زیارت کی جبکہ وہ دھیان میں مصروف تھا (دیکھو صفحہ ۱۲۷) - مکدھ دیش کا راجہ بمبی سارا جسکا پایہ تخت راجگیر تھا بدھہ کا معتقد اور زبردست حامی تھا۔ اُسکا بیٹا اجاستھر، جو اپنے باپ کو قتل کر کے تخت پر بیٹھا، اول اول بدھہ کا مخالف اور دیوت کا طرفدار رہا، مگر بعد میں وہ بھی بدھہ کا پیرو ہو گیا۔

حصول معرفت کے دوسرے سال بدھہ، اپنے باپ راجہ سدھردن کے اشتیاق و اصرار پر، اپنے وطن کپل رست کو گیا اور اپنی عادت کے مطابق شہر کے باہر ایک باغ میں فروکش ہوا۔ یہاں راجہ سدھردن اور شاکیا خاندان کے شہزادے اُس سے ملاقات کرنے آئے۔ باپ بیٹے کے روبرو ہونے پر یہ سوال درپیش ہوا کہ بیٹا باپ کو پہلے سلام کرے یا باپ بیٹے کو۔ اس سوال کو بدھہ نے اپنی کرامت سے اس طرح حل کیا کہ وہ ہوا میں معلق ہو گیا اور ٹہل ٹہل کر اپنے مذہب کا

طوائف نے بدھہ کی خدمت میں پیش کیا تھا - اور راجگیر کی بانسبازی جو خونِ راجہ بمبئی سارا نے بدھہ کو اسوقت دی تھی جب وہ معرفت حاصل کرنے کے بعد پہلے پہل راجگیر میں آیا (دیکھو صفحہ ۱۲۸) - اس بانس بازی کو بعد میں بدھہ نے اپنا پسندیدہ مسکن بنایا اور جو زمانہ بدھہ نے اس میں یا اسکے قرب و جوار میں گزارا اُس زمانے کے بہت سے واقعات اہل بدھہ کی کتابوں میں مذکور ہیں مثلاً یہ راجگیر ہی کا واقعہ ہی کہ بدھہ کے بد باطن رشتہ دار دیودت نے تین مرتبہ بدھہ کی جان لینے کی کوشش کی - پہلے تو اُس نے چند اجرتی قاتلوں کے ذریعے سے بدھہ کو قتل کرانا چاہا - پھر ایک بڑی بھاری چٹان اُسکی طرف لڑھکا دی اور آخر کار ایک دیوانہ ہاتھی اُسپر چھڑا دیا - آخرالذکر واقعہ سانچي کی ایک مورت میں دکھایا گیا ہے جو عہد وسطی کی بنی ہوئی ہے (دیکھو صفحہ ۱۶۳ - فٹ نرت نمبر ۱) یہ بیان کرنے کی ضرورت ہی نہیں کہ دیودت کو ہر کوشش میں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا - قاتلوں پر بدھہ کا رعب غالب آ گیا اور وہ خوفزدہ ہو کر بھاگ گئے ، لڑھکتی ہوئی چٹان رستے ہی میں رک گئی اور ہاتھی جب

بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات ۳۰۱

دکھائی (صفحہ ۱۲۵) یعنی آسمان پر مشرق سے مغرب تک
 آسمان ایک وسیع سڑک بنائی اور آپ آس سڑک پر جا پہنچا۔
 آسمان کے اوپر کے دھڑ سے پانی کی ندیاں بہنے لگیں اور نیچے
 کے دھڑ سے آگ کے شعلے نکلنے لگے۔ آسکا تمام بدن
 نور کا پتلا بن گیا اور سنہری روشنی کی شعاعوں سے
 عالم بقعہ نور ہو گیا۔ اس حالت میں آسمان خلقت کے
 آس ہجوم کو جو نیچے جمع ہو گیا تھا مخاطب کیا
 اور انہیں حقیقت اور حصول معرفت کا رستہ بتایا۔
 اس کرامت کے بعد بدھہ اپنے پیروں کی نظروں سے
 غائب ہو کر ۳۳ دیوتاروں کے بہشت میں گیا کہ اپنی مان
 اور دیگر دیوتاروں کو ابھی دھرم کی تلقین کرے
 اور کامل تین ماہ آس بہشت میں رہنے کے بعد
 ایک زمرہ کی سیڑھی سے، جو سکرا نے بنوائی تھی
 زمین پر اترا۔ اسوقت برہما اور اندر آسمان جلو میں تھے۔
 برہما دائیں جانب ایک طلائی زینے سے اتر رہا تھا اور
 اندر بالین جانب بلورین زینے سے (دیکھو صفحہ ۱۲۰)۔
 بدھہ کا مقام نزول سنکشیہ یا سنکسہ کے نام سے
 مشہور ہے۔

بدھہ کی وفات اسی (۸۰) سال کی عمر میں

عظ کہنے لگا (دیکھو صفحات ۱۲۲ و ۱۳۶) - یہ دیکھ کر
 راجہ نے بدھ کے سامنے قنڈرت کی اور برگد کے درختوں کا
 باغ اُسکی نذر کیا - اسکے بعد شاکیا قبیلے کے بہت سے
 آدمی بدھ کے مذہب میں داخل ہوئے جن میں
 آند (جو بعد میں اُسکا عزیز ترین چیلہ بنا) ، اَنُردھہ ،
 بہدیا ، بھگرو ، کمیل اور بدھ کا بد باطن رشتہ دار دیردت
 بہت مشہور ہیں - آخر الذکر یعنی دیردت بعد میں
 بدھ مہب کا یہودا ثابت ہوا -

ذیل کے چہ تیرتھک ، جو ملحدانہ فرقوں کے سرگروہ
 تھے ، بدھ کے سخت ترین مخالفین میں شمار کئے
 جاتے ہیں :- پورن کسپ ، متھلی گوسال ،
 اجیت کیس کملن ، پکدہ کچھاین ، نگتھ نات پُست
 اور سنجے بلیٹھی پُست - انمیں آخر الذکر شاری پترا
 اور موگلانا کا استاد بھی رہ چکا تھا - یہ ملحد اسوقت
 راجہ پراسنجیت کے دربار میں رہتے تھے چنانچہ انکو
 نیچا دکھانے کیلئے بدھ شراستی پہنچا اور گذشتہ
 بدھوں کی رسم کے مطابق اپنی سب سے بڑی کرامت

ادھر آنکلا - بدھہ نے سُبھدر کو فوراً اپنے پاس بلوایا اور اُسکو اپنے مذہب کے اصول سے آگاہ کیا - چنانچہ سُبھدر اُسکا پیرو ہرگیا اور یہ آخری شخص تھا جو بدھہ کی زندگی میں اُسکے مذہب میں داخل ہوا - مرنے سے ذرا پہلے بدھہ نے تمام حاضرین کو مخاطب کر کے پوچھا کہ اُسکے بھائیوں (یعنی راہبوں) میں کوئی ایسا شخص ہی جسکو اُسکے بدھہ ہونے میں یا اُسکے دھرم اور جماعت رُہبان ے متعلق کچھ شک ہو؟ اور جب اُسنے دیکھا کہ کسی کو کوئی شک و شبہ نہیں ہی تو یہ کہتے ہوئے اُنسے رخصت ہوا کہ ” ہر مرکب چیز کے لئے زوال لازمی ہی - پس نجات حاصل کرنے کے لئے دل رُجان سے کرشن کر“ -

بدھہ ے مرتے ہی زمین میں بھونچال آئے اور آسمان پر بادل کی خوفناک گرج سنائی دی - اس واقعہ کی خبر شہر کُوسی نگر میں بھیجی گئی - وہاں ے ملا اُسی وقت سال کے باغ میں آ پہنچے اور متواتر چھ دن تک جلوس اور باجے ے ساتھ بدھہ کی لاش کی تعظیم و تکریم کا اظہار کرتے رہے (دیکھو صفحہ ۱۳۶) - ساتویں دن قبیلے ے آٹھ سردار لاش کو اٹھا کر شہر ے

واقع ہوئی (۱) اُسکی موت کا قصہ اسطرح بیان کیا جاتا
 ہی کہ پارا ے ایک تھتھیرے چُندا نامی نے بدھ کے
 دعوت کی۔ ضیافت کے سامان میں خنزیر کا خشک
 گوشت بھی تھا جو بدھ کو ایسا پسند آیا کہ وہ اعتدال سے
 زیادہ کھا گیا اور بیمار ہو گیا۔ بدھ اُسوقت کُوسی نگر
 (= کُسیا) جا رہا تھا۔ اُس نے محسوس کیا کہ اُسکا
 آخری وقت آ پہنچا۔ چنانچہ اُس نے شہر کے نزدیک
 ایک باغیچے میں سال کے دو درختوں کے بیچ میں
 اپنی چارپائی بچھرائی اور شمال کی طرف سر کر کے
 اُسپر دائیں کروت، شیر کی طرح ایک ٹانگ پر دوسری
 ٹانگ رکھ کر، لیٹ گیا (دیکھو صفحات ۹۴ و ۱۴۶)۔
 اُس کی زندگی کے آخری لمحے اپنے عزیز چیلے آند
 اور دیگر راہبوں کو نصیحت اور ہدایت کرنے میں
 صرف ہوئے اور اُس نے انہیں تاکید کی کہ اُس کے بعد
 جماعت رہبان کے قواعد و ضوابط کی پابندی اور پیروی
 نہایت دیانتداری سے کرتے رہیں۔
 اُسوقت سُبھدر نامی ایک ملحد سیاح پھرتا پھراتا

(۱) انٹرنیٹ کے حساب سے بدھ کی وفات کی تاریخ ۱۳
 اکتوبر سنہ ۴۸۳ قبل مسیح ہے۔

بدھہ کی زندگی کے مختصر حالات ۳۰۵

کوسی نگر کے ملا ”آثار“ تقسیم کرنے پر رضامند نہیں ہیں
 تو وہ اپنی اپنی فوجیں لے کر کوسی نگر کا محاصرہ کرنے کے
 لئے آپہنچے۔ لیکن دَرزن نامی ایک برہمن نے بیچ میں
 پڑ کر تصفیہ کروادیا اور اس طرح لڑائی ٹل گئی۔ دَرزن کی
 تعویذ کے مطابق آثار کو آٹھ مساری حصوں میں
 تقسیم کر لیا گیا اور اس کے معارضے میں دَرزن کو وہ برتن
 دیا گیا جس میں ”آثار“ مذکور پہلے رکھے ہوئے تھے۔
 اس تقسیم کے بعد پیلی بن کے موریاں قبیلے کا قاصد
 ”آثار“ کا حصہ مانگنے آیا۔ مگر چونکہ تمام حصے تقسیم
 ہو چکے تھے اس لئے وہ چتا کے کوئلے ہی جمع کر کے لے گیا
 اور اہل موریا نے ان کوئلوں پر ایک عالیشان ستوپہ
 تعمیر کر دیا۔ رہے وہ آٹھ حصے جو دَرزن نے تقسیم کئے
 تھے، انپر بھی ستوپے تعمیر ہوئے تھے مگر انہیں سے
 سات ستوپوں کو شہنشاہ اشوک نے کھدوا کر اُنکے ”آثار“
 دوبارہ تقسیم کئے اور اپنی سلطنت میں بے شمار ستوپے
 بنوا کر ان میں ”یہ آثار“ دفن کرائے۔ کہتے ہیں
 کہ صرف رامگرام کا ستوپہ (دیکھو صفحہ ۱۰۲)
 جسکی حفاظت ناگا لوگ کیا کرتے، اس تباہی سے
 بچ کر اپنی قدیم حالت میں محفوظ رہا •

باہر مکت بندھن مندر میں لیگئے وہاں اسپر پانسو تھان
 کپڑے کے لیپٹے گئے اور لوہے کے تابوت میں رکھ کر
 لاش کو چتا پر رکھ دیا گیا۔ لیکن کاشپ، راہبوں کی
 ایک جماعت کے ساتھ، کرسی نگر کی طرف لپکا ہوا
 آ رہا تھا، اور جب تک وہ موقع پر نہ پہنچا، چتا نے
 آگ نہ پکڑی۔ آخر جب کاشپ موقع پر پہنچ گیا
 اور لاش کی تعظیم و تکریم کی رسم ادا کر چکا تو خود بخود
 شعلے بھڑک اٹھے اور آگ جب اپنا کام کر چکی تو بارش کے
 ایک کراماتی چھینٹے سے خود ہی بجھ گئی۔

لاش کے جل چکنے کے بعد جو راکھ اور سوختہ ہڈیاں
 رہیں انہیں کوسی نگر کے ملاؤں نے قبضہ کر لیا۔ مگر
 چند روز کے بعد سات اور دعویدار پیدا ہو گئے جنہوں نے
 مطالبہ کیا کہ انہیں بھی ”آن“ یا ”نبرکات“
 میں سے حصہ ملنا چاہئے۔ ان دعویداروں کے نام حسب
 ذیل تھے: — اجاستر شاہ مگدھ، ریشالی کے کچھری،
 کپل رستہ کے شاکیا، آلاکپہ کے بولی، رامگرام کے کولیا،
 دیتھا نریپ کا ایک برہمن اور پارا کے ملا لوگ۔ (صفحات
 ۱۰۷-۱۴۶) ان ساتوں دعویداروں نے جب دیکھا کہ

فهرست اصطلاحات

Monuments.	آثار - عمارات
Relics.	آثار - " تبرکات "
Ordain.	اجازہ دینا
Heraldic.	آرمائی
In relief.	ابھروان - منبت
Architectural members.	اجزائے عمارتی
Achæmenians.	اخیمینی یا ہخامنشی بادشاہان ایران
Elevation.	ارتفاع - ارتفاعی نقشہ
Meditation.	استغراق - دھیان
Contemplation.	
Assyrian.	اشوری - مغربی ایشیا کا
In situ.	اصلی جگہ پر
Tecni que.	اصطلاحی خریدیان وغیرہ
One in six (gradient).	۶ کی نسبت (رفتار)
Rubble.	انگھڑ پتھر (چھوٹے)
Stereotyped.	ایک خاص نمونے کی نقل (جس میں جدت نہر)
Monolith.	ایک ڈال پتھر کا ستون - (ایک پارچہ ستون)
Bactria.	باختر

Cult image.	پرستش کا بُت - مذہبی مجسمہ
Capital.	پرکالہ - سرستون - تاج ستون
Medallions.	پری چکر - تمنغہ
Buttress.	پشتہ
Retaining wall.	پشتے کی دیوار - محافظ دیوار
Plate	پلیٹ - تصویر - نقشہ
Floral decoration. }	پھول پتی کا کام یا آرائش
Floral design. }	
Ante-chamber.	پیش دالان - پیش کمرہ
Size.	پیمائش - جسامت - قد و قامت
Map. }	پیمائشی نقشہ
Survey Map. }	
Wheel.	پہیا - چکر
Crowning ornament (of a pillar).	تاج ستون - تاج پرکالہ
Relic Chamber.	”نبرکات“ کا خانہ
Logical thought.	تخیل کی معقولیت
Redaction.	تدریس
Composition.	ترکیب - ترکیب
Dressed.	روش ہوئے (پتھر وغیرہ)
Anatomical accuracy.	تشریحی لطافت
Proportion.	تناسب

Door-jamb.	بازر (چوکھٹ کا)
Hermika railing.	بالائي يا هرميکي يا چوٽي کا کٽهرہ
Superstructure.	بالائي عمارت - بنائے فوقاني
Intercourse.	باهمي ربط ضبط - مراسم - تعلقات
" Leaf and dart."	" برگ و پیکان "
Bracket.	بريکت - گھوڑي - مروني - ٿوڊي
Aisles.	بغلی رستے - پهلوؤں کے کمرے
Foundation.	بنیاد
Buddhist Creed.	بودھ مذہب کا کلمہ
Core. } Filling. }	بھراؤ - بھرتي - عمارت کي اندرني چٽائي يا بھرائي
Monk.	بھکشو - راہب
Nun.	بھکشني - راہبہ
Natural.	بے تکلف - بلا تصنع - فطرتي
Naïveté.	بے ساختہ پن - دلفريب (فطرتي) سادگي
Conventionalism.	پابندي رسم
Stone envelope. } Stone casing. }	پتھر کي غلافي چٽائي - سنگي روکار
Cross-bar.	پٽري
Band.	پٽي يا پٽري
Elaborate.	پر تکلف - وسيع
Procession path.	پردہ نہا - پردکشنا - طراف گاہ - مطاف

Kerb-stone.	حاشیہ کا پتھر
Subsidiary building.	حاشیہ کی عمارت
Cells.	حجرے
Logical beauty, (sense of).	حسن کا صحیح امتیاز
Enlightenment.	حصول معرفت - سبودھی
Excavation.	حفاریات - کھدائی
Attendant, devotee, worshipper.	خادم - پرستار - بھگت - باتری
Individuality.	خاص وضع - انفرادی حیثیت
Mental abstraction.	{ خام توجہی (بعض جزئیات میں انہماک اور بعض سے بے توجہی، جس سے کلم میں خامی رہ جائے)
Characteristic.	خصوصیت
Features.	خط و خال - خصوصیات
Fluted. } Ribbed. }	خیارہ دار - ڈوریہ دار - دھاری دار - کمر کی
Corridor.	دالان (ستون دار)
"Bead and lozenge" ornament.	" دانہ لرز " کی آرائش
Underpinning.	دیوار کے نیچے ٹیک کی چٹائی
Prostration.	قدردن
Cable ornament.	ڈوری کے نمونے کی آرائش
Portico.	ڈیورم
Genius.	ذہن و ذکاوت - دل و دماغ

Symmetry.	توازن
Enlargement.	توسيع
Pilgrims.	جائري - زائرين
Bell-shaped.	جرس نما - گھنٹہ نما
Details.	جزئیات
Polish.	جلا
Persepolitan.	پرسيددي - برسي پولسي
Ascetic.	چرگي - زاهد
Cross-legged.	چار زانو - آلتی پالقي مارے
Landing (of a staircase).	چاند
Royal umbrella.	چقر شاهي
Volute.	چکر
Spiral.	چکر دار
Fly-whisk.	چوري
Court.	چوک
Squared.	چوکور بنہ موڈ (پتھر وغیرہ)
Tenon.	چول
Minor antiquities.	چھوٹی چھوٹی قديم اشياء
Demi-gods.	چھوٹے ديوتا
Kerb.	حاشیہ

Griffin.	}	سیمرغ
Leogryph.		
Spirit.		شان - معنی - مطلب
"Tree of Life."		شجر زندگی
Spire (of a temple).		شکھر - مخروطی گنبد
Scallop ornament.		صدف نما آرائش
In the fore-ground.		صدر میں - سامنے - نیچے
Cruciform.		صلیب کی شکل کا
Art.		صنعت - فن - (فن سنگتراشی)
Niche.		طاق - طاقچہ
Style.		طرز - طرز ساخت (تعمیر، تصویر، وغیرہ)
Ivory carver.		عاج کار - ہانپی دانت کا کام کرنے والا
Sanctum.		عبادت گاہ
Arabesque.		عربی وضع کی پیل یا گلکاری
Gift.	}	عطیہ - نذر
Donation.		
In the back-ground.		عقب میں - پیچھے - اوپر - (مصوررنگی)
		اصطلاح میں (آسمان یا زمین)
Anatomy.		علم تشریح الاعضاء
Depth (in sculpture).		عمق - گہرائی
Technique.		عملی دستکاری - مخصوص الفن مہارت

Memory picture. ”ذہنی تصویر“ - ”حافظہ کی تصویر“

Course (of masonry). ردہ

Script. رسم خط - حروف

Conventional treatment. رسمی طرز ساختہ یا ترتیب

Form and colour. رنگ اور ہیئت - صورت و لون

Torus moulding all round. زنجاری گولا

Saddle. زین نما نشیب

Stair. }
Stairway. } زینہ

Stairway railing. زیلے کا کٹہرہ

Moulding. ساز - آرائشی ساز - حاشیہ

Light and Shade. سایہ اور روشنی

Pillar. }
Column. } ستون - لاثہ

Base of a pillar. ستون کا حصہ زبریں یا حصہ پائین

Door-lintel. سردل

Plan. سطحی نقشہ

Seleukids. سلجوقی

Architrave, stone. { سنگی شہتیر - دروازے کے اوپر کا
منقش شہتیر وغیرہ

Steps. سیڑھیاں

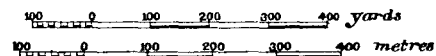
Base of plinth.	درسي کا دامن
Pedestal.	کرسې يا چوکي (ستون کي)
Abacus.	کرسې (تاج ستون کي) - سپر کاله - بيٽهکا
Begging bowl.	کشکول
Carving, sculpture.	کنده کاري - منبت کاري - سنگ تراشي
Offsets. } Footings. }	کسے - کگر - حاشیہ - کسکا پنجاب مين مستعمل هي -
Lotus and dart.	کنول اور تير
Led horse.	کوتل گھوڑا
Remains, Ruins.	کهندرات - بقيات - آثار
Chemical analysis.	کيمياوي امتحان يا تجزيه
Necking.	گردن پرکاله - گردن تاج - گردنه
Flower vase.	گلدسته - گلدان
Apse.	کول کمره - قوسي حصه -
Torus moulding.	گولا
Cyma recta.	گولا غلطه
Panel.	لج
Defaced inscription.	مٽي هوي سي تحریر - فرسوده کتبہ
Image. } Figure. } Statue. }	{ مجسمه - مورتي - تصوير مورت
Group.	مجموعه - مجمع

Shaft.	عمود ستون
Vertical.	عمودی
Mediæval age.	عہد رُسْطی - دور رُسْطی - قرون رُسْطی
Early mediæval.	عہد رُسْطی کے اوائل
Late mediæval.	عہد رُسْطی کے اواخر
Casing.	غلاف
Cyma-reversa.	غلطہ گولا
Extraneous.	غیر ملکی - خارجی - بیرونی
Perspective.	فاصلے کا اظہار
Wedge.	فانہ - چھینی - پتھر
Formative arts.	فن صورت گری - فن پیکر سازی
Ground balustrade.	} فرشی کنہرہ
„ railing.	
Index.	فہرست
Inspiration.	فیض - فیضان
Divine peace.	قدوسی سکون
Altar.	قربانگاہ
Apsidal.	قوسی - محرابی
Cornice.	کارنس
Chippings.	قلیلین (پتھر کی)
Plinth.	کرسی (عمارت کی)

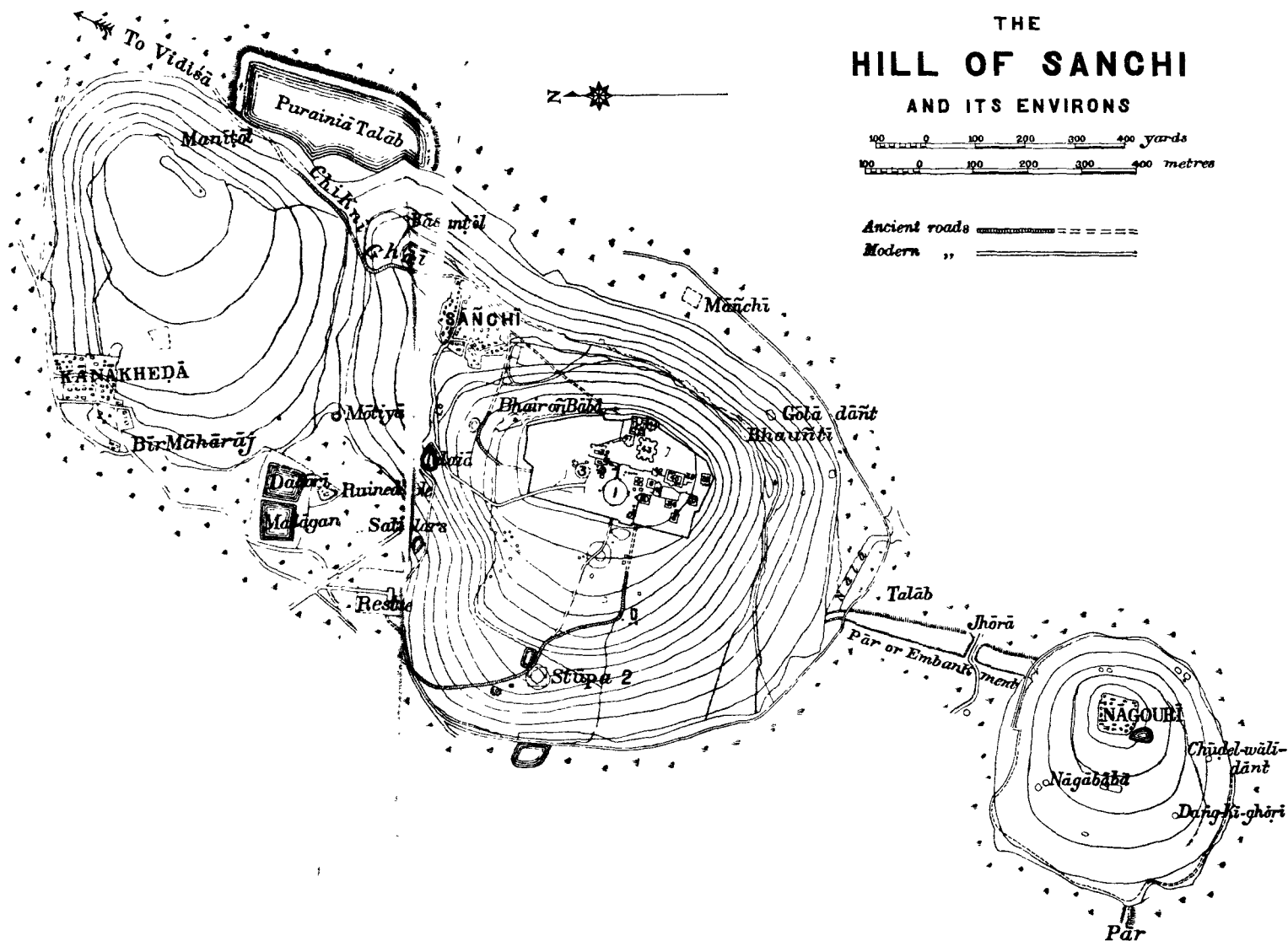
Renaissance.	” نشأۃ الثانیہ “
Pilaster.	{ نیم ستون (ایسا ستون جسکا کچھ حصہ چنائی میں پوشیدہ ہو)
Thunderbolt.	وَجَر - عصا - گرز
Nave.	وسطی کمرہ
Attitude.	وضع - حالت
Halo.	ہالہ
Hellenistic influence.	یونانی اثر

Concave.	مجوف - مقعر
Convex.	محدب
Spire (of a temple).	مخروطی گنبد - اهرامی برج - شکر
Satrap.	مرزبان
Relief.	مرقع - تصویر - نقش
Classical character.	مستند طرز - یونانی طرز - قدیم طرز
Colouristic treatment.	مصورانہ رنگ - رنگین تصویر کا سا انداز
Fluted side (of a pillar).	مقعر پہلو (سکون کا)
Statue in the round.	{ مکمل مجسمہ - ایسا مجسمہ جو ہر طرف سے مکمل ہو
Debris.	ملبہ (افقادیہ)
Edicts.	منادات
Temple. } Shrine. } Chapel. }	مند - عبادت گاہ
Coping.	مندپیر
Coping stone.	مندپیر کا پتھر - (داب کا پتھر)
Scene.	منظر - نظارہ - تصویر
General view.	منظر عمومی
" Frontality."	" مراجعت "
Rubble.	نا تراشیدہ پتھر
Offering.	نذر - نذرانہ
Donatory inscription.	" نذری " کتبہ

THE HILL OF SANCHI AND ITS ENVIRONS



Ancient roads ————
Modern „ ————



CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY,
NEW DELHI

Issue Record

Catalogue No. 913.05/San/M.2. -19335.

Author— **Qureshi, M. M.**

Title— **Rahanumāi Sānchi**

Borrower No.

Date of Issue

Date of Return

"A book that is shut is but a block"

CENTRAL ARCHAEOLOGICAL LIBRARY
GOVT. OF INDIA
Department of Archaeology
NEW DELHI

Please help us to keep the book
clean and moving.

